ترتیب و پیش کش

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری

(صدارتی ایوارڈ یافتہ سیرت نگار)

یا اللہ تیرا شکر ہے

''رحمتیں، برکتیں، وسعتیں''

ناشر: عدیل حق، محمد اجمل

کتاب .... خوشبوئے قرآن

مصنف .... ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری

اشاعت 2016ء

کمپوزنگ .... انس چوہدری

قیمت .... -/400روپے

حق پبلی کیشنز

A-2 سید پلازہ، چیٹر جی روڈ اُردو بازار لاہور

فون: 0092-42-37220631-33

0092-300-9422434

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

کے نام
جنہوں نے قران مجید کا ترجمہ اردو میں
خوبصورت انداز میں تحریر کر کے
عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی خوشبو گھر گھر پھیلا دی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ

پہنچے بلندی کو اپنے کمال سے

کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

دور کر دیا اندھیرے کو اپنے جمال سے

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

حسیں ہیں ان کی سب خصلتیں

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

درود بھیجو اُنؐ پر اور اُنؐ کی آل پر

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

صلی اللہ علی النبی الامّی وعلیٰ آلہ وسلم تسلیما

حروف سپاس

سیدنا طفیل بن عمرو الدوسی قبیلہ دوس کے سردار تھے۔ وہ مکہ مکرمہ آئے تو کفارِ مکہ نے ان کو باور کرایا کہ یہ شخص محمد (ﷺ) بڑی جادو اثر گفتگو کرتا ہے۔ اس نے ہم میں سے بھائی کو بھائی سے اور باپ کو بیٹے سے جدا کر دیا ہے۔ اس کی تبلیغ سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا۔ حضرت طفیل نے سردارانِ کفار کی باتوں کا بڑا اثر لیا۔ اور وہ اکثر حضرت سیدنا محمد ﷺ سے کترا کر گزر جاتے تا کہ ان کے کلام کا اثر ان پر نہ ہو۔ وہ حرم کعبہ کی طرف جاتے تو کانوں میں روئی ٹھونس لیتے۔ ایک دن انہوں نے سوچا کہ میں باشعور ہوں، دانا اور عقلمند ہوں برے بھلے میں تمیز کر سکتا ہوں۔ کیوں حضرت محمد ﷺ کا کلام سننے سے چھپتا پھر رہا ہوں۔ پھر ایسا ہوا کہ کعبہ کے صحن میں ان کی زبان سے قرآن مجید کی چند آیات سننے کا اتفاق ہو گیا۔ ان آیات نے ان کے دل میں وہ اثر کیا کہ وہ دیوانہ وار سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیچھے آپ ﷺ کے گھر تک چلے آئے۔ حضرت طفیل نے مزید قرآنِ مجید سننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ نبی اکرم ﷺ کی شہد بھری زبان سے قرآنِ مجید کی تلاوت سن کر ان کی تقدیر بدل گئی اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ وہ اپنے قبیلے میں پہنچے تو ان کے خاندان کے لوگ بھی اسلام کے دائرے میں داخل ہو گئے۔ اور بالآخر غزوۂ خیبر کے موقعہ پر ان کے قبیلے کے اکثر گھرانے مسلمان ہو گئے۔ (صحیح بخاری)

الحمدللہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآنِ مجید کی تلاوت میں کتنا اثر ہے اور کس طرح سے قرآنی آیات روح کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی ہیں۔ یہ ہے اللہ کی سب سے آخری کتاب قرآن مجید کا اعجاز اور دلوں کو مسخر کر دینے والی کفیات کا حسین، معجزہ، جب قرآن مجید کی تلاوت اتنی اثر پذیری رکھتی ہے تو اس کے مطالب و مفاہیم کو سمجھنا اس کی آیات میں پوشیدہ زندگی اور مابعد الموت حالات کا ادراک کتنا ایمان افروز ہوگا اور اگر قرآ ن کریم کی روح جان کر اسے زندگی کے شب و روز اور ہر شعبے میں اپنا لیا جائے تو ہماری زند گیوں میں کتنا خوشگوار انقلاب ہوگا۔ یہی فکر اور سوچ لے کر ہم چند ساتھیوں نے 1995ء میں اپنے شہر فیصل آباد میں المصطفیٰ تھنکرز فورم کی بنیاد رکھی۔

اگرچہ اس وقت اتنی فعال تنظیمیں موجود نہ تھیں جو قرآنی افکار کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی حلاوت کے ساتھ ملا کر تبلیغ و ہدایت کا کام کر رہی ہوں۔ تاہم میرے ہم نظر یہ دوستوں محمد شبیر انصاری، ڈاکٹر زاہد رشید، پروفیسر اشفاق بٹ، محمد ریاض، ڈاکٹر محمد اطہر اور ڈاکٹر طارق سلیمی نے میرے ہاتھوں میں ہاتھ دیا اور ہم اس مقدس مشن کو لے کر چل پڑے۔ سال بھر میں موقع بموقع سیمینار اور محافل کے علاوہ ہمارا سب سے بڑا مشن رہا کہ رمضان المبارک کے مقدس اور منور مہینے میں ہفتہ وار سیمینار کا اہتمام کرتے جن میں شہر کے نامور اور جید علماً کرام اور سکالرز تشریف لاتے اور یہ بھرپور انداز میں کامیاب ہوتے۔ چند سال یہ سلسلہ چلا پھر یوں ہُوا کہ سرکاری تعطیل اور مقامی کاروباری تعطیل فیصل آباد کی سطح پر اتوار اور جمعہ میں بٹ گیا۔ جس سے سامعین کی تعداد بہت کم ہوگئی اور پھر کچھ مایوسی اور کچھ نا اُمیدی سے ہم پیچھے ہٹنے پر مبور ہو گئے۔

تقریباً پندرہ برس پہلے کی بات ہے کہ پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد کے ہوسٹلز میں منعقدہ محفلِ میلاد میں نامور اسکالر محترم پروفیسر ڈاکٹر اسحاق قریشی صاحب سابق وائس

چانسلر محی الدین اسلامک یونیورسٹی آزاد کشمیر سے ملاقات ہوئی۔ جو وہاں صدارت کے لئے مدعو تھے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ ہمارے علاقے مدنپورہ میں آپ نے قرآن فہمی کے بہت اچھے سیمینارز کا آغاز کیا تھا۔ اب کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہم تو پوری کاوش کرتے ہیں لیکن سامعین کی حاضری نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ تو انہوں نے کہا مایوس نہیں ہونا چاہیے، کام کرتے رہنا چاہیے۔ پھر انہوں نے ایک حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا جس کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دِن بعض انبیاً ایسے بھی ہوں گے۔ جن کے ساتھ دو دو چار چار اُمتی ہوں گے۔ ان کا یہ ترغیب دلانا تھا کہ ہم دوست پھر سے اپنے قرآن فہمی اور عشقِ رسول ﷺ کی ضیاٗ پاشی میں جُٹ گئے۔ پھر یہ سلسلہ چلا اور آج تک الحمدللہ بہتر سے بہتر انداز میں چل رہا ہے۔ نو سال قبل یہ فیصلہ کیا گیا کہ پروگرام کو وقتاً فوقتاً کرانے کی بجائے ماہانہ بنیاد پر ایک تسلسل سے کرایا جائے۔ چنانچہ اب تک 108 سیمینارز باقاعدگی اور تسلسل سے جاری ہیں۔ ان سیمینارز میں قرآنی افکار اور تعلیمات کو عام کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف بزرگ شخصیات اور اولیائے کرام کے ایام کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ حالاتِ حاضرہ کی مناسبت سے بھی موضوعات کا انتخاب کیا جاتا ہے اور مزید چاشنی ڈالنے کے لیے چند سالوں سے ہمارے شہر کے نامور نعت گو شعرا ہر ماہ شامل ہوتے ہیں اور پروگرام کے آخر میں نعتوں کے گجرے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کرتے ہیں۔

قرآنِ مجید سے گہرا ربط رکھنا اور اس کے مفاہیم کو سمجھنا سمجھانا مجھے اس دور سے ہی مرغوب ہے جب میں انجمن طلبہ اسلام سے منسلک تھا۔ اس تڑپ کو لے کر میں ادارہ منہاج القرآن میں شمولیت کرنے والے ابتدائی ارکان میں شامل تھا۔ مسلک حقّہ اہلِ سنت کے رسائل و کتب کے ساتھ ساتھ ماہنامہ طلوع، ترجمان القرآن وغیرہ بھی میرے زیرِ مطالعہ رہتے تھے۔ میری سوچ تھی کہ میں ایم بی بی ایس کی ڈگری لینے کے بعد جب، فیصل

آباد جاؤں تو اسی طرح کے مشن کو لے کر چلوں۔ الحمدللہ اس میں کسی حد تک کامیابی نصیب ہوئی۔ مجھے مخلص اور پیارے ساتھیوں کا ایسا گروپ مِل گیا جو اس مشن میں پیش پیش تھے اور ہیں۔ علمائے کرام اور دینی سکالرز، نعت گو شعرا کے ساتھ ساتھ مستقل سامعین کا ایک گروپ بھی مل گیا ہے جو ہمارے لیے انتہائی حوصلہ افزا ہے۔ یہاں میں اپنے محترم دوست اصغر نظامی صاحب کا ذکر کروں گا جن کی سنہری بات ہمارے لئے خوشبو کا جھونکا ثابت ہوئی۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر کسی محفل یا سیمینار میں سامعین تھوڑے بھی ہوں تو یہ یقین رکھا کرو کہ اللہ کے فرشتے بھی یہاں موجود ہیں اور آغازِ محفل سے ہی انوارِ تجلیات کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور منتظمین و مقررین کی نیکیوں کا کمپیوٹر چل پڑتا ہے۔ اگرچہ اگست 2016ء تک ہمارے 108 سیمینارز ہو چکے ہیں۔ لیکن ہم اس کتاب کے آخر میں حصولِ برکت کی خاطر 92 پروگرام کا ایک طائرانہ جائزہ پیش کریں گے جو ہمارے ہونہار دوست نے جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں ایم فِل اسلامیات کے لئے لکھا ہے۔ ہم ان کے مقالے میں سے المصطفیٰ تھنکرز فورم سے متعلق باب میں شامل کر رہے ہیں۔

☆ یہاں یہ امر پیشِ نظر رہے کہ قرآن مجید کوئی عام کتاب نہیں بلکہ یہ نہایت عظمت، شرف اور بزرگی والی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام مجید بھی ہے۔ جیسا کہ ہم درودِ ابراہیمی میں پڑھتے ہیں۔ ''انک حمید مجید''۔ گویا جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات عظمت و بزرگی اور کمال و شرف سے متصف ہے اُسی طرح اس نے اپنی کتاب کو بھی عظمت و بزرگی عطا کی ہے۔ تاکہ کوئی اِسے محض حروف کی ترتیب و تہذیب ہی نہ سمجھے۔ قرآنِ مجید کی دو آیات کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے:

﴿قٓ قف ج وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۝﴾(قٓ:1)

ترجمہ: عزّت والے قرآن کی قسم۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝﴾ (البروج:22-21)

ترجمہ:۔ بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے۔ لوحِ محفوظ میں۔

☆ قرآن مجید منبعِ کرم ہے۔ رحمت و شفقت کا وسیلہ ہے۔ جو دوسخا کا مصدر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الواقعہ:80-78)

ترجمہ: بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔ محفوظ نوشتہ میں۔ اسے نہ چھوئیں مگر باوضو اتارا ہوا ہے سارے جہان کے ربّ کا۔

بے شک یہ قرآن شرف والا ہے۔ خود بھی کرم ہے اور ایمان والوں کے لیے بھی باعثِ کرم ہے۔ کیوں نہ ہو یہ تو دیکھو اسے نازل کس نے کیا ہے۔ ہاں ہاں! اس ربّ نے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

☆ قرآن مجید ہدایت کا سرچشمہ ہے، رُشد کا مینارہ ہے۔ حق و باطل کا بیّن اور واضح اشاریہ ہے۔ کفر و ظلمت میں بھٹکتے انسانوں کے لیے ہدایت کا اجالا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ ہے وہ کتاب جس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں۔ متّقین کے لیے ہدایت ہے۔ (البقرہ: 1 تا 3)

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

☆ ''اے محبوب: جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہ لاؤ تو کہتے ہیں تم نے دل سے کیوں نہ بنائی۔ تم فرماؤ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے ربّ سے وحی ہوتی ہے۔ یہ تمہارے ربّ کی طرف سے آنکھیں کھولنا ہے۔ اور

ہدایت اور رحمت مسلمانوں کے لیے“۔(الاعراف:203)

☆ قرآنِ کریم جہاں مسلمانوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ اور رحمت کا خزینہ ہے۔وہیں یہ مومنین کے لیے خوش خبری کا زینہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”طٰسٓ“ یہ آیتیں ہیں قرآن اور روشن کتاب کی۔ہدایت اور خوش خبری ایمان والوں کو۔وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں“۔(النمل 1 تا 3)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان گنت معجزوں سے نوازا گیا۔پتھروں نے آپ کو سلامی دی، کنکروں نے کلمہ پڑھا، درختوں نے جھک کر ادب کیا، جانوروں نے آپ ﷺ کی گواہی دی۔آپ ﷺ نے چاند دو ٹکڑے کیا، ڈوبا سورج عصر کے وقت پر واپس لائے۔آپ ﷺ کے دستِ شفا بخش سے بیماروں کو صحت ملی، لعابِ دہن سے ہرے زخم بھر گئے، ٹوٹے اعضاء جڑ گئے۔انگلیوں سے چشمے پھوٹے۔الغرض ہزارہا معجزوں کا ظہور آپ ﷺ کے دستِ حق پرست سے ہوا۔لیکن آپ ﷺ کا سب بڑا، اہم اور زندہ جاوید معجزہ قرآنِ مجید ہے۔یہ وہ برہانِ ربّی ہے جس کا ذکر خود اللہ پاک نے قرآن مجید میں ہی کر دیا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ○ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ○﴾ (النساء:175-174)

ترجمہ: اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسی مضبوطی سے تھامی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا۔اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

گویا قرآنِ مجید اللہ کی طرف سے واضح دلیل بھی ہے اور کفر وظلمت سے نجات دلانے کے لیے نور خزینہ بھی ہے۔ تو جو اللہ کی اس رسی کو مضبوطی سے اور یقین کے ساتھ پکڑ لے گا وہ سیدھی راہ پر گامزن ہو گا۔

☆ قرآن مجید صرف نماز اور روزے کے ذکر پر ہی مشتمل نہیں اور نہ ہی صرف عبادات کا طریقہ بتانے کے لیے ہے بلکہ یہ تو زندگی کے ہر مسئلے میں راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ معیشت ہو یا معاشرت، سیاست ہو یا تجارت، نجی زندگی ہو یا بین الاقوامی پالیسیاں۔ یہ قرآنِ مجید نہایت مفصل اور واضح انداز میں اصول و ضوابط بیان فرماتا ہے۔ ہر صاحبِ علم اپنی اپنی بصیرت اور شعور کے مطابق اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”تو کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں۔ اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری اور جن کو ہم نے کتاب دی، وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اُترا ہے۔ تو اے سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔ اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں، اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں، اور وہی ہے سنتا جانتا“۔ (الانعام: 112-115)

☆ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی ایسی کتاب ہے جو صرف ایک دور یا ایک علاقے یا ایک نسل کے لیے نہیں آئی۔ یا پھر قرآنِ مجید صرف انسانوں کے لیے ہی باعثِ رشد و ہدایت نہیں بلکہ تمام جنوں کے لیے بھی اور تمام جہانوں میں موجود ہر ذی روح وجود کے لیے منبعِ ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہاں کے لیے“۔ (القلم: 52)

☆ قرآن جس طرح روح کی کثافتوں کو دور کر کے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور دلوں کے زنگ کو دور کر کے انہیں آئینہ ربانی بنا دیتا ہے۔ ویسے ہی قرآنِ پاک جسم کی

بیماریوں کو بھی رفع کر کے اُسے شفا بخشتا ہے۔تاہم قرآن کا اصل مقصد دلوں کی طہارت اور تزکیہِ نفس ہے۔اِسے محض تعویز گنڈے اور دم کے لیے استعمال کرنا مناسب نہیں۔اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿یٰـاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۵ وَھُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ o﴾ (یونس:57)

ترجمہ:''اے لوگو!تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی شفاء اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے''۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں صدرالافاضل نعیم الدین مراد آبادیؒ لکھتے ہیں:

''اس آیت میں قرآنِ کریم کے آنے ،اور اس کے موعظت ،شفاء، ہدایت اور رحمت ہونے کا بیان ہے کہ یہ کتاب ان فوائد عظیمہ کی جامع ہے۔موعظت کے معنی ہیں وہ چیز جو انسان کو مرغوب کی طرف بلائے اور خطرے سے بچائے۔شفاء سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ پاک قلبی امراض دور کرتا ہے۔دل کے امراض (برے اخلاق) فاسد عقائد،اور تباہی کی طرف لے جانے والی جہالت ہے۔قرآنِ پاک ان تمام امراض کو دور کرتا ہے۔(خزائن العرفان)

☆ قرآنِ مجید ایسی بے مثال کتاب ہے جس کی کسی ایک سورت یا ایک آیت کی نظیر لانا مخلوق کے بس کی بات نہیں۔کیونکہ یہ اللہ پاک کا کلام ہے اور اسی کی جانب سے نبی اکرم ﷺ کے سینہٴ اطہر پر نازل کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا

بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا○ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ٘ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا○﴾

(بنی اسرائیل:89-88)

ترجمہ: تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے۔ اگر چہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔ اور بے شک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال طرح طرح بیان فرمائی تو اکثر آدمیوں نے نہ مانا مگر ناشکری کرنا۔

گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن وانس کے لیے کھلا چیلنج ہے کہ وہ اکیلے یا ایک دوسرے کے تعاون سے قرآن کی مانند کوئی کتاب یا سورہ لے آئیں۔ لیکن ایسا ہر گز ہرگز ممکن نہیں کیونکہ خالقِ کائنات کا مقابلہ اس بے بس اور حقیر مخلوق کے بس میں کہاں۔ اللہ تعالیٰ ہے جو ہر شے پر قادر ہے قہار وغفار ہے اور خالق ومالک ہے۔

☆ قرآنِ مجید کوئی عام کتاب نہیں اور نہ اس کی شان وعظمت کو کم جانا جائے۔ اس کی جلالت وہیبت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ○﴾ (الحشر:21)

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا، اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

لیکن اللہ اللہ کیا عظمت و شان ہے اللہ کے حبیب ہمارے پیارے رسول سیّد الانبیاء سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قرآنِ مجید ان کے قلب اطہر پر نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا o﴾ (الفرقان:1)

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کے پاک دل کو وہ وسعت اور گہرائی عطا فرمائی کہ وہ قرآن مجید کی تمام حکمتوں، تمام تفصیلات اور رموز کو سمو لیتا تھا۔ کیونکہ وہ دل انوارِ ربانی کا مرکز و محور ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا۔ کہ نبی کریم ﷺ کو قرآن کی تعلیم خود ربِ رحمٰن نے دی۔ ارشادِ ربّی ہے۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ o لا عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ o ط خَلَقَ الْاِنْسَانَ o لا عَلَّمَهُ الْبَیَانَ o﴾ (الرحمٰن:4-1)

ترجمہ: ''رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا۔ ماکان و مایکون کا بیان انہیں سکھایا''۔ (کنزالایمان)

سبحان اللہ، سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو علم کی دولت جب خود اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے عطا کی ہے تو پھر اُن سے ماضی و حال یا مستقبل کی کوئی بات کیونکر پوشیدہ ہو۔

قرآنِ پاک اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھی ایک منفرد معجزہ ہے۔ نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ کی آمد سے قبل عرب معاشرے میں فصاحت و

بلاغت پر مبنی اعلیٰ پائے کی شاعری کا دور دورہ تھا۔عرب کے باشندوں کو اپنی لسانی برتری پر اتنا گھمنڈ تھا کہ وہ غیرِ عرب دنیا کے باشندوں کو عجم یعنی گونگا کہتے تھے۔ایسے معاشرے میں نبی اکرم ﷺ نے امّی ہونے کے باوجود ایک ایسی کتاب پیش کر دی، جس کی مثال لانا کسی ذی شعور بندے کے اختیار میں نہ تھا۔قرآنِ پاک میں پوری دنیا کے انسانوں کو کھلا چیلنج ہے:

﴿وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا٥﴾ (بنی اسرائیل:10)

ترجمہ:اگر تم سب انسان اور جنّ مل کر قرآن کی مثل لانا چاہو تو نہ لا سکو گے۔

﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ٥﴾ (ہود:2)

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی مثال دس سورتیں لانے کا چیلنج دیا"۔

بلکہ پھر یہ بھی کہا کہ ایسی ایک ہی سورة لے آؤ (یونس:4) کیسی بات ہے کہ نہ صرف اس دور کے فصیح و بلیغ افراد بھی اس کام سے عاجز رہے۔ بلکہ بعد میں آنے والے بھی عاجز وقاصر ہیں۔

قرآنِ مجید جس طرح فصاحت و بلاغت میں یکتا اور بے مثال ہے۔اسی طرح قرآنِ مجید کی تلاوت میں وہ تاثیر ہے کہ روح کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی ہے۔اور قرآنِ پاک کی تلاوت دلوں کی حالت میں انقلاب برپا کر دیتی ہے۔قرآنِ پاک کا محض مطالعہ کرنے یا اس کی چند آیات سننے سے ہی تقدیر کفر کی اتھاہ گہرائیوں سے ایمان کی روشن منزلوں کی جانب لے آتی ہے۔آیئے سیرت کی کتب سے چند

واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ قرآنِ مجید کس طرح سے ان کے دلوں پر کتنا اثر انداز ہوا اور ان کی تقدیر کو کیسے بدل ڈالا:

☆ تبلیغ اسلام کے ابتدائی دور میں جب کفارِ مکہ نے یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں پر ہر طرح کا ظلم وستم کرنے کے بعد بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں ہوئی بلکہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے لوگوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے تو انہوں نے ایک اور چال چلی۔ انہوں نے اپنے ایک سردار عقبہ بن ربیعہ کو نبی اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا تا کہ وہ آپ ﷺ کی اصل خواہش یا ارادہ کا پتہ چلا سکے۔ عقبہ بہت بڑا خطیب اور گفتگو کے فن کا ماہر تھا۔ اس نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں آکر کہنا شروع کیا کہ تبلیغِ اسلام سے آپ (ﷺ) کا اصل مقصد کیا ہے۔ اگر آپ (ﷺ) مکہ کی سرداری یا چودھراہٹ چاہتے ہیں تو ہم آپ (ﷺ) کو مکہ کا حکمران ماننے کے لیے تیار ہیں۔ اگر آپ (ﷺ) کو مال وزر کی تمنا ہے تو ہم آپ (ﷺ) کے قدموں میں سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کا ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ اگر آپ (ﷺ) یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی شادی مکہ کے کسی اعلیٰ گھرانے میں ہو جائے تو ہم مکہ کی سب سے خوبصورت عورت آپ کے نکاح میں دے دیتے ہیں۔ ہماری شرط صرف ایک ہی ہے کہ آپ اسلام کی تبلیغ سے باز آ جائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے عقبہ بن ربیعہ کی جادو بھری تقریر سن کر جواب میں قرآن مجید میں سے سورہ حٰمٓ کی کچھ آیات تلاوت فرمائیں۔ اِن آیات کی تلاوت سن کر عقبہ بن ربیعہ کا دل کانپنے لگا اور خوف سے جسم کا رواں رواں کھڑا ہو گیا۔ اس نے سردارانِ قریش کے پاس آ کر کہا۔ ”محمد (ﷺ) جو کلام پڑھتا ہے وہ نہ تو جادو ہے نہ شاعری اور نہ کہانت ہے۔ بلکہ وہ کچھ اور ہی ہے۔ میری

رائے یہ ہے کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ عرب کے لوگوں پر غالب آ گیا تو عزت تو ہماری ہی بڑھے گی۔ بصورت دیگر سارا عرب خود ہی اُسے ختم کر دے گا"۔ مکے کے کفار نے اس کی بات کو نہ مانا بلکہ کہا کہ لگتا ہے محمد (ﷺ) نے تجھ پر بھی جادو کر دیا ہے"۔

☆ تبلیغِ اسلام کے ابتدائی ایام میں جب کفار مکہ کے ظلم حد سے بڑھ گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جانثار ساتھیوں کو اجازت دی کہ وہ قریب کے ملک حبشہ چلے جائیں۔ وہاں کا حکمران اصحمہ جس کا لقب نجاشی تھا، بہت نیک دل، غریب پرور اور انصاف پسند تھا۔ وہ انجیل اور تورات کا بھی حافظ تھا۔ اس نے مسلمانوں کو آرام سے رہنے کی اجازت دی۔ کفارِ مکہ کو یہ بات بھلا کب گوارا تھی۔ انہوں نے اپنے دو سرداروں عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو اپنا سفیر بنا کر نجاشی کے دربار میں بھیجا اور تحائف بھی ساتھ روانہ کیے۔ اس نے آ کر شاہ نجاشی کو ورغلانا چاہا کہ یہ مہاجرین ہمارے مجرم ہیں اور وہاں سے فرار ہو کر آئے ہیں۔ ان کو واپس مکہ بھیجا جائے۔ شاہ نجاشی نے مہاجرین کو طلب کیا اور ان سے اصل صورتِ حال پوچھنا چاہی۔ مہاجرین کی طرف سے حضرت جعفر بن ابو طالبؓ نے واضح کیا کہ ہم لوگ بدکار اور بے ایمان تھے اور کفر و شرک کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے جو بچپن سے ہی صادق، دیانت دار اور نیک انسان ہیں، ہمیں توحید و رسالت اور پرہیزگاری کی روشن راہوں پر گامزن کر دیا ہے۔ کفارِ مکہ کو یہ بات پسند نہیں اس لیے یہ ہمیں واپس لے جانا چاہتے ہیں تاکہ ہم پھر سے کفر و شرک کی دنیا میں پلٹ جائیں۔ شاہ نجاشی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کا نظریہ پوچھا تو حضرت جعفر نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں۔ جن میں

یہ ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے نبی اور حضرت مریم علیہا السلام نیک اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ اور انہوں نے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا۔ قرآنِ کریم کی ان آیات کی تلاوت سن کر شاہ نجاشی کی آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے۔ اور اس نے مسلمان مہاجرین کو آرام وسکون کے ساتھ حبشہ کی سرزمین پر رہنے کی اجازت دے دی۔ بعد میں شاہ نجاشی مسلمان ہو گیا۔

☆ سن 6 نبوی کے ایام ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب بہت بہادر اور جری انسان تھے۔ وہ ابھی اسلام نہ لائے تھے۔ ایک دن غصے میں اس ارادے کے ساتھ نکلے کہ معاذ اللہ حضرت محمد ﷺ کو قتل کر دیں گے۔ راستے میں ان کے خاندان کے ایک فرد نعیم ملے جو مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے حضرت عمر سے ان کا ارادہ پوچھا۔ آپ کا جواب سن کر انہوں نے کہا کہ پہلے جا کر اپنے گھر کی خبر تو لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں اسلام کی روشنی قبول کر چکے ہیں۔ حضرت عمر مزید طیش میں آ کر اپنی بہن کے گھر آئے۔ ان کی بہن اور بہنوئی قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ حضرت عمر کو دیکھ کر ان کی بہن نے فوراً قرآنِ پاک کو چھپا لیا۔ انہوں نے زور سے بہن کے کان پر تھپڑ مارا۔ جس سے ان کے چہرے پر خون بہنے لگا۔ پھر بہنوئی کو بھی مارا۔ مگر بہن کی حالت دیکھ کر ان کا دل پسیج گیا۔ وہ اپنی بہن سے بولے کہ مجھے وہ چیز دکھاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں۔ بہن نے کہا کہ وہ پاک اور مقدس مصحف ہے۔ تم پہلے غسل کرو اور پھر اسے چھو سکو گے۔ حضرت عمر نے غسل کیا اور جب قرآنِ مجید کی آیات پڑھیں تو ان کے دل کی دنیا روشن ہو گئی۔ وہ سر جھکا کر بولے مجھے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس لے چلو۔ وہ تلوار گلے میں لٹکائے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ تو کسی صحابی نے اندر نبی کریم ﷺ کو عمر کے آنے کی اطلاع دی۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بھی

وہیں موجود تھے۔وہ بولے کہ عمر کو آنے دو۔اگر وہ کسی برے ارادے سے آیا ہے تو اسی کی تلوار سے اسے قتل کر دیا جائے گا۔سیدنا عمر نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ادب سے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) مجھے اپنے دامنِ پناہ میں لے لیجیے۔ان کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو بہت تقویت ملی اور مسلمانوں نے کھلے عام حرمِ کعبہ میں آ کر نماز ادا کی۔

عصرِ حاضر میں قرآنِ مجید کی تعلیمات اور افکار کو سمجھنے کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔غیر مسلموں نے تو قرآن کریم کی تنقیص کی مہم چلائی ہی ہے۔افسوس یہ ہے کہ قرآن مجید کی آڑ میں صاحبِ قرآن سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان دانستہ یا نادانستہ کم کرنے، سُنّت مصطفیٰ ﷺ سے انکار اور اہلِ قرآن، پرویزیت، غامدیت جیسے فتنے پر پُرزے نکال رہے ہیں۔ختمِ نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے مسلمہ غیر مسلم قادریانی اور لاہوری مرزائی مغربی سامراج کی شہ باد سے کفر و ظلمت کے فروغ کے لئے سرگرمِ عمل ہیں۔ان سب سے الگ ایک فتنہ پرداز گروہ ہے جو الحاد اور اسلام بیزاری کا پرچار کرنے میں جُتا ہُوا ہے۔جو سوشل میڈیا، اخبارات، ٹی وی اور ماڈرن تعلیمی اداروں میں مولویوں کی آڑ کو ٹارگٹ کر کے دراصل دینی افکار کا مذاق اُڑانے اور نوجوان نسل کو دین سے دوری کا شیطانی کام کرنے میں کوشاں ہے۔کفر و الحاد، بدعقیدگی کے اس پُرفتن دور میں صرف قرآن مجید سے رابطہ اور تعلق ہی ایسا چراغِ راہ ہے جو صراطِ مستقیم کی طرف لے جا سکتا ہے۔شاعرِ مشرق قلندر لاہوری علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ایک صدی قبل ہی اس طرف اشارہ کیا تھا۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

یہاں یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ قرآن کو صحیح معنوں میں اسی وقت دل میں اُتارا

جاسکتا ہے۔ جب دِل میں عشقِ رسول کریم ﷺ کی شمع افروزاں ہو۔ گویا قرآن کا مطالعہ کرتے ہوئے قرآن کے صفحات کے پیچھے اگر صاحبِ قرآن کا روئے زیبا نظر نہ آئے تو پھر ایسی قرآن فہمی کا کوئی فائدہ نہیں۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے:

مغزِ قرآں، روحِ ایمان، جانِ دیں
ہست حُبِّ رحمۃ للعالمین

المصطفیٰ تھنکرز فورم کے پلیٹ فارم سے جب قرآن فہمی کا ذکر ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ حدیث یا سنت مصطفوی رحمۃ اللہ علیہ سے الگ ہم کسی مشن کا ذکر کر رہے ہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک تو سنّت کا انکار کفر ہے اور قرآن و حدیث لازم و ملزوم ہیں۔ الغرض ہمارے نزدیک قرآن مجید کی وہی تشریح اور مفہوم قابلِ توجہ جو صحابہ کرام، مفسرین عظام، اولیائے کاملین اور علمائے اہلِ سنت و جماعت کی فکر و شعور سے آشکارا ہے۔ خود ساختہ مفسروں، ماڈرن نام نہاد دینی سکالروں اور بدعقیدہ شارحین کی قرآن فہمی محض گمراہی کی راہ پر لے جاتی ہے۔ صراطِ مستقیم وہی راستہ ہے جو اجمیر، نقشبند، لاہور، بخارا، بغداد، کوفہ و نجف سے ہوتا ہوا مدینہ طیبہ تک لے جاتا ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا قرآنِ مجید سے تعلق اور رابطہ اگرچہ بے حد ضروری ہے لیکن غمِ روزگار اور فکرِ معاش اور نفسا نفسی کے اس دور میں ہم کیونکر اس تعلق کو پختہ سے پختہ تر بنا سکتے ہیں۔ اس حوالے سے چند تجاویز پیشِ خدمت ہیں:

☆ قرآنِ کریم سے سب سے پہلا تعلق اور رابطہ یہ ہے کہ اسے روزانہ کی بنیاد پر کھولا جائے اور جتنی بھی ممکن ہو تلاوت کی جائے۔ خوش الحان اور خوش گلو ہونا ضروری نہیں لیکن تجوید و قرأت کے بنیادی اصولوں کو سیکھنا چاہیے اور اس کے لئے عمر کی

کوئی قید نہیں۔ الحمدللہ ہمارے علمأ کرام اور قرأ حضرات قابلِ تحسین ہیں کہ وہ قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

☆ نماز کے دوران تلاوتِ قرآن مجید کا اچھا موقع ملتا ہے۔ ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ہر نئے دِن میں قرآن مجید کی کوئی صورت یا کچھ آیات زبانی یاد کرتے رہنا چاہیے۔ صرف دو چار سورتوں کو یاد کر لینے پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ کوشش کر کے اپنے بچوں کو بھی زیادہ سے زیادہ سورتیں اور آیات حفظ کروائیں۔

☆ رسائل اور کتب صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور اگر ان کا سارا عنوان اور متن ہی تعلیم قرآنی کے لئے ہو تو کیا ہی اعلیٰ کام ہے۔

☆ ہمارے علمأ کرام اور دینی سکالرز کو چاہیے کہ قرآن فہمی کی مجالس، دروس، خطبات اور لیکچرز کے ساتھ ساتھ انہیں کتابی صورت میں شائع کرنے کا بھی اہتمام کریں۔ قرآن کریم کی تعلیمات کو چھوٹے چھوٹے کتابچوں اور رسالوں کی مدد سے عام کریں اور جو اربابِ علم و دانش تحریر کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں وہ اچھی اور بڑی کتابیں بھی تحریر کریں۔

☆ ہم کوشش کر کے علمی انقلاب لائیں اور گھر گھر صحیح العقیدہ علمأ و دانشور حضرات کی کتابیں اور رسائل گھر گھر پہنچائیں۔ اپنے اپنے علاقوں میں موجود سرکاری و نیم سرکاری لائبریریوں میں قرآن فہمی کی کتابیں، رسائل اور ترجمہ و تفسیر مہیا کرنا بھی ایک بہت بڑا کام ہے اس طرف بھی توجہ ضروری ہے۔

اس سلسلے میں مرکزی میلاد کمیٹی فیصل آباد نے کلام کا آغاز کیا ہے اور ہر سال قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کے بہترین سیٹ کالجوں، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، ڈاکٹرز، وکلا، طلبا اور بیوروکریٹس کو تحفۃً دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ جس سے بہت سے لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ غزالی میاں علامہ احمد سعید کاظمی رح ، علامہ عبدالحکیم شرف قادری

رح، علامہ ڈاکٹر طاہر القادری، علامہ سید ریاض حسین شاہ، پیر وجیہہ السیما عرفانی رحمۃ اللہ علیہ، کے تراجم کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی رح اور ضیا الأمت پیر محمد کرم شاہ رح کے صرف ترجمے بھی دستیاب ہیں۔ان میں سے کسی ایک کا بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

4- قرآن فہمی کے لئے منعقدہ ہونے والے فہم القرآن سیمینارز، درسِ قرآن اور قرآن سرکل وغیرہ کی محفلوں میں کوشش کر کے شامل ہونا چاہیے۔اس طرح صرف ہمارے دلوں کو انوارِ قرآن کی روشنی سے جلا ملے گی بلکہ ان پروگراموں کا سلسلہ بھی کامیابی سے جاری رہے گا اور اس طرح کے پروگرامز مزید بہتر انداز اور وسیع حلقوں میں شروع ہو سکتے ہیں۔

5- اپنے اپنے علاقوں، محلوں اور مساجد وغیرہ میں قرآن اکیڈمیاں بنائی جائیں۔ جہاں جدید سہولیات کے ساتھ بچوں اور بڑوں کے لئے تدریس قرآن اور فہمِ قرآن کا سلسلہ موجود ہو۔اس سلسلے میں فیصل آباد کی سطح پر المصطفیٰ قرآن اکیڈمی کی مثال دی جا سکتی ہے جہاں چٹائی اور پٹائی سے پاک ائیر کنڈیشنڈ اور کارپٹڈ کشادہ ہال کی صورت میں قرآن کریم کی تعلیم دی جاتی ہے۔

6- سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی سہولتوں سے استفادہ کرتے ہوئے ان سے قرآنی تعلیمات کے فروغ کا کام لینا چاہیے۔فیس بک، گوگل پلس یا ٹوئیٹر پر کوشش کر کے قرآنی آیات اور تراجم کو شئیر کریں۔ ویب سائٹس اور بلاگریز قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کا حسین جتن کریں خود بھی مستند علما کی پوسٹیں اور مضامین پڑھیں اور دوسروں تک بھی پہچائیں۔

الحمد للہ! المصطفیٰ تھنکرز فورم کے پلیٹ فارم سے یہ کتاب سلسلہ اشاعت کی

چوتھی لڑی ہے۔اس سے پہلے سیرت رنگ کے نام سے دو رسالے اور صبح سعادت کے نام سے تیسری کتاب شائع ہو چکی ہیں۔لیکن محسوس کیا گیا ہے کہ رسالے کی صورت میں شائع ہونے والا مواد وقتی ہوتا ہے۔ جب کہ کتاب کے انداز میں شائع شدہ مضامین ہمیشہ دستیاب رہتے ہیں۔ یہی سوچ ہے جس نے ہمیں اس کتاب کی اشاعت کی ترغیب دی ہے۔پچھلے رسائل کے منتخب مضامین بھی ہم نے اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں تا کہ ان سے مستفیض ہونے کی صورت جاری رہے۔

میں نے چند گزارشات تحریر کی ہیں۔تا کہ قرآن کریم سے ہمارا رابطہ اور تعلق بہت گہرا ہو۔جب قرآن فہمی کا سلسلہ بڑھے تو قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جائے اور اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو قرآن کے لاتے ہوئے نظامِ زندگانی کو جسے نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا نام دیا گیا ہے معاشرے میں نافذ کرنے کی عملی جدو جہد بھی جائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

المصطفیٰ تھنکرز فورم کے پروگرام کو جن جید علما اور دینی۔ کالرز نے زینت بخشی وہ اب ہم میں نہیں ان کا ذکر بھی ہم پر قرض ہے۔جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد کے ناظم علامہ محمد افضل کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ، اپنی کمر کی تکلیف اور ضعیف العمری کے باوجود ذوقِ شوق سے ہمارے سیمینارز میں آتے اور علم و دانش کے موتی لٹاتے تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر منظور حسین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت وضع دار، نفیس اور صاحبِ بصیرت آدمی تھے۔وہ ہمارے پروگراموں میں بھرپور شرکت کرتے اور ایمان افروز تقاریر کرتے ، عارضۂ جگر نے انہیں ہم سے بہت پہلے جدا کر دیا تھا۔ پروفیسر مفتی عبدالرؤف خاں رحمۃ اللہ علیہ علم و دانش، شعرو ادب، حسنِ اخلاق کا پیکر تھے۔ان کی تقاریر اور قرآن فہمی کا اوّل و آخر سبب عشقِ رسول ﷺ کا فروغ تھا۔وہ بھی چند سال پیشتر اچانک ہم کو چھوڑ گئے۔ان علما اور دانشور حضرات کے

ساتھ ساتھ ہمارے دیرینہ ساتھی محمد شبیر الدین مرحوم کا بھی ذکر ضروری ہے۔ جو فہم القرآن سیمینار اور درسِ قرآن میں باقاعدگی سے شامل ہوتے اور قرآنِ کریم سے اپنی محبت کا ثبوت دیتے۔ وہ بھی چند سال قبل ہم سے رخصت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کے درجات بلند کرے، ان کی خطاؤں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور انہیں شفاعتِ مصطفیٰ کریم ﷺ کی سعادت سے مشرف فرمائے۔ (آمین)

اس کتاب کی اشاعت کو ممکن بنانے میں محترم اصغر نظامی، محترم محمد ساجد غوری، محترم مدثر حسین، (مثال پبلشرز)، محترم رانا جہاں زیب (یونیورسٹی بک ڈپو) کا خصوصی تعاون حاصل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی معاونت اور سرپرستی کو قبول فرمائے۔

سب سے آخر میں میں ان اسکالرز، دانشوروں اور مضمون نگاروں کا دانشوروں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اپنے مضامین عطا فرمائے جس سے یہ کتاب منصۂ شہود پر آسکی۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو اجرِ عظیم سے نوازے اور مزید تندہی سے قرآن فہمی کے مشن میں ممدومعاون رہنے کی توفیق عنائیت فرمائے۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ رب العزت ہماری اس کمزور سی کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اسے ہمارے لیے دُنیا میں فیوض وبرکات کا ذریعہ بنائے اور آخرت میں وسیلہ نجات بنائے۔ آمین!

والسلام!

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری

چیرمین المصطفیٰ تھنکرز فورم فیصل آباد

جنرل سیکرٹری مرکز تحقیق فیصل آباد

۲۰۔صفر المظفر ۱۴۳۸ھ۔ ۲۱۔نومبر ۲۰۱۶

تصورتوحید

پروفیسرڈاکٹرمحمداسحاق قریشی
صدرمرکزِتحقیق فیصل آباد
سابق وائس چانسلرمحی الدین اسلامک یونیورسٹی آزادکشمیر

﴿شهد الله ان لا اله الا هو﴾ (آل عمران:۱۸) شہادت دی اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی کہ) بیشک نہیں کوئی خدا سوائے اس کے۔ عقیدہ توحید اسلام کی بنیاد ہے ادیان عالم میں اَسلام کو یہ شرف اور امتیاز حاصل ہے کہ اس نے توحید کے بارے میں مستند اور مستقل نظریہ دیا ہے جس میں جھول نہیں اور یہ منطقی اور فلسفی عام بنیادوں پر حقائق آشنا عقیدہ ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم دین توحید میں ہیں اور ہم اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے ہیں جنھوں نے اس کائنات کو توحید آشنا بنایا۔ انسان تصور الــــہ کے بارے میں بھٹکتا رہا ہے۔ انبیاء کرام آتے رہے، خدا کی وحدت کا درس دیتے رہے، توحید کا پیغام چلتا رہا لیکن جب کچھ وقت گزرا، لوگ بہک گئے اور انبیاء کرام کی تعلیم کو فراموش کرتے رہے۔ عجیب سی بات ہے جب بھی عقیدہ توحید پیش کیا گیا، کچھ لوگوں نے اس کو تسلیم کیا لیکن جب عقیدہ توحید پیش کرنے والا دنیا میں نہ رہا تو لوگوں نے اسے فراموش کر دیا۔

یہ شرف بھی اس امت کو حاصل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، عقیدہ توحید چھوڑ کے گئے اور اس اعتماد کے ساتھ گئے کہ مجھے اپنی قوم سے اب شرک کا کوئی خطرہ نہیں رہا۔ یعنی آپ کو یقین تھا کہ میں اپنی قوم میں عقیدہ توحید اس قدر

راسخ کر کے جا رہا ہوں کہ یہ قوم شرک کی مرتکب نہیں ہو سکتی۔ تو ثابت ہوا یہ عقیدہ اس قدر واضح کر دیا گیا تھا کہ اس میں ابہام کی شکل باقی نہ تھی لیکن آپ جانتے ہیں کہ جب غیر ملکی نظریات اور غیر دینی خیالات کی یلغار ہوتی ہے، تو کچھ انسانوں کے دل میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے ہی وسوسے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوئے۔ اسلام آیا، توحید راسخ ہوئی، ان بدوؤں کے دلوں میں بھی راسخ ہو گئی جو وحدت اور احدیت کے مسئلوں کو نہیں جانتے تھے۔ لیکن جب عباسی دور میں یونانی کتب کے ترجمے ہوئے اور یونانی فلسفے کی بھر مار ہوئی تو عالم اسلام میں کچھ اضطراب آیا اور اسی اضطراب کے نتیجہ میں شک وشبہ کی گنجائش پیدا ہوئی۔ لیکن اس امت کی خوش قسمتی سمجھئے کہ فوراً اس میں وہ لوگ پیدا ہو گئے جو باطل نظریات کو رد کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے ایک صدی نہیں گزری تھی کہ عقیدہ توحید پھر الم نشرح ہو کر ہمارے سامنے آیا۔

توحید کیا ہے؟ توحید سے ہماری مراد کیا ہے؟ قرآن مجید میں لفظ توحید استعمال نہیں ہوا، اور نہ اس کا مصدر واحد استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ تو بعد کی فلسفیانہ بحثوں کے نتیجہ میں وجود میں آیا۔ اسلام نے تو احدیت کا تصور دیا۔ اسلام نے ﴿قل هو الله احد﴾ (اے حبیب) فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا۔ قرآن نے جب اللہ کے بارے میں بیان کیا ہے تو اس کے لئے احد کا لفظ استعمال ہوا اور احد وہ یکتائی ہے جس میں دوئی نہیں ہوتی۔ واحد کا مطلب ایک ہے جو کہ گنتی کا لفظ ہے، واحد کا مطلب ایک ہے تو دوسرا بھی کوئی ہو گا۔ لہذا قرآن نے اللہ کے لئے واحد کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا۔ قرآن نے ﴿قل هو الله احد﴾ کہا اور کہیں بھی فعل کے طور پر استعمال نہیں کیا، اسم کے طور پر استعمال کیا۔ پورے قرآن میں سارے صیغے اسم کے طور پر آئے ہیں یعنی پورے قرآن میں وحدت کا کوئی فعل استعمال نہیں ہوا۔

قرآن نے جب واحد کا صیغہ استعمال کیا ہے تو اسے غیر کی طرف منسوب کیا۔ کہ

تم اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ قرآن پاک نے کہا کہ اگر اللہ دو ہوتے تو اس میں اختلاف کیسے ہوتا جیسا کہ پہلے قوموں میں موجود تھا۔ ایک نیکی کا خدا اور دوسرا بدی کا خدا، اسلام نے اس کی تردید کی، دو خدا ہوں دونوں طاقت رکھتے ہوں تو پھر کسی عمل کے کرنے میں کتنی مشکل ہوتی۔ اگر دونوں ایک ہی عمل یا ایک ہی کام کرنا چاہتے تو دونوں کی ضرورت ہی کیا ہے اور

اگر دونوں میں اختلاف ہے اس کے باوجود بھی کوئی کام ہو جاتا ہے یا نہیں ہوتا تو ایک غالب ہے دوسرا مغلوب۔ تو یاد رکھیے مغلوب خدا نہیں ہوتا اور اگر دو قادر ہوں لیکن ایک عمل کرتے ہیں ایک فعال ہے دوسرا اس کو Coincide کرتا ہے یعنی فعال نہیں عضو معطل ہے تو یہ شان الوہیت کے خلاف ہے۔ اللہ رب العزت تو ہر دم فعال ہے۔

عضو معطل یا مغلوب خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ مغلوبیت خدا کی صفت نہیں ہے اور اسی طرح تین خدا ہونگے تو اور قباحتیں پیدا ہو جائیں گی۔ اس سے بھی زیادہ قباحتیں ہندوؤں کے ہاں موجود ہیں جہاں کئی خداؤں کا تصور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ برہما ان کا بڑا خدا ہے، جس نے دنیا پیدا کی اور پیدا کر کے اس کا کام ختم ہو گیا اور وہ ایورسٹ کی چوٹی پر سو رہا ہے۔ ذرا سوچیے، بتائیے کہ وہ خدا کیا ہوا جو سو جائے۔ ہم تو اس خدا کو مانتے ہیں جو ﴿لاتاخذہ سنتہ ولا نوم﴾ (البقرہ:۲۵۵)۔ نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ ہم تو اس خدا کے ماننے والے ہیں جس کو نیند تو کیا اونگھ نہیں آتی۔

ہندوؤں کے دو خدا ہیں، ایک کا کام تعمیر کرنا ہے اور دوسرے کا تخریب کرنا ہے۔ لیکن ہمارا تصور یہ ہے کہ جو اچھائی اور برائی ہے اللہ کی طرف سے ہے اس میں دو کا تصور نہیں۔ ہم کائنات میں ہر عمل کو ایک ذات کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہاں ایک چھوٹا سا سوال پیدا ہوتا ہے، ہمارا تصور یہ ہے کہ جب بھی خدا ایک سے بڑھ جائے گا وہ عدد میں آ جائے گا، عدد کیا ہے؟ تو یہ ہر مذہب کے ماننے والا جانتا ہے کہ عدد اپنے ماقبل اور مابعد کے مجموعے کا آدھا ہے۔ تین کیا ہے، دو اور چار کے مجموعے کا آدھا ہے۔ یعنی عدد وسط ہے

پہلے اور بعد کا یعنی جب بھی خدا دو تین چار آئیں گے، وہ پہلے سے جڑ کے آئے گا اور نسبت خدا سے نہیں ہو سکتی کیونکہ اس سے خدا کی محدودیت کا تصور ابھرتا ہے کیونکہ جو محدود ہو وہ مغلوب ہوتا ہے اور جو مغلوب ہو، خدا نہیں ہو سکتا۔ سوال یہ ہے کہ جب ہم اللہ کو ایک کہتے ہیں تو یہ بھی تو عدد ہے لیکن یاد رکھیے کہ ریاضی دانوں نے ایک کو عدد نہیں کہا کیونکہ ایک کا ماقبل نہیں ہوتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عدد نہیں ہے مبدأ عدد ہے یہ عدد کا خالق تو ہے عدد نہیں ہے۔

ریاضی دانوں نے کہا ہے کہ دو نقطوں کو ملانے والا خط، خط مستقیم ہوتا ہے یعنی نقطہ خط پیدا کرتا ہے خط نہیں ہوتا۔ اسی طرح واحد مبدأ عدد ہے نہ کہ عدد ہے۔ اس لئے ہم خدا کو ایک تصور کرتے ہیں۔ یکتا ہے اس کا وجود قائم بالذات ہے۔ ہمارے وجود واجب نہیں ہیں۔ اللہ کا وجود اس کائنات کے لئے واجب ہے جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت خوبصورت بات کی کہ اس کا وجود اس کی اپنی وجہ سے ہے۔ وجود کل شی بہ لیکن کائنات کی ہر شے کا وجود اس کی ذات کی وجہ سے ہے۔ اس کو ہم علت رائی کہتے ہیں۔ آپ زندگی کے کسی بھی مسئلہ کو لیجئے اس کی تخلیق کے اسباب ڈھونڈ لیجئے، آخر سلسلہ در سلسلہ ایک ذات تک آنا پڑے گا، جو خالق حقیقی ہے لہذا خدا کے بارے میں ہمارا تصور یہ ہے کہ وہ یکتا ہے اور کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں۔

جو وہ چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ ہم اللہ رب العزت کو صفات عالیہ کا خدا کہتے ہیں، جو ہر عیب سے پاک ہے۔ پچھلے دنوں ہمارے ہاں ایک سوال پیدا ہوا کہ کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے؟ بعض نے کہا کہ ہاں بول سکتا ہے کہ اگر نہ بول سکے تو پھر قادر کیسے ہوا؟ اس لئے اس کی قدرت کا تقاضا ہے کہ وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے لیکن ہم اس کو ایک فریب نظر اور محض ذہن کا الجھاؤ سمجھتے ہیں سوال یہ ہے کہ جھوٹ کیا ہے؟ جھوٹ کی تعریف فلسفیوں نے اس طرح کی ہے کہ یہ اثبات نفی ہے یا نفی اثبات ہے کسی چیز کے

ہونے کو نہ ہونا قرار دینا یا کسی چیز کے نہ ہونے کو ہونا قرار دینا جھوٹ ہے۔ فرقہ معتزلہ نے بھی جھوٹ کی یہی تعریف کی کہ جھوٹ خلاف واقع ہے۔

تو جناب اللہ تب تب جھوٹ بولے گا جب وہ کسی چیز کے ہونے کا کہے اور وہ نہ ہو یا کسی چیز کے نہ ہونے کا کہے اور وہ بھی باقی رہے۔ وہ تو قادر ہے۔ اور کن فیکون پر قدرت رکھتا ہے۔ وجود و عدم اس کے دم سے ہے۔ وجود کا عدم میں اور عدم کا وجود میں اسی کے کہنے سے ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کہے اور نہ ہو، اگر ایسا ہے تو وہ خدا نہیں ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو خدا جھوٹا کیسے ہوا۔

اس لئے اللہ کے نزدیک سچائی ہی سچائی ہے۔ ہم تو ان کے نبی کے جھوٹ کے قائل نہیں۔ نبی جب بولتا ہے تو وہ صداقت کا نشان ہوتا ہے۔ نبی اللہ کی زبان بولتا ہے۔ نبی جب کوئی بات کہتا ہے تو وہ ہوتی ہے ورنہ نبی کوئی بات کہتا ہی نہیں ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر نبی نے بھی کچھ کہہ دیا جو کہ نہیں تھا تو قدرت اپنا نظام بدل دیتی ہے، نبی کو جھوٹا نہیں ہونے دیتی۔ واقعہ معراج کے سلسلہ میں جب مکے والوں کو قافلے کا انتظار تھا تو نبی والا شان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سورج غروب نہیں ہوگا کہ قافلہ آجائے گا۔ سورج غریب ہونے کو تھا کہ وہ قافلہ پیچھے ٹھہر گیا۔ قدرت نے سورج کو بھی ٹھہرا لیا، اپنا نظام بدل دیا لیکن اپنے نبی (ﷺ) کو جھوٹا نہیں ہونے دیا۔ قدرت کا نظام تو بدلا جا سکتا ہے لیکن اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر جھوٹ آئے اس سے قدرت کی صداقت شعاری مشکوک ہوتی ہے۔

تو جناب ہمارا تصور تو اللہ کے منزہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ قرآن میں خود شہادت دے رہا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ فرمایا تم مانو نہ مانو میں خود کہتا ہوں کہ میں ایک ہوں۔ فرشتے جانتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور فرمایا کہ وہ عالم جو انصاف پر کھڑا ہے وہ بھی جانتا ہے اللہ ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے حوالے سے بعض ابہام پیدا کرنے کی کوشش کی گئی مثلاً اللہ صادق ہے۔ اللہ نے کہا کہ ہم گنہگار کو سزا دیں گے تو معتزلہ نے کہہ دیا کہ سزا دینا لازم ہو گیا۔ اگر اللہ سزا نہ دے گا تو اللہ جھوٹ بولے گا تو چونکہ اللہ جھوٹ نہیں بولتا اس لئے سزا دینا ہو گی یہ تصور دیا گیا کہ سزا کے بغیر نجات کا تصور ممکن نہیں لیکن ہم اس کے قائل نہیں ہیں۔ اللہ یہ بھی تو فرماتا ہے کہ گناہ کر کے تم سزا کے مستحق ہو گئے لیکن توبہ ان گناہوں کے مٹانے کا ذریعہ ہے۔

اللہ فرماتا ہے کہ بیشک نیکیاں برائیوں کو لے جایا کرتی ہیں۔ معتزلہ کی طرح عیسائیوں میں یہ پریشانی پیدا ہوگئی کہ انسان اتنے گناہ کرتا تو اس طرح اللہ نے بخشنا تو ہے ہی نہیں ہے کیونکہ اس نے سزا کا وعدہ کیا ہے۔ اب ساری دنیا گناہ کرتی رہی ان کے بقول اللہ گھبرا گیا کہ میں کیا کروں تو پھر اس نے اپنی گود کا پالا ہوا بیٹا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھیجا کہ ساری دنیا کے گناہ اکٹھے کر واور اپنے سر پر لاد و اور تختہ دار پر چڑھ جاؤ۔ لہذا سارے عیسائیوں کے گناہ ختم ہو گئے ہیں، اب جو چاہو بدمعاشی کرو وہ سب کی نجات کا باعث بن گئے ہیں، نجات کا یہ غلط تصور ہمارے ہاں بھی آیا کچھ غلط قسم کے کچھ فرقوں نے یہ تصور دیا کہ جی بس غم حسین رضی اللہ عنہ میں ایک آنسو بہالو، بس نجات ہی نجات ہے۔ اکبر نے بڑی طنز سے کہا تھا:

غم حسینؓ میں رونا تو ثواب ہے لیکن
خدا کے خوف سے رونا بھی تو گناہ نہیں

ایک اور غلط فہمی رہی کہ یہ جو اللہ بولتا ہے، یہ اللہ کا کلام، اللہ باقی ہے اس لئے اس کے کلام کو بھی باقی رہنا چاہئے۔ لہذا قرآن بھی باقی رہے گا یہ مخلوق نہیں ہے، یہ خالق ہے۔ یہ خلق قرآن کا مسئلہ کافی زیر بحث رہا۔ مامون الرشید کے دور میں اس پر علمائے کے گروہ بھی بن گئے۔ حنبلیوں کا ایک گروہ جو امام احمد بن حنبلؒ کا ماننے والا تھا، وہ اس تجسیم کے اتنے قائل

ہوئے کہ انہوں نے فتوے بھی دیئے لیکن اس مرحلہ پر ہماراسر حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کے حضورعقیدت سے جھک جاتا ہے۔ انہوں نے اس مسئلہ کونہایت آسانی سے خوبصورتی سے حل فرمادیا۔ انہوں نے اپنی کتاب فتح الکبیر میں فرمایا ابوالحسن الاشعری اور پھر امام غزالی کے ہاں بھی اس کا ذکر ہوا۔ انہوں نے بڑی بہترین دلیل دی، فرمایا کہ صفت موصوف کے ساتھ جڑی ہوتی ہے کلام متکلم کی صفت ہوتا متکلم باقی ہے تو کلام بھی باقی ہے اس لئے عیسائیوں میں یہ تصور فروغ پایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے انجیل میں کہا گیا ہے کہ اول میں وہ کلام تھا کلام خدا کے ساتھ تھا لہذا عیسائیوں نے عیسی کو بھی خدا مان لیا کہ یہ کلمتہ اللہ ہیں۔ قرآن نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمتہ اللہ کہا، لیکن ہم نے انہیں خدا نہیں مانا۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم نے اس تصور توحید کی نفی کیوں کی؟ صفت اپنے موصوف کے مطابق ضرور ہوتی ہے لیکن صفات لازمہ نہیں ہوتی مثلاً دیوار ہے جب بھی آپ دیکھیں گے اس کا کوئی رنگ ہوگا کوئی دیوار ایسی نہیں کہ جس کا کوئی رنگ نہ ہو ورنہ آنکھ دیکھ ہی نہ پائے کیونکہ آنکھ دیکھتی ہی رنگ کو ہے یعنی رنگ مٹادیں تو دیوار کو بھی مٹانا پڑے گا لیکن اس کے باوجود کیا کہا جاسکتا ہے کہ رنگ دیوار ہے؟

اگرچہ اس کے بغیر دیوار کا تصور نہیں ہے لیکن پھر بھی رنگ نہیں ہے۔ اسی طرح صفات اصل نہیں ہوتیں اگرچہ جدا نہیں ہوتی۔ امام ابوحنیفہ نے بھی یہی کہا کہ یہ صفات لازمہ نہ عین خدا ہیں نہ غیر خدا ہیں۔ یہ عین نہیں ہیں کہ خدا بن جائیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہیں کہ ان کے بغیر خدا کا تصور بھی نہیں آئے۔ مخلوق کیا ہے یہ بھی اللہ کی ایک صفت ہے لیکن کائنات کا نہ یہ عین ہے نہ غیر ہے۔ اس لئے قرآن نے جب بھی کسی نیک بندے کا ذکر کیا تو اپنے جلو میں ذکر کیا۔ اللہ نے فرمایا کہ جو اللہ اور اللہ کا رسول کہے مان لو۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ رسول کا کہا کیوں مانا جائے اس لئے کہ اللہ نے فرمایا یہ میرا غیر نہیں ہے اس لئے اس کی بات مان لو۔ قدرت نے اپنی غیریت مٹانے کا ثبوت

قرآن میں بار بار دیا ہے۔

تو یوں بہت ساری غلط فہمیاں آئیں، مناظرے ہوئے لیکن ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کی ذات ایک ہے۔ بعض نے کہ اللہ نے اپنے ہاتھ کا ذکر کیا ہے اس لئے اللہ کا ہاتھ بھی ہے۔ بعض نے کہا کہ اللہ کی آنکھ کا ذکر کیا اس لئے اللہ کی آنکھ ہے۔ فرمایا اللہ تمہیں اپنے نفس سے ڈراتا ہے لہٰذا اللہ کا نفس ہے۔ اسی طرح ماننے والوں نے اللہ کو تجسیم مان لیا یعنی جس طرح انسان کا ایک وجود ہوتا ہے ایک گروہ ایسا پیدا ہوا جنہوں نے اللہ کے وجود کو انسانی وجود کی طرح اور صفات کو اصل مان لیا۔ دوسرے گروہ نے صفات کا انکار کیا اور یہ کہ اللہ ایک ہے، اس لئے اس کی صفت بھی کوئی نہیں، وہ صفات الہیہ کے منکر ہو گئے یہ معتزلہ تھے۔

ہم اللہ کی صفات کے قائل ہیں، لیکن اللہ کی صفات یوں نہیں مانتے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ ہے لیکن اس کی کیفیت کیسی ہے میں نہیں بتا سکتا، ہاتھ کیا ہوتا ہے قوت کا اظہار ہے۔ پکڑنے کے لئے فرمایا اللہ ہی پکڑتا ہے پکڑنے کی قوت تو ہے لیکن ہمارے ہاتھ کی طرح نہیں، بولنے کی طاقت تو ہے لیکن ہماری زبان کی طرح نہیں۔ یہ سب کچھ مثال سے بالاتر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ ذات جس کی مثال بھی نہ دی جا سکے قرآن نے خود فرمایا کہ وہ ذات ایسی ہے جس کی مثال کوئی نہیں، تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ صوفیاء نے کہا کہ وہ تصور میں آ نہیں سکتا۔ قرآن نے کہا اسے آنکھیں پا نہیں سکتیں۔ ان کو بنیاد بنا کر لوگ دیدار الٰہی کے منکر ہو گئے۔ لیکن دوستو ہم اپنے عقائد میں بہت متوازن ہیں۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے وجود میں اتنی منزہ ہے کہ انسانی ذہن کے ساتھ اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اللہ نے اپنے وجود کو ایسے ذریعہ سے انسان کو متعارف کرا دیا جو انبیاء کرام کا وجود ہے۔

اسی لئے ہم ان کو برزخ کہتے ہیں کہ انبیاء برزخ ہیں، خدا اور بندے کے

درمیان ایک رابطہ ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ کا کلام مخلوق کے دماغ میں نہیں آ سکتا تو نبی کے دماغ میں کیسے آ گیا؟ علامہ اقبال سے ایک انگریز نے پوچھا کہ قرآن لفظ اترا ہے یا معنی اترا ہے؟ یعنی آپ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے لفظ بنا لئے ہیں یا لفظ بھی اللہ کے ہیں۔ آپ نے کہا کہ لفظ اترا ہے قرآن لفظاً وحی ہے۔ حدیث اور قرآن میں یہی فرق ہے، حدیث معناً وحی ہے اور قرآن لفظاً وحی ہے۔ قرآن کی تلاوت ہوتی ہے حدیث کی تلاوت نہیں ہوتی۔ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لفظ ہیں اور قرآن اللہ کے الفاظ ہیں۔ تو انگریز نے کہا کہ آپ فلسفی ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ ذات واحد کا لفظ مخلوق کے منہ میں آ جائے۔ تو علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا: یہ کیا بات کرتے ہو، میں فلسفہ کا ادنیٰ طالب علم ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادموں کا خادم بھی نہیں ہوں، مجھ پر جب شعر اترتا ہے، تو لفظ اترتا ہے معنی نہیں، تم تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کرتے ہو۔

حدیث قدسی ہے کہ جب میرا بندہ میرے اتنا قریب آ جاتا ہے تو پھر اس کا ہاتھ نہیں ہوتا میرا ہاتھ ہوتا ہے، اس کی زبان میری زبان ہوتی ہے، وہ چلتا ہے میرے قدموں سے۔

قرآن کہتا ہے اے محبوب جب آپ نے پتھر مارے تھے تو یہ پتھر آپ نے نہیں ہم نے مارے تھے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

فخر انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تو اللہ کے اتنی قریب ہے کہ جس کے درمیان قاب قوسین کا فاصلہ بھی نہیں ہے لہذا نبی جو عمل کر رہا ہوتا ہے اللہ کی رضا سے ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تصور توحید کو رسالت کے حوالے سے پہچانا ہے۔ تصور توحید و گرنہ الجھا ہوا مسئلہ رہتا۔ یہ سمجھ ہی رسالت کے حوالے سے آئے گا اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا کہ

یہ فیض ہے رضا احمد پاک کا

ورنہ ہم کیا جانتے خدا کون ہے

کہ ہم غلاظتوں میں الجھے ہوئے لوگ وہاں پہنچ نہیں سکتے تھے۔یہ تو ذات نبی (ﷺ) ہے۔ جوفرماتے ہیں میری ذات برزخ ہے، ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل۔حرف مشدد کا حرف مشدد پہلے حرف سے جڑے کا تو ساکن ہو جائے گا۔ بعد والے حرف سے جڑے گا تو حرکت دے گا۔اللہ سے جڑے گا تو ساکن ہو جائے گا۔ اللہ سے جڑا ہو تو خود ساکن ہو کر اس کے فیوض وبرکات قبول کر رہا ہوتا ہے۔لوگوں کی طرف ہو تو خود حرکت میں ہوتا ہے۔عبداللہ بن عباس سے کسی نے پوچھا کہ حضور (ﷺ) نے اللہ کو دیکھا تھا؟ تو ان کا جواب تھا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ کو دیکھا اللہ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا تو میری سینے میں اس ٹھنڈک آ گئی تھی۔دیکھیں خالق کا مخلوق سے ایسا رابطہ ہے کہ مخلوق سے جو بھی عمل نکلتا ہے خالق کی رضا کا عمل نکلتا ہے۔ ہمارا کلمہ توحید ہے۔

لا اله الا الله محمد رسول الله

بات ہم توحید کی کرتے ہیں لیکن نام ہم رسول اللہ کا لیتے ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ ہماری توحید کے اندر رسالت موجود ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں توحید کا تصور ذہن میں آ نہیں سکتا جب تک توحید کے نمائندے کو ہم مان نہ لیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ایک دعویٰ ہے لیکن آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔علامہ رازی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے توحید پر سو دلائل ڈھونڈے، مجھے بہت ناز تھا ایک دفعہ شیطان میرے سامنے آیا، پوچھا بتا اللہ ہے؟ میں نے دلائل دینا شروع کیے وہ ہر دلیل کا رد کرتا جا رہا تھا، دلائل کے بعد مجھے خدشہ ہوا کہ یہ آخری دلیل بھی رد ہو گئی تو عقیدہ توحید سے ہی نہ پھر جاؤں تو دفعتاً میرے سامنے میرے مرشد آئے اور کہا کہ کیوں نہیں کہتے مجھے

حضور (ﷺ) پر یقین ہے اور آپ نے فرمایا کہ اللہ ہے، لہٰذا میرا ایمان ہے اللہ ہے اور یہی میری دلیل ہے حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا تھا کہ میں تو ربِّ محمد (ﷺ) کو مانتا ہوں کیونکہ مجھے اس ذات کا تصور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔

ہمارا تصور توحید تقاضا کرتا ہے کہ ہم اس تصور توحید کو مانیں جو حضور (ﷺ) نے ہمارے سامنے رکھا۔ جتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید زیادہ کرو گے اتنا ہی توحید کا تصور زیادہ پالو گے۔ تو معلوم ہوا کہ ہم اس تصور توحید کو مانیں جو رسول اللہ نے ہمارے سامنے رکھا تھا، جیسا کہ مولانا روم نے کہا تھا:

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفٰے (ﷺ)

یعنی اپنی عقل کو مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قربان کر دو تا کہ نجات ملے۔ ہمارے عقیدے میں پختگی اس لئے ہے کہ ہمیں خبر ہے کہ ایک وجود ایسا آیا تھا جس کی صداقت کو کوئی جھٹلا نہیں سکا ہے، جس کے ایک لمحے پہ کوئی انگشت نمائی نہیں کر سکا ہے۔ آپ کی صداقت قیامت تک عقیق کی طرح چمکتی رہے گی۔ وہ ذات ایک طرف اس ذات سے جڑی ہوئی ہے جو خالق ہے، اور دوسری جانب مخلوق سے رابطے میں ہے، لہٰذا ہم ایک رابطے اور تصور سے چلتے ہیں۔ یہی تصور ہماری زندگی کی معراج ہے۔

یہاں ایک اور حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف جتنی زیادہ کی جائے اتنا ہی توحید کا تصور اجاگر ہوتا ہے میں اگر کسی کاریگر یا صانع کی کسی چیز کی تعریف کر رہا ہوں تو صنعت کے پیچھے کاریگر کا ایک رابطہ رہا ہوتا ہے۔ جتنی بھی نعمتیں ہیں ان کی فہرست بنا لیجئے کہیں نہ کہیں جھول نظر آئے گا انسان پیدا کیا کتنے نقائص نظر آتے ہیں تو کیا اللہ نے ناقص پیدا کیا؟ پوری کائنات خدا کی کاملیت کی بجائے نقص کا یقین دلائے گی، جب تک رسول اللہ (ﷺ) کے کامل تخلیق ہونے کا یقین نہ کرو گے، خدا کے کامل خالق ہونے کا بھی یقین نہ آئے گا۔ اس کی خالقیت کی کاملیت، رسول اللہ کی تخلیق

کی کاملیت میں ہے۔ آخراس نے ایک تو وجود ایسا بنایا ہوتا جو کہتا یہ میری کاملیت کی دلیل ہے۔ خدا نے رسول اللہ (ﷺ) کو برہان کہا یعنی اللہ کے کامل ہونے کی دلیل ہی رسول اللہ (ﷺ) کی ذات ہے اسی لئے توحید کا ذکر کرتے ہوئے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشوکت کا ذکر کرتے ہیں کہ توحید پہ کامل ایمان اور ایقان اس وقت تک نہیں آ سکتا جب تک ہمارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ ایمان اور ایقان نہیں ہے۔

جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جتنا قریب ہے اس نے اتنا ہی ان کو دیکھا ہے۔ سب صحابہ آپ کے قریب تھے لیکن ان کے مرتبے میں فرق ہے یا نہیں۔ قرآن نے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں کہا:

﴿فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ (البقرۃ:۲۵۳)

یعنی ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور بعض کے درجات بلند کر دیئے۔ مثلاً کسی سے پس پردہ بات کی کسی کو بلا حجاب گفتگو سے مستفیض کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام کی ایک دوسرے پر فضیلت ہے۔ اس ذات کو جتنا قریب سے کسی نے دیکھا ہے وہ اتنا ہی بڑا ہے اور اس کا اتنا ہی توحید پر ایمان زیادہ راسخ ہوا ہے۔ مثلاً صلح حدیبیہ میں جب چودہ سو صحابہ کا لشکر آپؐ کے ہمراہ تھا، آپ مکۃ المکرمہ کے باہر صلح کی باتیں کر رہے تھے حالانکہ آپ 313 صحابہ کے ساتھ بدر میں اور 900 صحابہ کے ہمراہ احد میں فتح سے ہمکنار ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ میں پانچ شرائط پر سمجھوتہ ہو گیا۔ پانچوں شرائط کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے جھک کر صلح کی ہے۔ مثلاً اگر کوئی مدینہ سے مکہ آئے گا تو مکہ والے چاہیں گے تو چھوڑیں گے لیکن اگر کوئی مکہ سے مدینے میں آئے تو مکہ والے اسے لینے کے اہل ہوں گے۔ صحابہ پریشان ہو گئے کہ اتنی قوت کے باوجود ایسی شرائط کمزوری ظاہر کرتی ہیں سب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے کہ الجھن دور کرنے کے لئے رسول کریم ﷺ

سے بات کریں۔ انہوں نے کہا کہ آؤ پہلے سیدنا ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے بات کریں۔ بخاری کی حدیث ہے کہ کیا ہم سچے نہیں؟ کیا طاقت ہمارے پاس نہیں؟ پھر ایسی باتوں پہ صلح کیوں ہو رہی ہے؟ آپ رسول اللہ (ﷺ) سے بات کیجئے ہم کڑی شرائط پہ معاہدہ کریں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ نہیں کہا کہ میں آپ کے ساتھ چل کر بات کرتا ہوں ایک جملہ ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔یا عمر فھو رسول اللہ (ﷺ)۔ اے عمر یہ یقین کریں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، جب ان کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیا تو فیصلے پر اعتراض کیوں؟ جب مان لیا ہے تو پھر (Unconditional Surrender) غیر مشروط اطاعت کرو۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ بات تو میری سمجھ میں آ گئی لیکن جی چاہا کہ رسول اللہ (ﷺ) سے بات کروں۔ میں آپ کے پاس گیا یہی باتیں آپ سے کہہ دیں۔ آپ نے بڑے تحمل سے باتیں سنیں اور آخر میں کہ انی رسول اللہ اے عمر! میں اللہ کا رسول ہوں۔ ذہنی تعلق کی بات دیکھئے کہ وہی جملہ جو حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا تھا آپ نے دہرا دیا۔ معلوم ہوا رسالت کا تصور مطالبہ کرتا ہے آدمی غیر مشروط اطاعت کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پہ جتنا جھکا جائے گا اتنا ہی توحید کا تصور راسخ ہوتا جائے گا۔ ساری محبتوں کی جان اور ساری عقیدتوں کی بنیاد یہ ہے کہ اس در اقدس پر سر نیاز خم کر دو، وہ ذات گرامی جو کہے اسے تسلیم کر لو، عقلی فیصلے نہ کرو۔ یہ کیا ہے؟ یہ کیسے ہیں؟ کیوں ہے؟ ان باتوں میں نہ الجھو۔ ان کی چوکھٹ پہ جتنا جھکتے جاؤ گے اتنا ہی اللہ کے نزدیک تر ہوتے جاؤ گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی بھی تعریف کی جائے گی وہ خدا کی تعریف ہی ہوگی، کیونکہ آپ خدا کی بہترین مخلوق ہیں، مخلوق کی تعریف بیان کرنے سے وجود الہ کی نفی نہیں ہے کیونکہ وجود الہ کا ماننا خالق کا ماننا ہے۔ ہم تو رسول اللہ (ﷺ) کو مخلوق تسلیم کرتے ہیں۔ ہم تو ان کا حوالہ ہی یہی دیتے ہیں محمد رسول اللہ ۔ ہم اللہ کو واحد

دیکتا، حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا رسول مانتے ہیں۔ اسی کو توحید کہتے ہیں لاالـه الا الله دعویٰ ہے اور اس کی دلیل محمد رسول الله ہے۔ یعنی ہمارا اللہ ایک ہے اور یکتا ہے وہ اس لئے یکتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اسکے پیامبر بن کر آئے ہیں وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ آپ نے کوہ صفا پہ اہل مکہ سے یہی بات کہی تھی کہ کیا میں جھوٹا ہوں کہا نہیں۔ فرمایا جو میں کہوں گا مانو گے؟ کہاہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ مان لو کہ اللہ ایک ہے۔ معلوم ہوا آپ نے اپنی صداقت کو اللہ کی توحید کی سند بنایا ہے۔

حیران کن بات ہے کہ جب ہم رسول اللہ کی عظمت کی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں شرک ہو گیا آپ کے دربار پہ چلے گئے تو شرک ہو گیا۔ بھئی شرک کیسے ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے پہ جاتے ہیں یہ تصور کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) تشریف لائے تھے، تریسٹھ برس کی عمر پائی، وصال فرمایا اور آپ کی قبر مبارک بنائی گئی تو بتلایئے شرک کیسے ہو گیا؟ قبر کا تصور ہی مخلوق کا تصور ہے۔ ہم قبر پہ جا کر اعتراف کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ مخلوق ہیں خالق نہیں۔ ہم میلاد مناتے ہیں میلاد کا معنی ہے پیدا ہونا ہے۔ اللہ کا میلاد تو نہیں ہوتا وہ تو پیدا نہیں ہوا۔ پیدا تو رسول ہی ہوئے تھے، ہم ان کی پیدائش پر جشن مناتے ہیں وصال پر ان کی قبر پہ سلام پیش کرتے ہیں۔

ہم تو انہیں کسی شکل میں بھی خدا نہیں مانتے۔ ہم نے ان کو خدا بنایا ہوتا تو ان کی قبر کا انکار کر دیتے۔ ہم نے تو تسلیم کیا ہے وہ روضہ اطہر میں دفن ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ مانا ہے کہ وہ مخلوق ہونے کے ناطے سے قبر میں دفن تو ہوئے لیکن رسول ہونے کے ناطے ان کی عظمتیں باقی ہیں۔ ان کی رسالت ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس لئے ان کے وجود کا دنیا میں ہمیشہ رہنا ضروری ہے، کیونکہ ان کے وجود کے ساتھ ان کی رسالت کا ناطہ جڑا ہوا ہے۔ اسی طرح ہم جب کسی بزرگ کی قبر پہ جاتے ہیں تو اس کا مخلوق ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اللہ کا بندہ مانتے ہیں یا اسی طرح ہم وسیلہ تسلیم کرتے ہیں تو یہی نا کہ ان کا ناطہ اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہے

اگر ہم ان کو خالق یا مالک مانتے تو وسیلہ کی کیا ضرورت؟ ان سے ہی مانگ لیتے۔ گویا جب ہم وسیلے کی بات کرتے ہیں تو خدا کے تصور کی بات کرتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ذہنوں میں تصور توحید نہیں آیا۔ ہم نے توحید کو سمجھا ہے کہ ہر ایک کے وجود کی نفی کر دی جائے۔ ایک تلوار سے چاہے ساری عظمتیں کاٹ دی جائیں۔ ہمارے اندر خود بت گری کا تصور ہے بقول علامہ اقبالؔ:

بیان میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے لیکن
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے!

آیئے! اللہ کے حضور نیازمندانہ سر جھکائیں رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے ترانے گائیں۔

آخری بات، یقین کیجئے ہمیں تصور توحید میں کوئی اشکال نہیں۔ ہم توحید کے سب سے بڑے ماننے والے ہیں۔ ہم نے مانا ہے کہ وہ سورج، چاند، ستارے، زمین و آسمان پیدا کرنے والا ربّ ہے، ہوائیں چلانے والا ربّ ہے، خشک و تر پیدا کرنے والا ہے۔ سب سے بڑھ کر ہم اس لئے بھی مانتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خالق ہے۔ اس حوالے سے ہمارا یقین زیادہ بڑھتا ہے۔ دہریئے مانتے ہیں کہ ہمیں کسی نے نہیں بنایا، زمانے نے بنایا، گردش زمانہ چل رہی ہے، خود پیدا کرتی جاتی ہے۔ پروٹون انٹی پروٹون کے چکر چلے جا رہے ہیں۔ جرمنی کے فلاسفر ہیگل نے کہا تھا کہ یہ کنٹراسٹ کا تصور ہے۔ آئن سٹائن اسٹالن وغیرہ نے جدلیت کی بات کی کہ ہر چیز ٹکراؤ سے پیدا ہوتی ہے، خوشی غمی سے دن رات سے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن حیرت ہے کہ یہ ٹکراؤ کا عمل چل رہا ہے تو کہاں ٹھہرے گا؟ اس کا انجام کیا ہوگا؟ بدھ مت آج بھی خدا کے بارے میں خاموش ہے لیکن ہمارا نبی (ﷺ) خاموش نہیں ہے۔ وہ برملا کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ کے وجود کے تصور کے بغیر ہمارے ایمان کی ابتداء ہی نہیں ہوتی۔ آخری بات کہنا چاہتا ہوں، توحید کا تصور

ایک نظریہ ہے، ایک عقیدہ ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا جبرائیل نے پوچھا تھا: ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے پہلاے عقیدہ توحید کا ذکر فرمایا۔ انہوں نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ آپ نے پھر توحید کا ذکر کیا اور کہا توحید نماز، روزہ، زکوۃ، حج۔ آپ حیرت زدہ ہوں گے کہ عقائد کا پہلا رکن بھی توحید اور اعمال کا پہلا رکن بھی توحید ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ہمارے اندر توحید رچ بس جائے۔ ہماری گفتار اور کردار سے توحید نظر آئے۔ ہمارے کردار سے نظر آئے کہ یہ انسان سب سے کٹ کے ایک طرف آ گیا ہے یہ ساری دنیا کو روند کے آیا ہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں اوپر ہاتھ اٹھاتے ہیں اور یہ تو تکنیکی سا مسئلہ ہے۔ اصل بات ہے:

جب ہاتھ اٹھائے باندھ کے نیت تو یوں سمجھ
دونوں جہاں سے ہاتھ اٹھایا نماز میں

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو گئے تو حکیم نے کہا کہ آپ لونگ استعمال کریں۔ شاگرد سے کہا بیٹا: لونگ لاؤ۔ وہ لایا، گنے تو آٹھ تھے۔ فرمایا: نو(9) لے آتے تو اچھا تھا کیونکہ اللہ تعالی کو طاق چیز پسند ہے۔ یہ ہے توحید کہ ہر لحمہ وہ ذات سامنے رہے۔ توحید راسخ تب ہو گی جب سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنایا جائے۔ اس لئے آیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کریں اور ان کی سیرت کو اپنائیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

قرآن: الوہیت اور ربوبیت

پروفیسر بشیر احمد رضوی

شعبہ انگریزی گورنمنٹ ڈگری کالج پنڈی گھیپ

الوہیت کا معنیٰ ومفہوم

کلمہ الوہیت اَلَہَ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے بندگی کرنا۔ اَلَہَ سے اِلٰہ بروزن فِعَالٌ بنتا ہے، جو مفعول کا معنیٰ دیتا ہے، جیسے امام مأموم کا معنیٰ دیتا ہے۔ پس اِلٰہ بمعنی مَأْلُوہٌ ہوا یعنی معبود۔ اِلٰـہٌ کا اطلاق معبود حقیقی پر بھی ہوتا ہے اور معبود باطل پر بھی، لیکن اِلٰـہٌ نکرہ معرف باللام (اللہ) کی صورت میں ہو تو اس کلمہ کا اطلاق صرف معبود حقیقی پر ہوتا ہے کسی اور پر نہیں ہوتا۔

اِلٰہ کی وجہ تسمیہ

علامہ قرطبی نے لکھا ہے:

اِنَّمَا سُمِّیَ اللّٰہُ اِلٰھًا لِاَنَّ الْخَلْقَ یَتَأَلَّھُوْنَ اِلَیْہِ فِیْ حَوَائِجِھِمْ وَیَتَفَزَّعُوْنَ اِلَیْہِ عِنْدَ شَدَائِدِھِمْ (جلد 1 ص 103)

اللہ کو الہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ مخلوق اپنی حاجات میں اس کے حضور گڑ گڑاتی اور سختیوں میں اس کی بارگاہ میں عاجزانہ زاری کرتی ہے۔

تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے:

اَلِہَ الْفَصِیْلُ اِذَا وَلِعَ بِاُمِّہٖ اِذَا الْعِبَادُ یَوْلِعُوْنَ بِالتَّضَرُّعِ اِلَیْہِ فِی الشَّدَائِدِ۔ اَلِہَ الفصیلُ ۔۔۔

الـــہ (ماں سے جدا کیا ہوا بچہ) سے مشتق ہے۔ ماں سے جدا کیا ہوا بچہ شدت محبت کے ساتھ دیوانہ وار ماں کی طرف لپکتا ہے اور بندے بھی مصیبتوں اور دشواریوں میں عاجزانہ طریقہ سے اللہ کے حضور جھکتے ہیں۔

تفسیر روح المعانی (ج1 ص61) میں ہے۔ مِنْ اَلِہَ اِذَا فُزِعَ وَاللّٰہُ مفزُوْعٌ اِلَیْہِ وَھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ۔ کلمہ اَللّٰہُ، اَلِہَ سے مشتق ہے کہ اس سے پناہ مانگی جائے اور اللہ پناہ دینے والا ہے۔ قرآن مقدس میں ہے: وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دیتا۔

اس بحث سے معلوم ہوا ہے کہ اِلـــہٌ وہ ذات ہے جس کی بندگی کی جاتی ہے اور مصائب وشدائد میں جس سے فریاد کی جاتی ہے اور پناہ چاہی جاتی ہے۔ پس الوہیت حقیقیہ اسی ذات کے لئے ثابت ہے کہ جو کائنات کی خالق و مالک ہے کیونکہ جس نے پیدا کیا وہی آقا اور مالک ہوا تو بندگی بھی اسی کی لازم ٹھہری اور جملہ حوائج میں اسی کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوا۔

پس معبود حقیقی کی پہچان ہمارے لئے ہر شے سے اَہم واَقْدَم ہے کیونکہ ہماری تخلیق کا مقصد وحید ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت وعبادت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذریات:56)

اور میں نے نہیں پیدا کئے جن اور انسان مگر اسی لئے کہ میری بندگی کریں

اس کی تفسیر میں علامہ محمد علی صابونی نے لکھا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الثَّقَلَیْنِ الْاِنْسَ وَالْجِنَّ اِلَّا لِعِبَادَتِیْ وَتَوْحِیْدِیْ لَا

لِطَلَبِ الدُّنْيَا وَانْهِمَاكِ بِهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ وَلِيُقِرُّوْا بِالْعِبَادَةِ طَوْعًا اَوْكَرْهًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ: اِلَّا لِيَعْرِفُوْنِيْ (ج 3 ص 262) میں نے جن وانس کو اپنی عبادت اور عقیدۂ توحید (اپنانے) کے لئے پیدا کیا نہ کہ طلب دنیا اور اس میں انہماک کے لئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اس لئے پیدا کیا کہ چارونا چار میری بندگی کا اقرار کریں اور مجاہد کا قول ہے تا کہ مجھے پہچانیں۔

اسی عظیم وجلیل غرض سے اللہ جل شانہ نے اپنے کرم سے سلسلہ نبوت ورسالت قائم فرمایا جو معبود حقیقی کی معرفت کا معتبر ترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان حق بیان ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبیاء:25)

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

جملہ انبیائے کرام ورسل عظام علیہم السلام کی دعوت کا مرکزی نقطہ اور پہلا اور آخری پیغام یہی رہا ہے کہ ہم ذات وحدہ لاشریک کی ہی بندگی کریں۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل:36)

اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو اور شیطان سے بچو۔

پس جب جملہ ہادیان راہ حق اسی غرض سے تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا یقین مخلوق کے لئے ضروری ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (محمد:19)

تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

یہ یقین ایسا محکم ہونا چاہئے کہ شک اور تردد کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہ رہنے دے۔

﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ لَمۡ يَرۡتَابُوۡا﴾ (الحجرات:15)

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا۔

لہذا الوہیت کو پہچاننا' ماننا اور اس کے تقاضے پورے کرنا بندوں پر سب سے بڑا فرض ہے اور سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ اس تحریر میں الوہیت کا اثبات' توحید الوہیت' وربوبیت اور عقیدہ توحید الوہیت وربوبیت کے تقاضوں کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

☆ اثبات الوہیت

ہمارے قائم کردہ عنوان کا مطلب یہ ہے کہ ایسی ذات ضرور موجود ہے جو مستحق' اطاعت وعبادت ہے۔

اس کے شواہد ان گنت اور اس کے آثار بے شمار ہیں اور اس ہستی کے وجود کے لاتعداد براہین ودلائل ہماری اپنی ذوات میں اور ہمارے اردگرد اسی طرح واضح طور پر موجود ہیں کہ ان کا انکار عقلاً محال ہے، کیونکہ بغیر خالق کے مخلوق کا وجود متصور ہی نہیں۔ کائنات کا وجود خالق کائنات کی ہستی کا ٹھوس ثبوت ہے:

﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ (10)

اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہان پر غور وفکر کر کے آثار قدرت کے عرفان کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (11)

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں دنیا بھر میں اور ان کے اپنے اندر یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

تفسیر مظہری میں زیر آیہ لکھا ہے: عطا اور ابن زید کا قول ہے آیات فی الآفاق سے ارض وسماوات کی نشانیاں مراد ہیں جیسے سورج' چاند' ستارے سبزہ' درخت اور دریا اور آیات فی الانفس سے مراد انسانی جسم کی ساخت اور اس میں کارفرما عجائب قدرت ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں ہے: آیات فی الافاق یہ ہیں: آئندہ کے واقعات کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئیاں' گذشتہ واقعات کے نشانات' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفا کا مشرق ومغرب پر معجزانہ قبضہ اور آیات فی الانفس سے مراد ہیں وہ واقعات جو اہل مکہ کو پیش آئے اور انسان کی جسمانی ساخت میں صنعت الٰہی کے عجائب وغرائب (13)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ (الذّٰریات:22-21)

اور زمین میں نشانیاں یقین والوں کے لئے اور خود تم میں' کیا تم دیکھتے نہیں!۔

انفس آفاق کے نشانات قدرت وآثار الوہیت کو قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے مثلاً: سورۃ الروم میں یہ مضمون بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا

اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝ (الروم:25-20)

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر بھی تم انسان ہو دنیا میں پھیلے ہوئے اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف' بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے اور اس کی نشانیوں میں ہے رات دن میں تمہارا سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا بے شک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لئے اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہیں بجلی دکھاتا ڈراتی اور امید دلاتی اور آسمان سے پانی اتارتا ہے تو اس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے اس کی نشانیوں سے ہے کہ

اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں پھر جب تمہیں زمین سے
ایک ندا فرمائے گا جبھی تم نکل پڑو گے۔

☆توحیدِ الوہیت

اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں کارخانہ قدرت کے نظام پر غور وفکر کی دعوت دی ہے۔ اس کے حکم کے مطابق جب کائنات پر غور کرتے ہیں تو ہم اسباب وعلل کا نہایت مربوط نظام کارفرما دیکھتے ہیں کہ اس جہان کے پس پردہ ایک ہستی ہے جو اسے احسن طریقے سے چلا رہی ہے اگر ایسی ہستی ایک نہ ہوتی تو یہ نظام کائنات اس طرح بے روک ٹوک ہرگز نہ چلتا بلکہ اس میں لحمہ بہ لحمہ رخنے پڑتے اور جہان ہلاکت وبربادی کے گڑھے میں گر کر بے نام ونشان ہو جاتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ﴾ (سورۃ الملک 4-3)

تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے! تو نگاہ اٹھا کر دیکھ کیا تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظری تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔

سورۃ آل عمران میں فرمایا:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا﴾ (آل عمران:191-190)

بے شک آسمان زمین کی پیدائش اور رات دن کی باہم بدلیوں میں
نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور
بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور
کرتے ہیں اے ہمارے ربّ! تو نے یہ بے کار نہ بنایا پاکی ہے تجھے
تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

خالق کائنات نے ارض وسماوات میں غور فکر کا حکم دیا اور عجائب خانۂ ہستی کے ہر طرح کے نقص وفساد سے پاک ہونے کو توحید الوہیت کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے:

﴿اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ (18)

کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے خدا بنالئے وہ کچھ پیدا کرتے
ہیں اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور آسمان
وزمین تباہ ہو جاتے تو پاکی ہے اللہ عرش کے مالک کو ان باتوں سے
جو یہ لوگ بناتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے
اگر خدا سے وہ خدا مراد لئے جائیں جن کی خدائی کے بت پرست معتقد ہیں تو فساد عالم کا لزوم ظاہر ہے کیونکہ وہ جمادات ہیں تدبیر عالم پر اصلاً قدرت نہیں رکھتے اور اگر تعمیم کی جائے تو بھی لزوم فساد یقینی ہے کیونکہ اگر وہ خدا فرض کئے جائیں تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا وہ دونوں متفق ہوں گے یا مختلف۔ اگر چہ واحد پر متفق ہوئے تو لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کی مقدور ہو، اور دونوں کی قدرت سے واقع ہو، یہ محال ہے۔ اور اگر مختلف ہوئے تو ایک شے کے متعلق دونوں کے ارادے یا معاً واقع ہونگے اور ایک ہی وقت میں وہ موجود و معدوم

دونوں یا ایک کا ارادہ واقع دوسرے کا واقع نہ ہو۔ یہ تمام صورتیں محال ہیں تو ثابت ہوا کہ فساد ہر تقدیر پر لازم ہے توحید کی یہ نہایت قوی برہان ہے

(تفسیر خزائن العرفان صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ)

سورۃ النمل کی آیات ۶۰ سے ۶۴ تک اللہ جل شانہ نے اپنی شان خالقیت بیان کرتے ہوئے پانچ بار فرمایا: ﴿ءَاِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ آخر میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ مشرکوں کو چیلنج دیں کہ اپنے شرک کی کوئی دلیل تو پیش کریں:

﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (سورۃ النحل 64)

تم فرماؤ کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

یعنی اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو بتاؤ اللہ کے سوا کون ہے جس میں مذکورہ صفات و کمالات موجود ہیں جب ایسا کوئی نہیں بلکہ اللہ اپنی ذات وصفات میں واحد و یکتا ہے تو پھر اوروں کو کیوں خدائی میں شریک ٹھہراتے ہو۔

بس دلائل قاہرہ و براہین قاطعہ سے توحید الوہیت ایسے ثابت ہوگئی کہ شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہ گئی۔ فللہ الحمد

☆ عقیدہ توحید الوہیت کے تقاضے

جن سعادت مندوں کے قلوب واذہان کو توحید الوہیت کا یقین محکم حاصل ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا اس کا ہر حکم بجالانا اسی سے مدد مانگنا اسی سے کل امید وابستہ کرنا اس کی ناراضگی اور عذاب سے ڈرنا اور کسی کو کسی درجے میں اس کا شریک نہ ماننا لازم ہے کیونکہ معبودِ حقیقی وہی ہے جو خالق ہے' اور جو خالق ہے وہی ربّ ہے اور وہی مالک ہے

اور جو معبود مالک ہے وہی آمر و ناھی ہے اور اس کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے اور مالک ہی کی رضا بندے کا مقصود ہوتی ہے اور مالک کی ناراضی ہی سے بندہ ڈرتا ہے اور مصائب و شدائد میں اسی کی طرف دیکھتا اور مدد کا خواہاں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (سورۃ البینۃ 05)

اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں اور اسی پر عقیدہ لاتے۔

﴿وَ اِيَّايَ فَارْهَبُوْنَ﴾ (سورۃ البقرہ 40)

اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

﴿وَ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنَ﴾ (سورۃ البقرہ 41)۔ اور مجھی سے ڈرو۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (سورۃ البقرہ 165)

اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (سورۃ یوسف 67)

حکم تو سب اللہ ہی کا ہے۔

﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ﴾ (سورۃ الاعراف 54)

سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔

☆ ایک شبہ اور اس کا ازالہ

جب اللہ ہی آمر و حاکم ہے تو پھر لوگ اماموں کی تقلید کیوں کرتے ہیں اور کیوں

غیر اللہ سے محبت کرتے اور مافوق الاسباب مدد مانگتے ہیں؟

اس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ اختلاف کہ حاکم اعلیٰ اللہ ہی ہے لیکن اللہ کا حکم معلوم کرنے کے لئے ائمہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے ائمہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں کوئی حکم صادر نہیں فرماتے بلکہ اللہ ہی کے احکام استنباط کر کے لوگوں کو بتاتے ہیں اور ان کے لئے اطاعت خداوندی ممکن بناتے ہیں۔ رہی مقبولان خدا سے محبت تو یہ محبت دراصل اللہ ہی سے محبت ہے کیونکہ یہ محبت الحب فی اللہ کی شان رکھتی ہے اور قرب الٰہی اور رضائے خداوندی کے حصول کا بہترین وسیلہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بخاری شریف)

تم میں سے کوئی بھی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے لیے اس کے والد' بیٹے اور سب انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰی لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (سورۃ النمل 38)

جس نے اللہ کے لیے محبت کی' اللہ کے لیے دشمنی کی' اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روکا' اُس نے ایمان مکمل کر لیا۔

اور صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی حاجات لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ان کی مشکلات حل فرماتے تھے۔ جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا آپ کی خدمت میں سوئے حافظہ کی شکایت پیش کرنا اور آپ کا چلو کا اشارہ ان کی چادر کی طرف فرمانا اور انہیں حافظہ مل جانا صحیح بخاری سے ثابت ہے اس طرح کے متعدد واقعات بخاری شریف ودیگر کتب احادیث صحیحہ میں وارد ہیں۔

☆ استمداد اولیاء

﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کی تفسیر میں مولانا محمود الحسن دیوبندی صاحب نے ایک بہت مختصر مگر جامع بات لکھی ہے جو استمداد اولیاء کے بارے پائے جانے والے اختلاف کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ لکھتے ہیں:

"اس آیت شریف سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے ہاں اگر مقبول بندے کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کی جائے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت در حقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی استعانت ہے"۔

☆ توحید ربوبیت

الوہیت کی بحث میں ضمناً ربوبیت بھی آ گئی لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر مستقلاً اس پر کچھ لکھنا مفید ہوگا۔

مفسرین نے کلمہ رب کے متعدد معانی بیان فرمائے ہیں جیسے مالک، خالق، سردار، پروردگار، معبود، مصلح، مدبر، جابر، قائم اور اللہ تعالیٰ کی ذات، پر ان سب کا اطلاق صحیح ہے۔

تفسیر ابن جریر میں لکھا ہے:

اَلرَّبُّ فِی کَلَامِ الْعَرَبِ مُتَصَرِّفٌ عَلٰی مَعَانٍ فَالسَّیِّدُ الْمُطَاعُ فِیْهَا یُدْعٰی رَبٌّ وَّالرَّجُلُ الْمُصْلِحُ لِلشَّیْءِ یُدْعٰی رَبٌّ وَالْمَالِكُ لِلشَّیْءِ یُدْعٰی رَبُّه، فَرَبُّنَا جَلَّ ثَنَاۗئُه، اَلسَّیِّدُ لَه، وَلَا مِثْلَ فِی سُؤْدَدِهٖ وَالْمُصْلِحُ اَمْرَ خَلْقِهٖ بِمَا اَسْبَغَ عَلَیْهِمْ مِنْ

نِعَمِهٖ اَلْمَالِكُ الَّذِیْ لَهٗ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ

عربی میں ربّ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ایک معنیٰ اس کا ہے ایسا سردار جس کا حکم مانا جائے‘ کسی شے کے امور کی نگہداشت کرنے والا‘ اس شے کا ربّ کہلاتا ہے اور کسی شے کا مالک بھی اس کا ربّ کہلاتا ہے۔ہمارے پروردگار پر یہ تینوں معانی صادق آتے ہیں کیونکہ اس کی سرداری جیسی کسی کی سرداری نہیں اور ساری مخلوق کو نعمتوں سے نواز کر پالتا ہے اور مالک ایسا کہ مخلوق اسی کی اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

كُلُّ مَنْ مَلَكَ شَيْئًا فَهُوَ رَبُّهٗ فَالرَّبُّ الْمَالِكُ وَالرَّبُّ اِسْمٌ مِّنْ اَسْمَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَايُقَالُ فِیْ غَيْرِهٖ اِلَّا بِالْاِضَافَةِ وَالرَّبُّ وَمِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَاذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ وَالرَّبُّ الْمَعْبُوْدُ وَقَوْلُ الشَّاعِرِ:

اَرَبٌّ يَبُوْلُ الثُّعْلَبَانِ عَلٰى رَأْسِهٖ
لَقَدْ ذَلَّ مَنْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثَّعَالِبُ

جو کسی شے کا مالک ہو وہ اس کا رب کہلاتا ہے اور رب اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے بغیر اضافت کے رب صرف اللہ تعالیٰ کا نام ہے جبکہ غیر پر اس کا اطلاق اضافت کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے اور رب سید (آقاو سردار) کے معنی میں بھی مستعمل ہے ایسے ہی ہے قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَاذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (میرا ذکر اپنے آقا سے کرنا)۔

اور رب معبود کے معنی میں بھی آتا ہے قول شاعر ہے:

(کیا وہ (بت) رب (معبود) ہوسکتا ہے جس کے سر پر لومڑیاں پیشاب کریں اور جس پر لومڑیاں پیشاب کریں وہ ذلیل ہوتا

ہے (معبود نہیں ہوتا)۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے:

اَلرَّبُّ فِی الْاَصْلِ مَصْدَرٌ بِمَعْنَی التَّرْبِيَةِ وَهِیَ تَبْلِيْغُ الشَّیْءِ اِلٰی كَمَالِهٖ بِحَسْبِ اسْتِعْدَادِهِ الْاَزَلِیِّ شَيْئًا فَشَيْئًا

رب اصل میں تربیت کے معنی میں ہے اور تربیت کسی شے کو اس کی استعداد ازلی کے مطابق آہستہ آہستہ درجہ کمال تک پہنچانا ہے۔

تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَلرَّبُّ بِمَعْنَی التَّرْبِيَةِ وَالْاِصْلَاحِ اَمَّا فِیْ حَقِّ الْعَالَمِيْنَ فَيُرَبِّيْهِمْ بِاَغْذِيَتِهِمْ وَسَآئِرِ اَسْبَابِ بَقَآءِ وُجُوْدِهِمْ فِیْ حَقِّ الْاِنْسَانِ فَيُرَبِّی الظَّوَاهِرَ بِالنِّعْمَةِ وَهِیَ النَّفْسُ وَيُرَبِّی الْبَوَاطِنَ بِالرَّحْمَةِ وَهِیَ الْقُلُوْبُ وَيُرَبِّی نُفُوْسَ الْعَابِدِيْنَ بِاَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ وَيُرَبِّی قُلُوْبَ الْمُشْتَاقِيْنَ بِآدَابِ الطَّرِيْقَةِ وَيُرَبِّی اَسْرَارَ الْمُحِبِّيْنَ بِاَنْوَارِ الْحَقِيْقَةِ

رب پالنے اور سنوارنے کے معنی میں آتا ہے۔ العالمین کے حق میں یوں کہ سب کو ان کی غذا دے کر پالتا ہے اور بقا کے جملہ اسباب مہیا فرماتا ہے اور انسان کے حق میں اس طرح کہ ظواہر (نفس) کو نعمت سے اور بواطن (قلوب) کو رحمت سے پالتا ہے اور عابدین کے نفوس کو احکام شریعت سے، مشتاقوں کے دلوں کو آداب طریقت سے اور اہل محبت کے سینوں کو انوار حقیقت سے پالتا ہے۔

☆ شانِ ربوبیت کی جلوہ نمائیاں

انسان بھی پالتا ہے اور رب تعالیٰ بھی پالتا ہے لیکن انسان کا پالنا انسان کی محتاجی کی دلیل ہے کیونکہ انسان جسے پالتا ہے اپنی غرض سے پالتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس نے ہمیشہ ایک ہی حالت پر نہیں رہنا بلکہ یا تو مر کر ختم ہو جائے گا لہذا اسے اپنی نسل دنیا میں موجود رکھنے کی ہوس اولاد کو جنم دینے اور پالنے پر مجبور کرتی ہے یا وہ سمجھتا ہے کہ زندگی میں وہ بیمار بھی رہ سکتا ہے اور بوڑھا ضعیف و ناتواں بھی ہو سکتا ہے لہذا کوئی ایسا ہو جو اسے حالت ضعیفی میں سہارا دے سکے۔ پس انسان کا اپنی اولاد کو پالنا خودغرضی پر مبنی ہوتا ہے لیکن رب العلمین کا پالنا محض اس کی مہربانی ہے کسی سے اس کی کوئی غرض وابستہ نہیں۔

مزید یہ کہ ماں باپ کا پالنا بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی مہربانی سے ہے اسی نے ان کے دلوں میں اولاد کی محبت ڈالی ہے تاکہ اولاد کی تربیت میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ پھر پالنے میں جو کچھ درکار ہے جو سب اللہ ہی کا عطا کردہ ہے۔ پس جتنے بھی پالنے والے ہیں اسی رب العالمین کی شانِ ربوبیت کا مظہر ہیں۔ ماں باپ، استاد اور پیر طریقت کا پالنا اللہ ہی کی طرف سے ہے کیونکہ پالنے کے لئے جو غذائیں وغیرہ درکار ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ ہے اور اس کے امر سے پالنے میں معاون و مددگار ہیں مثلاً ماں بچے کو دودھ پلاتی ہے لیکن دودھ اللہ کا پیدا کردہ ہے پھر بچے کے پیٹ میں اسے مناسب وقت کے لئے رکھنا، ہضم کروانا اور جزوِ بدن بنانا فقط اللہ ہی کی ربوبیت سے ہے لہذا پالنے والے اور پلنے والے سبھی اسی کے بندے اور اسی کے محتاج ہیں۔ لہذا سب پر اس کا شکر واجب اور اس کی بندگی لازم ہے۔

☆☆☆☆☆

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری

چیئرمین المصطفیٰ تھنکرز فورم فیصل آباد

جنرل سیکرٹری مرکزِ تحقیق فیصل آباد

معبود حقیقی کی چاہت، محبت اور معرفت کا حصول ہر مذہب کا مرکزی نقطہ رہی ہے۔ خواہ وہ اہل کتاب ہوں، بتوں کے پجاری ہوں، آتش پرست ہوں یا مظاہرِ قدرت کی پرستش کرنے والے۔ اہل کتاب میں سے یہودی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے زیادہ مقرب سمجھتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے انعامات اور رحم و کرم کی بارش کی تھی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک بڑی تعداد ان میں مبعوث ہوئی تھی۔ جب نبی آخر زمان سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کی بڑی آبادی یہاں مقیم تھی۔ ان لوگوں کا دعویٰ تھا کہ ہم ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اس کی عنایات کے سزاوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں یہ بات بیان کر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ایمان لانے اور ان کی اتباع کرنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت اور لطف و عنایات کا موجب بنائے۔ ارشاد ہوا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا

يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۝﴾(آل عمران 31،32)

ترجمہ: اے محبوب! تم یہ فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔

گویا اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بننا چاہتے ہو تو ایک یہی راستہ ہے کہ اس کے حبیب لبیب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اس کے علاوہ سب دعوے جھوٹے اور فریب ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قریشِ مکہ بڑے اہتمام سے بتوں کو سجا سنوار کر ان کی پوجا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کو بتوں کی عبادت چھوڑ کر اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی تبلیغ کی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو محض اللہ کی محبت اور چاہت پانے کی خاطر ان کی پرستش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعے انہیں بتا دیا کہ اللہ کا قرب اور محبت حاصل کرنے کیلئے تمہیں اس نبیٔ رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنا ہوگی۔

اطاعت اور اتباع سے مراد ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر بے چون و چرا سرِ تسلیم خم کرنا اور جن احکامات اور اوامر کا حکم وہ دیں، ان پر مکمل طور پر عمل کرنا اور زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر موڑ پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پیروی کرنا اور جن کاموں سے رکنے کا حکم دیا گیا ہے، ان سے مکمل طور پر بچتے رہنا۔ قرآن کریم اگرچہ مکمل ضابطہ حیات ہے لیکن قرآنی احکامات کا مکمل ادراک اسی وقت ممکن ہے جب کوئی وجود ان کو عملی طور پر نافذ کر کے دکھائے۔ چنانچہ اس مقدس فریضہ کیلئے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامل نمونہ بنا کر ارسال کیا گیا گویا آپ کی ذات مجسم قرآن ہے جیسا کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"کان خلقہ القرآن" کہ آپ کے اخلاق کریمہ وہی تھے جو قرآن مجید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسوہ حسنہ کو تمام ایمان والوں کیلئے نمونہ قرار دیا ہے۔

فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

یعنی پیارے نبی سیّدالعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر ہر لمحہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ آپ اگر حسنِ اخلاق میں یکتا تھے تو حلم، بردباری، عفوودرگزر میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ کے جودوسخا کا دریا ہمیشہ جوش پر رہا اور غریب پروری، رفاہ عامہ اور عام لوگوں کی فلاح وبہبود کیلئے لازوال روایات آپ نے ہمارے لئے مینارہ نور بنا دی ہیں۔ آپ کی سیرت طیبہ اگر حکمرانوں کیلئے راہنمائی کا ذریعہ ہے تو تاجروں کیلئے بھی کامیابی کا زینہ ہے۔ اگر ایک شوہر کیلئے کامیاب گھریلو زندگی کا پیام ہے تو میدان جنگ میں برسرِ پیکار سپہ سالاروں اور جرنیلوں کیلئے بھی منبع رشدوہدایت ہے۔

یہاں یہ امر بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور فرمودات بھی واجب اتباع ہیں۔ کیونکہ آپ کا ہر قول اور ہر بات منشائے الٰہی کی تابع ہے۔ اور آپ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ عین اللہ تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم:3-4)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے۔ مگر صرف وہی جو ان کو وحی کی جاتی ہے۔

امت مسلمہ کو صحابہ کرام کا شکرگزار اور ممنونِ احسان ہونا چاہئے کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے اقوال، ارشادات اور احادیث کو اس طرح سے محفوظ کردیا ہے کہ قیامت تک ان میں تغیر وتبدّل ممکن نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں حفاظت کے خیال سے رسول اللہ سے سن کر ہر بات لکھ لیتا تھا۔ بعض لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر بات لکھ لیتے ہو۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایک بشر ہیں۔ آپ کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض۔ یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ جب آپ سے میں نے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

"قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا" (سنن ابوداود: 514)

یہاں اس امر کی جانب بھی توجہ رہے کہ اطاعت اور اتباع مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اہمیت مسلم ہے لیکن اگر دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حلاوت نہ ہو تو پھر سب بیکار ہے۔ نماز کی ادائیگی اٹھک بیٹھک تو ہو سکتی ہے۔ روزہ بھوکا پیاسا رہ کر وقت ضائع کرنا تو ہو سکتا ہے اور حج سیر سپاٹا تو ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول و منظور نہیں۔ اطاعت ایسے ہی ہے جیسے پھول تو ہو خوشبو نہ ہو۔ شمع ہو مگر روشنی نہ ہو۔ ایمان کی تکمیل عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر نہیں اور اس نعمت کے بغیر اطاعت بھی کارِ بے ثمر ہے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

احادیث مبارکہ میں اس مضمون کو بالوضاحت بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

(صحیح بخاری: کتاب الایمان)

ایک اور حدیث مبارکہ ہے:

سیّدنا عمر فاروقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔
یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے پیارے ہیں۔
آپ نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں
اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں''۔

یہ سن کر عمر فاروقؓ نے عرض کیا:

''اس ذات کی قسم، جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے، آپ مجھے
میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں''

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب تمارا ایمان مکمل ہوا''۔(صحیح بخاری)

الغرض اطاعت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لازم وملزوم ہیں۔ آیئے قرآن
کریم کی چند آیات کے ترجمہ ومفہوم سے فیض یاب ہوتے ہیں۔۔

1۔﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
الْكٰفِرِيْنَ ○﴾(آل عمران 32)۔

تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش (پسند) نہیں
آتے کافر۔

2۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کئے جاؤ۔ (آل
عمران:132)

3۔ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت
والے ہیں۔ پھر تم میں اگر کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ تعالیٰ اور اُس کے
رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر
ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔ (النساء:59)

4۔اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔(المائدہ:92)

5۔اے محبوب! تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں، تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔تو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل (صلح صفائی) رکھو اور اللہ اور رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔(الانفال:1)

6۔اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تعالیٰ کاموں کو جانتا ہے۔(المجادلہ:13)

7۔اور اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے۔(التغابن:12)

8۔اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا، اللہ تعالیٰ اسے باغوں میں لے جائے گا جن نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔(النساء:13)

9۔اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا، جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔(النساء:69)

10۔جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔(النساء:80)

11۔اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی، اُس نے بڑی کامیابی پائی۔(الاحزاب:71)

12۔اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں روان ہیں اور جو پھر جائے اُسے دردناک عذاب فرمائے گا۔

(الفتح:17)

13۔اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا حکم مانیں، یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔(التوبہ:71)

بہت سی احادیث میں بھی حضور نبی پاک ﷺ کی اتباع اور اطاعت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، چند احادیث کا مفہوم درج ذیل ہے:

- سیّدنا ابوہریرہ سے روایت ہے، رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“ (صحیح بخاری: ص1057۔ مشکوٰۃ318)
- ایک اور حدیث پاک ہے ”جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو اور جب کسی چیز کا حکم دوں تو جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرو۔“ (بخاری شریف 1082:)
- حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی۔ سوائے اس کے جس نے انکار کیا صحابہ کرام نے عرض کیا ”یا رسول اللہ انکار کرنے والا کون ہے۔“ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ انکار کرنے والا ہے۔“ (بخاری شریف:1080)
- حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”میری امت کے فساد کے وقت جو بندہ میری سنت کو مضبوطی سے پکڑے گا، اس کے لیے ایک سو شہیدوں کا ثواب ہے۔“ (مشکوٰۃ ص:80)
- ایک اور حدیث ہے ”جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے میرے ساتھ محبت کی وہ

جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''(مشکوٰۃ شریف)

- حضرت مالک بن انسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک تم اِن دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ یعنی اللہ کی کتاب اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی سنت۔'' (مؤطا امام مالک: مشکوٰۃ)

صحابۂ کرام نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا حق ادا کیا۔ اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بن گئے۔ وہ اللہ سے راضی ہوئے تو اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوگیا۔ صحابۂ کرام نے عبادات کے ساتھ ساتھ زندگی کے ہر شعبے اور ہر مقام پر نبی کریم ﷺ کی مکمل اتباع کی اور آپ کی چھوٹی سے چھوٹی سنت کو بھی اپنایا۔ کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں:

- زید کے والد اسلمؓ سے روایت ہے ''میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو دیکھا انھوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور اس کی طرف دیکھ کر فرمایا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا۔'' (بخاری: کتاب المناسک)
- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے ''رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ نے اُسے اُتار کر پھینک دیا اور فرمایا ''کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ آگ کا انگارہ اپنے ہاتھ میں ڈال لے۔'' رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ تو اپنی انگوٹھی اُٹھا لے اور بیچ کر نفع کما لے اس نے جواب دیا ''اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہ لوں گا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اِسے پھینک دیا ہے۔'' (مشکوٰۃ: باب الخاتم)
- حضرت ابوہریرہؓ کا گزر ایک جماعت سے ہوا جن کے سامنے بھنی بکری رکھی ہوئی تھی۔

انھوں نے آپ کو بلایا آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا ”نبی ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے، مگر جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔“ (مشکوٰۃ، باب افضل الفقراء)

○ رسول اللہ ﷺ کے لیے آٹے سے بورا کبھی نہیں نکالا جاتا تھا۔ (بخاری، باب الاطعم)

حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو چھانے بنا آٹے کی روٹی کھاتے ہو دیکھا ہے اس لیے میرے لیے بھی آٹا نہ چھانا جائے۔ (طبقاتِ ابنِ سعد)

○ حضرت عبداللہ بن عمر ایک بار اپنی اونٹنی کو ایک مکان (یا درخت) کے گرد پھرا رہے تھے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے جواب دیا ”میں صرف اتنا ہی جانتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔“ (مسندِ امام احمد)

نبی کریم ﷺ کے چچا جان سیّدنا عباس بن عبدالمطلبؓ کا مکان مسجدِ نبوی کے پڑوس میں تھا۔ جب بارش ہوتی تو اس کے پرنالے کے ذریعے پانی نمازیوں پر گرتا۔ حضرت عمرؓ نے اس پرنالے کو اکھاڑ دیا۔ حضرت عباسؓ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! اس پرنالے کو اللہ کے رسول ﷺ نے میرے کندھوں پر چڑھ کر اپنے ہاتھوں سے خود لگایا تھا یہ سن کر سیّدنا فاروقِ اعظم نے فرمایا ”یہ بات ہے تو پھر آپ میرے کندھوں پر سوار ہو کر یہ پرنالہ لگاؤ“ چنانچہ اس طرح ہی کیا گیا۔“ (وفاء الوفاء)

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کامل اطاعتِ رسول ﷺ کی توفیق مرحمت فرمائے۔

؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛؛

اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تعمیر کردار

ڈاکٹر اظہر نعیم

ڈائریکٹر اسٹوڈنٹس افیئرز

پرسٹن یونیورسٹی اسلام آباد

اخلاق حسنہ

دنیا کے تمام مذاہب نے اپنی بنیاد اخلاق پر رکھی ہے۔ حضرت آدمؑ سے لیکر رحمت عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء تشریف لائے انہوں نے اچھے اخلاق کی تعلیم دی اور برے اخلاق سے اپنی امت کو بچانے کی بھرپور کوشش کی۔ عقائد اور عبادات کے بعد اسلامی تعلیمات میں اخلاق کا درجہ آتا ہے بلکہ اخلاق کو بعض لحاظ سے عبادات سے بھی بڑھا دیا گیا ہے۔

اس عالم رنگ و بو میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل تشریف لائے ان تمام پیغمبروں میں رسالت کا رنگ مخصوص اور جزوی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں رسالت انتہائی رنگ سے ایسے مکمل ہوئی کہ اس کے بعد کسی رسول کی ضرورت ہی نہ رہی۔ اخلاق اس درجہ مکمل ہوئے کہ کسی اور تفصیل کی ضرورت ہی نہ رہی۔ خالق کائنات نے فرمایا:

''اے حبیب آپ یقیناً عظمت والے اخلاق کے مرتبہ پر فائز ہیں۔'' (القرآن)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''میں اخلاق والی بزرگیوں کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں''۔

شاید ہی کوئی ایسی اخلاقی صفت ہو جس کے اپنانے کی آپ نے تلقین نہ فرمائی ہو اور جس پر آپ ؐ نے خود عمل کر کے دکھایا نہ ہو اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ نے زندگی کو اخلاق کی تفصیل اور تکمیل بنا دیا۔ کیا خوب کہا گیا کہ:

''آپ ﷺ محافظ اخلاق ہیں۔ مفسر اخلاق ہیں اور منبع اخلاق ہیں۔ مجسم اخلاق ہیں بلکہ مکمل اخلاق ہیں''۔

اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں اپنے کردار کو سنوارنا ہمارا فرض اولین ہے یوں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے تمام گوشوں سے نورانی کرنیں ہمارے کردار کو اجلا اور روشن کر سکتی ہیں لیکن آپ کے اخلاق عالیہ کو اپنا کر ہم انسانیت کی رفعتوں کو چھو سکتے ہیں اس مضمون میں جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اسی پہلو کو انتہائی اختصار سے سامنے لانے کی کوشش کی ہے اور امید ہے کہ اس مختصر تحریر کو پڑھنے کے بعد قاری کو چند سوالات کے جواب مل سکیں گے۔

☆ عداوتوں اور دشمنیوں کی بھڑکتی ہوئی آگ کو کیسے ٹھنڈا کیا جائے؟

☆ کاروباری معاملات اور دیگر معاملات زندگی کو کس طرح سلجھایا جائے؟

☆ اگر زمام کار آپ کے ہاتھ میں دے دی جائے تو کیا کرنا ہوگا؟

اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا احساس ہے لیکن استاذی المکرّم قبلہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کے حکم پر اور ان کی شفقت اور محبت کے سایہ میں یہ تحریر قلم بند کی گئی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم اور شہنشاہ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت تھی کہ یہ مضمون ربیع الاول کی حسین اور نورانی ساعتوں میں لکھا گیا۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

آیئے! تعمیر کردار کے لئے مخزن تعمیر کردار سے استفادہ کریں۔

جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”جو چیزیں قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں رکھی جائیں گی، ان میں سب سے وزنی چیز حسنِ اخلاق ہے“

ایک اور حدیث شریف میں آپ نے فرمایا:

”تم میں سے وہ شخص مجھے بہت عزیز ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے“

اخلاق خلق کی جمع ہے اور اس کے لغوی معانی عادت کے ہیں۔ اصطلاح میں اس عادت کو کہتے ہیں جس میں پختگی پیدا ہو جائے وہ اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی۔ اچھی عادات کو اخلاق حسنہ اور بری عادات کو اخلاق سیئہ یا بد خلقی کا نام دیا جاتا ہے۔ اخلاق حسنہ ایک ایسی راہ عمل ہے جس پر چلنے والے انسان کا کردار مخلوق خدا کے لئے بے ضرر اور منفعت بخش ہوتا ہے۔

عام طور پر اخلاق سے مراد حسن سلوک اور حسن ملاقات ہی لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس میں محاسن اخلاق کے مختلف گوشے حلم وعفو، رحم وکرم عدل وانصاف، جود وسخا، مہمان نوازی، ایفائے عہد، صبر وتحمل، ملنساری، مساوات، تواضع اور انکساری جیسے مختلف اوصاف شامل ہیں۔ جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام اوصاف سے بدرجہ اتم متصف تھے جس کا اعتراف آپ کے بڑے بڑے دشمن نے بھی کیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے اخلاقی پہلوؤں کا بغور جائزہ لیں اور انہیں اپنے کردار میں سمونے کی سعی کریں۔

حسن سلوک

حسن سلوک سے مراد دوسروں کے لئے عمدہ اور اچھا رویہ اپنانا ہے اس میں تمام لوگ شامل ہیں خواہ وہ ہمارے قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی۔ اس حسن سلوک کے پہلے حقدار والدین ہیں پھر دیگر لوگ۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے

سوال کے جواب میں فرمایا تھا:

"تمہاری خدمت اور حسن سلوک کی سب سے پہلی حقدار تمہاری ماں ہے، اس کے بعد تمہارا باپ اور پھر درجہ بدرجہ دیگر رشتہ دار"۔

دربار رسالت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے کھڑے ہوئے اور اس کے لئے اپنی چادر مبارک کا ایک حصہ بچھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک خاتون حاضر ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے احترام میں کھڑے ہوئے اور چادر کا باقی حصہ ان کے لئے بچھا دیا۔ پھر ایک نوجوان آیا تو آپ نے اس کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔ پیار و محبت کا یہ انداز اس عظیم خاتون کے لئے تھا جنہوں نے بچپن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا تھا یعنی بی بی حلیمہ سعدیہ ان کے ساتھ ان کے شوہر اور ان کا بیٹا تھے۔

یہ حسن سلوک صرف انہی کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں تمام افراد اسی طرح مستفید ہوتے تھے۔ سیدنا واثلہ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ آپ اسے جگہ دینے کے لئے سرک گئے اس شخص نے کہا:

"یارسول اللہ! جگہ بہت ہے آپ نے کیوں تکلیف فرمائی؟"

سرکار دو عالم نے فرمایا:

"مسلمان کا حق ہے کہ جب اس کا بھائی اس کی ملاقات کے لئے آئے تو اسے جگہ دینے کے لئے خود سرک جائے"۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ملنے والے سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، سلام کہنے میں پہل کرتے تھے۔ مصافحہ بھی فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی فرمایا کرتے تھے:

"جب ایک دوسرے سے ملو تو سلام کہو، اور مصافحہ کرو تا کہ تمہارا
باہمی اخلاق اور محبت بڑھے"۔

ابو جہل کا بیٹا عکرمہ مشرف بہ اسلام ہو کر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا تو آپ خوشی سے اٹھے اور اتنی تیزی سے اس کی طرف بڑھے کہ آپ کے جسم اطہر سے چادر بھی اتر گئی اور آپ فرما رہے تھے: "اے ہجرت کرنے والے شہسوار! مرحبا"۔

حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں باریابی حاصل کی تو شہنشاہ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان کی مدارات فرمائی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم غلام ان کی خدمت کے لئے کافی ہیں۔ تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان لوگوں نے اپنے ملک میں ہمارے ساتھیوں کا شایان شان
خیر مقدم کیا تھا میں اس احسان کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں"

غزوہ ہوازن کے قیدیوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن شیما بھی تھیں۔ جب وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ان کے احترام میں کھڑے ہوئے اور ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم سوال کرو پورا کیا جائے گا۔ تم مجھ سے سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی"۔

شیما کی قوم نے اس سے کہا تھا کہ یہ صاحب تمہارے بھائی ہیں ان سے ہماری سفارش کرنا، امید ہے کہ ہماری مدد فرمائیں گے۔ چنانچہ شیما نے اپنی قوم کے چھ ہزار قیدیوں کے بارے میں سفارش کی اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد فرما دیا۔ اس سے قبل ایسی مہربانی اور فیاضی کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مزید برآں آپ نے اپنی رضاعی بہن کو اختیار دیا کہ اگر وہ آپ کے ساتھ رہنا چاہیں تو انتہائی محبت واکرام سے رکھا

جائے گا اور اگر واپس اپنی قوم میں جانا چاہتی ہیں تو پورے وقار سے واپس بھیج دیا جائے گا۔ شیما نے واپس جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے انہیں بہت سارے اونٹ، بکریاں، ایک غلام اور ایک لونڈی عطا فرما کر رخصت کیا۔

حضرت قیس بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے واپس جانے لگے تو میرے والد محترم نے آپ کو سواری پیش کی اور مجھے ان کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ قیسؓ کہتے ہیں میں ساتھ ہولیا آپ نے سواری پر اپنے ساتھ سوار ہونے کا حکم دیا۔ میں نے از راہ ادب سوار ہونے سے معذوری ظاہر کی۔ تو آپ نے فرمایا میرے ساتھ سوار ہو جاؤ یا واپس لوٹ جاؤ۔ مجبوراً مجھے واپس ہونا پڑا۔

حضور نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''اگر کوئی چاہے کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو اور اس کی لمبی عمر ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے''۔

اسی طرح آپ نے ساتھیوں کے ساتھ، پڑوسیوں کے ساتھ، بہن بھائیوں کے ساتھ اور عوام الناس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہدایات دیں اور اعلیٰ کردار سے اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔

حلم وعفو

طیش اور غصے کے وقت باوقار رہنے اور نفس کو قابو میں رکھنے کا نام حلم ہے۔ غم وایذا کے وقت نفس کو مطمئن رکھنا صبر کہلاتا ہے جبکہ بدلہ نہ لینے کو عفو کہتے ہیں ان تمام خصائل میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطائے خداوندی سے مالا مال تھے ارشاد باری ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ (الاعراف:199)

"اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو"۔
جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم روز روشن کی طرح عیاں اور دنیا بھر کی عظیم شخصیات سے نرالا اور ممتاز ہے کوئی عظیم سے عظیم شخصیت حلم و بردباری کے لحاظ سے ایسی نہیں ہوگی جس سے غصے میں انتقامی فعل سرزد نہ ہوا ہو۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وہ حلیم ذات ہے کہ جتنی تکالیف اور اذیتیں بڑھتی چلی گئیں اسی قدر صبر اور برداشت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ سیرت طیبہ سے اس ضمن میں چند مناظر ملاحظہ ہوں:

☆ زمانہ جاہلیت میں اہل مکہ نے ایذا رسانی کی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حوصلہ شکن اور تکلیف دہ دور میں نہ صرف صبر و تحمل سے کام لیا بلکہ موقع آنے پر بدلہ لینے کی بجائے عفو و درگزر کا عظیم الشان مظاہرہ بھی فرمایا۔

☆ عتبہ بن محیط نے ابو جہل کے کہنے پر غلاظت سے بھری ہوئی اونٹ کی اوجڑی آپ کی پشت پر رکھ دی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں حالت سجدہ میں تھے۔ اس پر آپ نے عتبہ سے کچھ نہ کہا اور نہ ہی ابو جہل سے۔

☆ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے کوڑا کرکٹ آپ پر پھینکا گیا۔ شریر لڑکوں نے آوازے کسے بدزبانی کی پتھر مارے گئے مگر بددعا کی جگہ دعا ہی دی اور فتح مکہ کے موقع پر "لا تثریب علیکم الیوم" کہہ کر اپنے خون کے پیاسوں کے لئے بھی عام معافی کا اعلان فرما دیا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دین کے لئے طائف پہنچے تو وعظ کے دوران آپ پر پتھر پھینکے گئے جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے خون بہہ بہہ کر آپ کے پاپوش مبارک میں اس طرح جم گیا کہ ان سے پاؤں نکالنا مشکل ہو گیا۔ یہاں تک کہ چوٹوں کی وجہ سے آپ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ حضرت زیدؓ نے آپ کو اپنی پیٹھ پر اٹھایا اور

آبادی سے باہر نکال لائے۔ اتنی اذیت اور تکلیف کے باوجود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بد دعا دینے کی بجائے ان کی ہدایت کے لئے دعا فرمائے اور طائف سے واپسی پر ارشاد فرمایا۔

"میں ان لوگوں کی تباہی کے لئے کیوں دعا کروں اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا امید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور اللہ پر ایمان لے آئیں گی"۔

غزوہ احد میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ کا چہرہ اقدس زخمی ہوا صحابہ کرام کو اس واقعہ سے بے حد صدمہ پہنچا وہ بارگاہ رسالت میں بصد عجز و نیاز عرض گزار ہوئے کہ کفار کی تباہی اور بربادی کے لئے دعا فرما دی جائے اس موقع پر سراپا الفت و جان رحمت نے ارشاد فرمایا:

"مجھے تو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ مخلوق خدا کو حق کی دعوت دوں، میں ان پر عذاب لانے کے لئے نہیں بھیجا گیا"۔

اور بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی:

"اے اللہ میری قوم کو دولت ایمان سے مالا مال فرما دے یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں"۔

سیدنا عمر فاروقؓ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: "یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے لئے دعا کی تھی اے رب! زمین پر کافروں سے کوئی بسنے نہ پائے اگر آپ بھی اپنی قوم کے لئے ایسی دعا فرما دیتے تو کوئی کافر بچنے نہ پاتا۔ حالانکہ انہوں نے آپ کو زخمی بھی کیا آپ کا روئے انور خون آلود بھی کیا اور دندان مبارک شہید کئے اس کے باوجود آپؐ نے ان کی ہلاکت کی دعا مانگنے سے انکار فرمایا بلکہ قوم کی بھلائی کے لئے بارگاہ خداوندی سے یوں طلبگار ہوئے"

"اے اللہ! میری قوم کو معاف فرمادے کیونکہ یہ لوگ میرے منصب کو پہچانتے نہیں ہیں"

خیبر میں زینب نامی عورت نے آپ کو زہر دیا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے معاف فرمادیا۔ لبید بن اعصم نے آپ پر جادو کیا آپ نے اس سے بھی کوئی مؤاخذہ نہ کیا۔ قتل کے درپے دشمنوں کو معاف کرنا اس عالی المرتبت اور ذیشان نبی کا خاصہ ہے۔

فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے آرام فرمارہے تھے غورث بن الحارث نے قتل کے ارادے سے تلوار نیام سے کھینچ لی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے۔ غورث نے للکار کر کہا: "اے محمد (ﷺ) اب کون ہے جو تجھے میرے ہاتھ سے بچائے گا؟"۔ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت اطمینان سے جواب دیا: "اللہ"۔ یہ سن کر اس پر ہیبت طاری ہوگئی اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ نے تلوار اٹھالی اور فرمایا: "بول! اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچانے والا ہے؟"

غورث نے گڑگڑا کر کہا کہ اب آپ ہی میری جان بچا دیں۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا اور معاف فرمادیا چنانچہ غورث نے اپنی قوم میں واپس آ کر کہا: "لوگو! میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو تمام دنیا کے انسانوں میں سب سے بہتر ہے"

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ایک بار ایک کافر کو پکڑ کر دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لائے اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ شخص آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔ خوف اور دہشت سے وہ شخص کانپ رہا تھا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے نرم انداز میں اس سے فرمایا: "تم کوئی خوف نہ رکھو بالکل مت ڈرو اگر تم نے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا تو کیا ہوا تم کبھی میرے اوپر غالب نہیں آسکتے تھے کیونکہ خدا نے میری حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے"۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ایفائے عہد کیا اور امت کو اس کی تلقین

کی آپ نے کبھی وعدہ خلافی یا بدعہدی نہیں کی اس کے باوجود آپ کو ایذا دی گئی تو پھر بھی آپ نے عفوودرگزر سے کام لیا۔

زید بن سمنہ نے آپ سے کھجوریں خریدی تھیں معاہدے کے مطابق کھجوریں دینے میں ایک دو دن باقی تھے کہ زید نے بھرے مجمع میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتہائی تلخ اور ترش لہجے میں سختی سے تقاضا کیا کہ آپ کا دامن اور چادر پکڑ کر تند و تیز نظروں سے آپ کی طرف دیکھا اور چلا چلا کر کہا۔

"اے محمد (ﷺ) تم سب عبدالمطلب کی اولاد کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کو حقوق ادا کرنے میں دیر لگاتے ہو اور ٹال مٹول کرنا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے"۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمرؓ غصے میں آ گئے اور کہا: "اے خدا کے دشمن! تو خدا کے رسول سے ایسی گستاخی کر رہا ہے خدا کی قسم! اگر حبیب خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ادب مانع نہ ہوتا تو میں ابھی اپنی تلوار سے تمہارا سر اڑا دیتا"۔ یہ سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے عمر! تم کیا کر رہے ہو؟ تمہیں تو یہ چاہئے تھا کہ مجھے ادائے حق کی ترغیب دیتے اور اس کو نرمی کے ساتھ تقاضا کرنے کی ہدایت کرتے اور اس طرح ہم دونوں کی مدد کرتے"۔ پھر آپ نے حکم دیا: "اے عمر! اس کو اس کے حق کے برابر کھجوریں دے دو اور کچھ زیادہ بھی دے دینا"۔

حضرت عمر فاروقؓ نے جب حق سے زیادہ کھجوریں دیں تو زید بن سمنہ نے کہا کہ اے عمر! مجھے میرے حق سے زیادہ کیوں دے رہے ہو حضرت عمرؓ فرمانے لگے کیونکہ میں نے ٹیڑھی ترچھی نظروں سے دیکھ کر تمہیں خوفزدہ کر دیا تھا اس لئے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری دلجوئی اور دلداری کے لئے تمہارے حق سے زیادہ دینے کا مجھے حکم دیا ہے۔ یہ سن کر زید نے کہا عمرؓ مجھے پہچانتے ہو؟ میں زید بن سمنہ، یہودیوں کا بہت بڑا عالم! حضرت عمرؓ نے دریافت کیا، تو پھر تم نے اتنی بڑی گستاخی کیوں کی اس نے کہا دراصل میں نے نبی

آخرالزماں (ﷺ) کی جتنی نشانیاں پڑھی تھیں وہ سب اس ذات ستودہ صفات میں نظر آ گئی تھیں البتہ دونشانیاں جن کا مجھے امتحان لینا تھا ایک یہ کہ ان کا حلم بڑھتا جائے گا چنانچہ اسی ترکیب سے میں نے دونوں نشانیاں دیکھ لی ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں یقیناً یہ نبی برحق ہیں اور اے عمرؓ! میں بہت مالدار آدمی ہوں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے آدھا مال حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت پر صدقہ کر دیا۔

ابوسفیان جس نے مسلمانوں کے خلاف مختلف جنگوں کی قیادت کی، جس کی وجہ سے مسلمانوں کا بے حد جانی اور مالی نقصان ہوا۔ جو ساری عمر اسلام کے خلاف پنجہ آزمائی کرتا رہا۔ جو دین اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دنیا سے ختم کرنے کے درپے تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام قصور معاف فرما دیئے اور نرمی اور شفقت سے گفتگو فرمائی اور ان کے گھر کو پناہ گاہ قرار دیا۔ ابوسفیان عرض گزار ہوئے:

"یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ تو بڑے
حلیم وکریم ہیں اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں"۔

انسان کی اجتماعی زندگی ہو یا انفرادی۔ اس کے حسن کے قیام وبقاء کے لئے ہر وہ چیز یا صفت جس کی بطور نمونہ انسان کو ضرورت پڑ سکتی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق مطہرہ میں پائی جاتی ہے۔ باقی رہیں وہ باتیں جو انسانی زندگی کے لئے مضرت رساں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی ان سے بچتے رہے اور اپنے غلاموں کو بھی ان کے ارتکاب سے منع فرماتے رہے۔ جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ، سب وشتم، طعنہ وطنز، غصہ، تکبر، غرور، حسد، کینہ، بغض، عداوت نفسی یہ ساری چیزیں موخر الذکر فہرست کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

حسن شفقت

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا شفقت وعنایت ہیں۔ آپ کی شفقت ورحمت سے مردوزن چرندو پرند شجروحجر کوئی چیز محروم نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

''وہ ہم میں سے نہیں جو اپنے چھوٹوں پر رحمت یعنی شفقت نہ کرے اور اپنے بڑوں کی عزت نہ کرے''۔

آپ بچوں سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت کرتے ہیں ''میں بچہ تھا اور میں نے آپ کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کی جب آپ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو میں بھی ساتھ ہولیا کچھ اور بچے بھی آ گئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے سر پر دست شفقت رکھا اور مجھے بھی پیار کیا''۔

حضرت زید بن حارثؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیدؓ کے ننھے بچے حضرت اسامہؓ سے بہت پیار کرتے تھے ان کی ناک اپنے دست مبارک سے صاف کر دیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اسے زیور پہناتا۔

پیار اور شفقت صرف مخصوص بچوں کے لئے ہی نہ تھا بلکہ یہ عمومی تھا۔ راستہ چلتے ہوئے بچے مل جاتے تو خود سلام کر کے ان کو چومتے اور پیار کرتے۔ فصل کا نیا میوہ سب سے کم عمر بچے کو جو اس وقت حاضر ہوتا، عطا فرماتے۔

عید کے روز جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منہ ڈھانپ کر کاشانہ اقدس پر لیٹے ہوئے تھے، کچھ بچیاں عید کی خوشی میں گیت گا رہی تھیں، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ آ گئے انہوں نے لڑکیوں کو ڈانٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''انہیں گانے دو یہ ان کی عید کا دن ہے''۔

ایک صحابی اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک بار ڈھیلے مار مار کر

کھجوریں گرا رہے تھے کہ کچھ لوگ انہیں پکڑ کر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے گئے۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کھجوروں پر ڈھیلے کیوں مار رہا تھا؟ اس صحابی رسولؓ نے عرض کیا کہ وہ کھجوریں کھانے کے لئے یہ کام کر رہا تھا۔ اس پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی پھر فرمایا: ''ڈھیلے نہ مارا کرو زمین پر جو کھجوریں گری ہوئی ہوں انہیں اٹھا کر کھا لیا کرو''۔

ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نواسی امامہ بنت زینبؓ کو گود میں اٹھا کر نماز پڑھی جب آپ سجدے میں جاتے تو انہیں اتار دیتے اور قیام فرماتے تو اٹھا لیتے''۔

دور جہالت میں خواتین ذلت کی زندگی گزارتی تھیں۔ جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر احسان فرمایا اور ان کے حقوق مقرر فرما دیئے اور اپنے حسن سلوک سے بھی یہ ظاہر فرما دیا کہ یہ طبقہ حقیر نہیں ہے بلکہ احترام و ہمدردی کے لائق ہے۔ آپ نے خواتین کی درخواست پر ایک دن ان کے لئے بھی مقرر فرما دیا عورتیں آپ سے باتیں پوچھتیں اور آپ ان کے جواب شفقت اور نرمی سے دیتے۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کا خیال رکھا کرتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ جب گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپؐ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی سہیلیوں کو گوشت پہنچایا کرتے تھے۔

تواضع

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس وہ ذات ہے جو وجہ تخلیق کائنات ہیں جن کی وجہ سے کائنات کی بوقلمونیاں وجود میں آئیں جو اللہ کے حبیبؐ اور تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ حدیث قدسی ہے:

﴿یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِاَجْلِكَ﴾

''اے محمد! میں ہوں اور تو ہے اور تیرے سوا جو کچھ بھی ہے میں نے تیرے لئے ہی پیدا کیا ہے''۔

شہنشاہ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب کائنات نے اختیار دیا کہ وہ شاہانہ زندگی گزارنا پسند کریں یا ایک عبد کی زندگی۔ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بندے اور عبد کی زندگی کو ترجیح دی آپؐ کی شان تواضع بھی تمام عالم سے منفرد تھی سب کچھ ہوتے ہوئے بھی انتہائی تواضع اور عاجزی کی زندگی گزاری آپ کی تواضع کے سبب خالق کائنات نے آپ کو جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا اور تمام اولاد آدم پر آپ کو فوقیت دی۔ آپؐ کی شان تواضع آپ کی حیات طیبہ کے مختلف واقعات سے عیاں ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''میری تعریف میں اس قدر مبالغہ نہ کرنا جیسا عیسیٰؑ کی شان میں نصاریٰ نے کیا یعنی مجھے خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہنا میں تو خدا کا بندہ ہوں میرے متعلق یہی کہنا کہ وہ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔

حضرت ابی امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصائے مبارک پر ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس تشریف فرما ہوئے ہم تعظیم بجالانے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''عجمیوں کی طرح کھڑے مت ہوا کرو جو آپس میں ایک دوسرے کی حد سے بڑھ کر تعظیم کرتے ہیں'' اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ ''میں بھی اللہ کا ایک بندہ ہوں جس طرح دوسرے بندے کھاتے ہیں اسی طرح میں بھی کھاتا ہوں اور جس طرح دوسرے پیتے ہیں میں بھی پیتا ہوں''۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلاموں کی دعوت بھی قبول فرما لیتے تھے۔ جو کی روٹی اور پرانی چربی کھانے کی دعوت بھی دی جاتی تو آپ اس دعوت کو قبول فرماتے تھے۔ مسکینوں کی مزاج پرسی فرماتے، فقراء کے ساتھ ہم نشینی فرماتے اور اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر مشقت فرماتے تھے۔ فخرِ دو عالم اور شہنشاہ کون مکاں، گدھے پر بھی سواری فرما لیتے اپنی سواری پر دوسروں کو بھی بٹھا لیتے تھے۔

غزوہ بدر کے موقع پر بھی اپنی سواری کو اپنے علاوہ دیگر صحابہؓ کے لئے بھی مختص کیا۔ فتح مکہ کے دن آپؐ جب ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے تو تواضع اور انکساری کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش فرما رہے تھے۔ آپ کچھ اس طرح اونٹنی کی پیٹھ پر سر جھکائے بیٹھے تھے کہ آپ کا سر مبارک کجاوے کے اگلے حصے سے لگا ہوا تھا اور آپؐ کے پیچھے آپؐ کے غلام کے بیٹے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ بھی سوار تھے۔ تاریخ نے ایک فاتح کی ایسی شان تواضع کا منظر کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھریلو امور خود انجام دینے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ اپنے کپڑے صاف کر لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، کپڑوں کو پیوند لگا لیتے، نعلین مبارک مرمت فرما لیتے۔ اونٹ خود باندھتے اونٹوں کے آگے چارہ ڈال دیتے بازار سے اپنا سودا سلف خود اٹھا لاتے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازار سے کپڑا خریدا دکاندار دست کرم کو بوسہ دینے کے لئے لپکا آپؐ نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے فرمایا: "یہ اہل عجم کا وطیرہ ہے وہی اپنے بادشاہوں کی ایسی عظیم کرتے تھے۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں بلکہ تم میں سے ایک فرد ہوں"۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں کپڑا اٹھانے کے لئے آگے بڑھا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''مالک اپنی چیز کو اٹھانے کا

زیادہ حقدار ہے"۔

سیدنا عبداللہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا آپ ُاپنے دست مبارک سے اس کو درست فرمانے لگے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے دیجئے میں اس کو درست کر دوں۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا:

"میں پسند نہیں کرتا کہ میں تم لوگوں پر اپنی برتری اور بڑائی ظاہر کروں"۔

اصحاب رسولؐ نے جب بھی اس طرح مختلف امور کو سرانجام دینے کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی تو آپ ؐ نے یہی فرمایا:

"مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ تم لوگوں کے درمیان کسی امتیازی شان سے رہوں"۔

ایک شخص بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا تو جلالت نبوی کی ہیبت سے وہ لرزہ براندام ہو گیا، وہ کانپ رہا تھا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت شفقت سے فرمایا: "تم بالکل مت ڈرو میں نہ کوئی بادشاہ ہوں نہ کوئی جابر حاکم میں تو قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کی بوٹیاں کھایا کرتی تھی"۔

حجتہ الوداع کے موقع پر جب نبی رحمت علیہ التحیہ والسکینت ایک لاکھ شمع رسالت کے پروانوں کے جھرمٹ میں مناسک حج ادا فرما رہے تھے تو آپ کی اونٹنی پر ایک پرانا کجاوہ تھا جس پر لکیر دار کپڑا پڑا تھا۔ جسم انور پر معمولی قیمت کی چادر تھی اسی اونٹنی کی پشت پر اور اسی لباس میں شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا جو انسانی حقوق کی ایک بہت بڑا چارٹر ہے۔

عدل وانصاف

کسی بھی معاشرے میں عدل وانصاف کا فروغ امن وامان کی ضمانت ہوتا ہے۔ کیونکہ جہاں انصاف مفقود ہو جائے وہاں امن نہیں رہ سکتا اور جہاں امن وامان ختم ہو جائے وہ معاشرہ مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے۔ جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت میں عدل وانصاف بدرجہ اتم موجود ہے جس کی شہادت ان کے اسوہ حسنہ میں جابجا ملتی ہے۔

جب فتح کے بعد خیبر کے یہودیوں سے معاہدہ طے پایا تو اس کے تحت زمین یہودیوں کے قبضے میں چھوڑ دی گئی اور پیداوار کا آدھا حصہ مسلمانوں کو ملنا طے پایا۔ سال میں بٹائی کا جب وقت آتا ررحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو خیبر بھیجتے وہ ساری پیداوار کے ڈھیر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتے اور یہودیوں سے کہتے کہ کوئی سا بھی حصہ لے لیں۔ یہودیوں کے لئے اس عدل وانصاف کا نظارہ بالکل نیا تھا وہ بے ساختہ کہہ اٹھتے تھے کہ ''زمین وآسمان سی عدل سے قائم ہیں'' یہ عدل وانصاف رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر قیادت قائم ودائم تھا۔

عدل وانصاف کی یہ زریں اور روشن مثالیں کتب سیرت میں موجود ہیں۔ جب بنی مخزوم کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کی اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریعت مطہرہ کے مطابق اسے سزا دی اس پر اس قبیلے نے اپنی ہتک اور توہین محسوس کی۔ چنانچہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سفارش کے لئے بھیجا کہ اس عورت کی سزا معاف کر دی جائے اس پر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غصے میں آ گئے اور فرمایا کہ!''اس سے قبل یہود بھی اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی طاقتور جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا مگر کوئی کمزور جرم کرتا اسے سزا دیتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ ضرور کٹواتا'' میدان بدر میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار مکہ کے خلاف اپنے جان نثاروں کو صف آرا فرما رہے تھے کہ سواد بن غزیہؓ صف سے ذرا آگے کھڑے تھے آپ نے اپنے تیر سے ان کے پیر پر ہلکی سی چوٹ لگا کر فرمایا:''اے سواد! سیدھے ہو جاؤ''۔ حضرت سوادؓ سیدھے ہو گئے اور عرض گزار ہوئے:''یا رسول اللہ! آپ نے تیر سے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ آپ علمبردار عدل وانصاف ہیں مجھے اس چوٹ کا بدلہ لینے دیجئے''۔ اس کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سپہ سالار ہونے کے باوجود ڈانٹا نہیں، سرزنش نہیں کی بلکہ زرہ

کے بند کھولے اور اپنی قمیض مبارک اٹھا کر شکم اقدس کو ان کے سامنے پیش کر دیا فرمایا: اے سواد! آؤ بدلہ لے لو" وہ لپک آگے بڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ گئے اور شکم مبارک کو چوم لیا اور عرض کی "یا رسول اللہؐ! جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے وہ حضور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میری آرزو یہ تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میری جلد حضور کی جلد مبارک سے مس ہو جائے"۔

غزوہ بدر کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ تھا تو کائنات کے پالنہار نے ارشاد فرمایا کہ: "مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا مال ہے"۔ تمام تر اختیارات رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیئے اس سے قبل عرب کے پرانے رسم و رواج کے مطابق جو چیز جس کے ہاتھ میں لگے وہ لیکر چلتا بنتا۔ لیکن جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اموال غنیمت تمام مجاہدین میں برابر تقسیم کیا اور علاوہ ازیں کچھ ایسے افراد کو بھی حصہ دیا گیا جو عملی طور پر جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے مگر انہیں کسی اہم فریضہ کی انجام دہی کے لئے کسی دوسری جگہ متعین کیا گیا تھا۔

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود منصف مزاج تھے اور آپؐ کے اصحابؓ بھی اسی عدل پسندی پر قائم تھا ایک یہودی اور مسلمان کا آپس میں تنازعہ ہو گیا جس میں یہودی حق پر تھا اور مسلمان جھوٹا منافق تھا۔ یہودی کو چونکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منصف مزاجی پر مکمل اعتماد تھا اس لئے اس کا اصرار تھا کہ دونوں اپنا مقدمہ لیکر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں۔ جب مقدمہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیش ہوا تو آپ نے حق و صداقت کی پاسداری کرتے ہوئے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ منافق مسلمان کو اس سے سخت تکلیف ہوئی اور اس نے سوچا کہ حضرت عمرؓ چونکہ سخت مزاج مشہور ہیں لہذا وہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کے حق میں فیصلہ دیں گے۔ چنانچہ وہ یہودی کو لیکر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ابھی مقدمہ پیش کیا جا رہا تھا کہ

یہودی نے حضرت عمرؓ کو بتادیا کہ اس مقدمے کا فیصلہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرما چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور اس نام نہاد مسلمان کو قتل کر دیا اور فرمایا:

''جو مسلمان ہو کر حضور (ﷺ) کے فیصلے سے روگردانی کرے اس کی یہی سزا ہے''۔

خدا کا وہ قانون جس نے انسانیت فلاح وصلاح کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے اور جہالت کے بوجھ سے آدمیت کی ٹوٹی جھکتی کمریں سیدھی ہو سکتیں ہیں صرف اور صرف اسوہ حسنہ کے اتباع سے ممکن ہے۔

خیال خاطر احباب

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔اس سے مراد ہے کہ کسی طور پر بھی دوسرے شخص کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہئے۔آپ دوسروں کے احساسات کا خیال رکھتے تھے۔دوسروں کی دل شکنی سے اجتناب کرتے تھے خود کو اذیت پہنچتی تو پھر بھی شکوہ زبان پر نہ لاتے تھے۔قرآن مجید نے اس وصف کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِی النَّبِیَّ فَيَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ۡ وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ ﴾ (الاحزاب:53)

"بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا"۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ایسی بات پہنچتی جو آپ کو پسند نہ ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے کہ فلاں نے ایسا کیوں کہا، ایسا کیوں کیا؟ بلکہ یوں فرماتے کہ:

''لوگوں کا کیا حال ہے جبکہ وہ یوں کہتے ہیں یا کرتے ہیں؟''۔

گویا اس طرح ناپسندیدہ قول و فعل کی مخالفت کر دیتے اور فاعل کا نام تک نہ ظاہر کرتے کہ وہ شرمندگی سے بچا رہے۔ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضور ہوا اس کے کپڑوں پر زرد رنگ کا نشان تھا۔ آپ نے اس سے کچھ نہیں فرمایا کیونکہ کسی کی ناپسندیدہ بات دیکھ کر آپ بالمشافہ فرماتے تھے جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اس شخص سے کہنا کہ اپنے کپڑوں سے رنگ دھوڈالے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کے جذبات اور احساسات کا پوری طرح خیال رکھتے تھے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ کے کان میں سرگوشی کرتا تو آپ اس وقت تک اپنا سر مبارک اس سے الگ نہ کرتے جب تک وہ اپنی بات مکمل نہ کر لیتا۔

مدینہ طیبہ کے بعض لوگ برتنوں میں پانی لیکر آجاتے تاکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں اپنا دست مبارک ڈال کر برکت عطا فرمادیں۔ سخت جاڑے اور سردی میں بھی آپؐ نے کسی کو محروم نہیں فرمایا بلکہ ٹھنڈے پانی میں بھی اپنا دست شفقت ڈالتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں تھا آپ کے اصحابؓ یا گھر والوں میں سے کوئی بھی آپ کو پکارتا تو آپ لبیک کہہ کر جواب دیتے آپ کا فرمان گرامی ہے کہ:

"دو صفات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں ایک سخاوت دوسرے خوش خلقی"۔

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور فرمان ہے کہ:

"جو چیزیں قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں رکھی جائیں گی ان میں سب سے وزنی چیز حسن اخلاق ہے"۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر دل کے کشادہ تھے بات کے سچے تھے طبیعت کے نرم تھے معاشرت میں نہایت کریم تھے جو بھی شخص آپ کی دعوت کرتا قبول فرماتے ہدیہ قبول فرماتے اور اس کا بدل بھی دیتے اور

دعوت غلام کی آزاد کی لونڈی کی اور غریب کی سب کی قبول فرماتے اور مدینہ کی انتہا (دور) آبادی پر بھی مریض کی عیادت فرماتے اور معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے۔

کاتب وحی زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جب ہم دنیا کی باتیں کرتے تو آپ بھی دنیا کی باتیں کرتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی آخرت کی باتیں کرتے جب ہم کھانے کی باتیں کرتے تو آپ کھانے کی باتیں کرتے۔

حضرت حسنؓ بن علیؓ کا بیان ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے کسی کا عیب نہیں نکالتے تھے۔ نہ کسی کے عیب کی جستجو کرتے اور کوئی ایسی بات نہ کرتے تھے جس سے ثواب کی امید نہ ہو۔

خادم رسول حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ

''میں نے دس برس تک سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا مگر کبھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ڈانٹا نہ جھڑکا اور نہ یہ کبھی فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہ کیا؟''

غار حرا سے واپسی پر حضرت خدیجہؓ نے آپ کے اوصاف حمیدہ بیان فرمائے تھے وہ آپ کے اعلیٰ اخلاق پر دال ہیں ام المومنین نے فرمایا تھا کہ:

''خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو بے آبرو نہیں کرے گا۔ آپ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے تھے۔ کمزوروں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور مفلس اور نادار کو اپنی کمائی سے حصہ دیتے ہیں مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں مصیبت زدہ کی مدد اور دستگیری فرماتے ہیں''۔

پیٹ میں لقمہ حلال ہو۔ بدن پر کپڑا پاک ہو۔ شریعت رسولؐ کا دامن مضبوطی سے تھاما ہوا ہو۔ اور ذکر، ذکر زندگی بن جائے۔ تو اس راہ پر اللہ تعالیٰ وہ فیوض و انوار اور اسرار عطا فرماتا ہے کہ دریا سیاہی بن جائیں تو لکھنے سے عاجز آ جائیں۔

جود وسخا

ایثار اور قربانی بہترین اوصاف انسانی ہیں اور جود وسخا اس جذبے کو فروغ دیتے ہیں جان عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کی مماثلت تاریخ انسانی میں کوئی فرد نہیں کرتا سکتا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''اگر میرے پاس احد کے برابر سونا ہوتا تو اس حالت میں تین راتیں گزارنا پسند نہ کرتا۔ ہاں صرف اتنا کہ قرض کے کام آ سکے''۔

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کا یہ عالم چشم فلک نے کہیں اور نہیں دیکھا ہوگا کہ جب بھی کوئی سائل آیا کبھی اس کو ''نہیں'' نہ کہا بلکہ ہمیشہ ''ہاں'' ہی فرمایا اور فوراً عطا کیا اور اگر پاس کچھ نہ ہوتا تو کسی اور وقت آنے کا فرمایا اور یوں بھی ہوا کہ آپؐ نے قرض لے کر سائل کی حاجت براری کی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

''ہمارے آقا مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے خصوصاً ماہ رمضان میں اور زیادہ سخاوت فرماتے تمام عمر آپؐ نے کسی سوال کو انکار نہ کیا یہاں تک کہ آپ جب ضرورت مندوں میں سب کچھ تقسیم کر چکتے تو کوئی دوسرا سوالی آ جاتا تو آپ قرض لے کر اس کی حاجت پوری کر دیتے''۔

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کسی سائل کے سوال ہی پر محدود و منحصر

نہ تھی بلکہ بن مانگے بھی آپ نے لوگوں کو عطا کیا اور اس قدر عطا کیا کہ عالم سخاوت میں اس کی مثال نایاب ہے۔ آپ کے بہت بڑے دشمن امیہ بن خلف کا بیٹا صفوان بن امیہ مقام ''جعرانہ'' پر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آقا نے اس کو کثیر تعداد میں اونٹوں اور بکریوں کا ریوڑ عطا فرمایا کہ دو پہاڑیوں کے درمیان کا میدان بھر گیا۔

چنانچہ جب صفوان اپنی قوم میں گیا تو اس نے چلا چلا کر اپنی قوم کو کہا: ''اے لوگو! دامن اسلام میں آ جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس قدر زیادہ مال عطا فرماتے ہیں کہ فقیری کا کوئی اندیشہ ہی باقی نہیں رہتا اس کے بعد صفوان خود بھی مسلمان ہو گیا''۔

ایک مرتبہ نوے ہزار درہم آپ کے پاس آئے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سب ایکدری پر ڈالوا دیئے اور وہیں پڑے پڑے تقسیم کر دیئے ختم ہونے پر ایک سائل آ گیا آپ نے فرمایا: تو کسی سے میرے نام پر قرض لے لے۔ جب میرے پاس ہو گا تو ادا کر دونگا۔

اچھی مجالس کی قدر سنجیدگی اور متانت سے ہوتی ہے۔ باوقار محفلیں یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی سے اجتناب کرتی ہیں۔ شخصیات کا حسن و قبح ان کی بات چیت کے انداز سے معلوم کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شخصی اور اجتماعی حسن کا نکھار قائم رکھنے کے لئے ہر اس بات کا حکم دیا جس سے تزئین کردار ہو سکتی ہے اور ہر اس چیز سے منع فرمایا جس سے فرد یا معاشرہ سے متعلق کسی یونٹ (Unit) کے صوری یا معنوی حسن میں فرق پڑ سکتا ہو۔

رحمدلی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پروردگار عالم نے رحمت للعالمین بنا کر مبعوث کیا اور رحم و رحمت لازم و ملزوم ہیں۔ جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا رحم و کرم تھے۔ آپ سے کسی کی تکلیف برداشت نہ ہوتی تھی۔ حضرت زینبؓ کے فرزند دم توڑ رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو اطلاع بھجوائی۔ آپ تشریف لائے چند صحابہ بھی آپ کے ساتھ

تھے بچے کو ہاتھوں میں اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ کی چشم مبارک سے آنسو رواں ہو گئے۔ حضرت سعدؓ کو تعجب ہوا۔ پوچھا: ''یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟''۔ فرمایا: ''اللہ انہی لوگوں پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں''۔

حضرت ابو مسعود انصاری اپنے غلام کو پیٹ رہے تھے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا: ''ابو مسعود! اس غلام پر جتنا تمہارا اختیار ہے اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے''۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر ابو مسعود کانپ اٹھے اور عرض کی ''یا رسول اللہ! اس غلام کو اللہ کی راہ میں آزاد کرتا ہوں''۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے اپنی زندگی میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن اس کی موت پر آپ نے اس کے بیٹے کی درخواست پر اپنی قمیض مبارک بھی عطا کی اور اس کا جنازہ پڑھانے بھی چل دیئے۔

غزوہ حنین میں قبیلہ ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو آزادی دینا، رحم و کرم کی بہت اعلیٰ مثال ہے۔ اس موقع پر کچھ نو مسلم جو اپنے حصہ کے قیدی آزاد کرنے کے ضمن میں تذبذب کا شکار تھے۔ آپ نے ہر قیدی کے عوض ان کے چھ چھ اونٹ دے کر تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ آپ کی یہ رحم دلی دیکھ کر بہت سے سردار مسلمان ہو گئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ لطف و کرم سے جانور بھی محروم نہیں تھے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرندوں کے انڈے، ان کے بچے اٹھا لانے اور جانوروں پر ظلم کرنے سے منع فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صحابیؓ آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضور ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں کسی پرندے کے بچے تھے جو چیں چیں کر رہے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: "یہ بچے کس کے ہیں؟" صحابیؓ نے عرض کیا: "میں ایک جھاڑی کے پاس سے گزر رہا تھا تو ان کی آوازیں آ رہی تھیں، میں ان کو نکال

لایا۔ان کی ماں نے دیکھا تو بے تابانہ میرے سر پر چکر لگانے لگی"۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فوراً جاؤ! اور ان کو وہاں چھوڑ آؤ جہاں سے لائے ہو''۔

ایک دفعہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری کے باغ میں ایک اونٹ دیکھا جو بھوک کے مارے سخت لاغر اور کمزور ہورہا تھا۔اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلانے لگا،آپ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے مالک کو بلا کر فرمایا:

''تم اس جانور کے معاملے میں خدا سے نہیں ڈرتے''۔

حسن معاملہ

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن معاملہ کے ضمن میں بھی اخلاق کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز تھے۔کسی پر ظلم زیادتی کرنا تو بہت دور کی بات زیادتی ہوتے ہوئے بھی دیکھ نہیں سکتے تھے اور دوسروں کی دادرسی کرنے کے لئے پوری تگ وتاز کرتے تھے۔

زبیدی نامی شخص صحن حرم (مکہ مکرمہ) میں اپنی بپتا سنا رہا تھا اور کوئی مدد کے لئے تیار نہ تھا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کہانی سنی-اس نے بتایا کہ وہ تین بہترین اونٹ فروخت کرنے کے لئے لایا تھا مگر ابوجہل نے بہت کم قیمت لگا کر اونٹوں کی قیمت گرادی اور ابوجہل کے خوف سے کوئی بھی صحیح قیمت پر خریدنے کے لئے تیار نہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ گئے ،اونٹ دیکھے۔واقعی اچھے اونٹ تھے۔ آپ نے اسے منہ مانگی قیمت ادا کردی۔اس پر وہ شخص خوش ہو گیا اور ابوجہل یہ سارا منظر دیکھتا رہا مگر ایک لفظ بھی منہ سے بول نہ سکا۔آپ نے ابوجہل کو سرزنش کی اور فرمایا:"اے عمرو! خبردار اگر تم نے پھر ایسی حرکت کی تو عبرت ناک سزا ملے گی"۔ابوجہل نے بڑی عاجزی سے جواب دیا: ''میں پھر ایسی حرکت نہیں کروں گا اور ہرگز نہیں کروں گا''۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے قبل ہی آپ کی خوش معاملگی کا چرچا ہر جگہ تھا۔اہل مکہ آپؐ کو صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

آپ کے جانی دشمن بھی آپ کے حسن معاملہ کے معترف تھے۔ قیصر روم نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ابوسفیان سے جو چند سوالات کئے تھے ان میں یہ بھی پوچھا گیا تھا کہ انہوں نے کبھی بدعہدی بھی کی ہے۔ ابوسفیان اس وقت سرکار دو عالم کا سب سے بڑا دشمن تھا لیکن اسے بھی برملا کہنا پڑا کہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کبھی بدعہدی نہیں کی۔

جب قریش نے نبی ذیشان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا مقابلہ کرنے کی تدابیر سوچنے کے لئے مجلس شوریٰ کا اجلاس کیا تو وہاں ایک معمر مشرک نفر بن حارث نے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے سامنے بچے سے جوان ہوا، تم سے زیادہ پسندیدہ اطوار رکھنے والا قول کا سچا اور امانت دار تھا۔ اب اس کے بالوں میں سفیدی آگئی اور اس نے تمہارے سامنے یہ باتیں پیش کیں تو تم کہتے ہو کہ وہ جادوگر ہے، مجنون ہے، شاعر ہے۔ خدا کی قسم میں نے محمد (ﷺ) کی باتیں سنی ہیں اس میں ایسی کوئی بات بھی نہیں جو تم کہہ رہے ہو''۔

ایفائے عہد، وعدہ کی پابندی، قول کی پاسداری اور معاہدے کا احترام اعلیٰ ترین اوصاف ہیں جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی الحماد فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل میں نے آپ سے کچھ مال خریدا تھا۔ جس کی کچھ ادائیگی باقی تھی میں نے حضور سے وعدہ کیا کہ اسی جگہ پر رقم لے کر آتا ہوں پھر میں بھول گیا۔ تین دن کے بعد مجھے یاد آیا۔ میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں آپ اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ حضور ﷺ نے صرف اتنا فرمایا: ''تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ تین دن سے حسب وعدہ اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں''۔

صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ ابو جندلؓ بن سہیل پابہ زنجیر کسی نہ کسی طرح وہاں پہنچ گئے اور چاہتے تھے کہ مسلمان انہیں مدینہ طیبہ لے جائیں مگر سرکار دو عالم نے

معاہدے کی پاسداری کرتے ہوئے ابوجندلؓ کو واپس کر دیا اور فرمایا: ''بہت جلد اللہ رب العزت کوئی بہتر اہتمام کرے گا''۔

خدمت خلق

خدمت خلق حیات انسانی کا ایک اعلیٰ وصف ہے۔ اجر وثواب اور خلوص نیت سے لوگوں کی خدمت کرنے کو خدمت خلق کہتے ہیں۔ جیسے بھوکے اور محتاج کو کھانا کھلانا، یتیموں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا، بیمار کی خدمت کرنا، مصیبت زدوں کی تکالیف کو دور کرنا وغیرہ بندوں کی خدمت کرنے والوں سے اللہ بہت خوش ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کی دنیا اور آخرت میں بڑی عزت ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (البقرہ:215)

''فرمادیجئے! کہ جو مال تم خرچ کرو۔ ماں باپ، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کے لئے کرو اور جو کچھ بھلائی تم کرو گے۔ وہ بے شک اللہ کے علم میں ہے''۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

''بیوہ عورت یا کسی مسکین اور یتیم کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے'' (بخاری ومسلم)۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضور کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ہمیشہ دوسروں کی خدمت میں سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ جو بھی ضرورت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کی حتی المقدور ضرورت پوری کی۔ بیماروں کی عیادت، اور غریبوں اور مسکینوں کی مالی اعانت

فرمائی۔لوگوں کے چھوٹے بڑے کام کرنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔

ایک بوڑھی عورت اپنا سامان اٹھائے مکہ سے باہر جا رہی تھی۔آقا حضورؐ نے آگے بڑھ کر ان کا سامان اٹھالیا اور بڑھیا کو منزل تک پہنچا۔دیا وہ عورت بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ میں تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ مکہ میں ایک جادوگر آیا ہے۔جس کی وجہ سے لوگ اپنا عقیدہ بدل لیتے ہیں۔میں بھی اسی خوف سے مکہ چھوڑ کر آ رہی ہوں۔تم کوشش کرنا کہ اس کے سامنے نہ جانا۔کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اماں! وہ تو میں ہی ہوں۔جس کو لوگ جادوگر کہتے ہیں۔میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔بڑھیا آپ کے حسن اخلاق سے اتنی متاثر ہوئی کہ فوراً مسلمان ہو گئی۔

حضور نبی رحمت علیہ التحیۃ والسکینت کا ارشاد مبارک ہے:

''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ تو خود اس پر ظلم کرے نہ دوسروں کو ظلم کرنے دے۔نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا۔جو کوئی کسی مسلمان کی تکلیف اور مصیبت دور کرے گا۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مصیبتوں میں سے اس کی کسی مصیبت کو دور کرے گا جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا''۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:''بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی تیمارداری کرو اور قیدیوں کو رہائی دلانے کی کوشش کرو''۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان گرامی ہے:

"بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والے راہ خدا میں جہاد کرنے والوں یا رات بھر عبادت کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والوں کی مانند ہیں"۔

انسانوں سے ہمدردی، مسلمان بھائیوں کے دل کو خوش کرنا اور مصیبت میں کسی کے کام آنا، ایسے امور ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔ بقول شاعر:

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّ وبیاں

حاصل کلام

انبیاء ورسل کی تشریف آوری کا بڑا مقصد انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنانا ہے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعمیر سیرت اور مردم سازی کا کام اس سطح سے شروع کیا جہاں حیوانیت کی انتہا اور انسانیت کی ابتدا ہوتی ہے اور اس اعلیٰ سطح پر پہنچا دیا جو انسانیت کی انتہائی منزل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عظیم درسگاہ سے فیض پانے والے افراد مینارۂ نور بن گئے۔ چنانچہ یہ افراد تجارت کے میدان میں راست باز اور امانت دار، عدالت میں عادل اور منصف، حاکمیت میں مخلص اور رحمدل، فقر و فاقہ میں شاکر اور محنتی، مصائب وآلام میں صابر اور ثابت قدم، مالداری میں سخی اور ہمدردی اور عام زندگی میں حلیم اور شفیق انسان نظر آتے ہیں۔ تعمیر سیرت و کردار کے لئے جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کے شخصی کردار، رحمت، شفقت، شجاعت، عدالت، صداقت، سخاوت، ایثار، قربانی، تواضع، توکل اور صبر، الغرض زندگی کے ہر پہلو کے عملی نمونے ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ اسی طرح آپ کی گھریلو زندگی اور ملی زندگی کا بہترین نقشہ بھی ہمارے سامنے ہے جس کا مختصر سا تذکرہ زیب نظر کیا گیا ہے۔ خالق کائنات نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں اور آپ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں اپنے کردار اور سیرت کی تعمیر کریں اور اسی میں ہماری فلاح و کامیابی مضمر ہے۔

کی محمد (ﷺ) سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

صاحب قرآن (ﷺ) قرآن کی نظر میں

علامہ محمد افضل کوٹلوی
سابق سیکرٹری جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم!

اس وقت دنیا میں جتنی بھی کتابیں موجود ہیں وہ الہامی ہوں یا غیر الہامی۔ ان میں سے کوئی کتاب بھی ایسی نہیں جس میں اس کے لانے والی شخصیت کا تفصیلی ذکر مل سکے۔ الہامی کتابوں میں تورات زبور اور انجیل معروف کتابیں ہیں۔ یہ کتابیں اپنے لانے والے پیغمبروں کے بارے میں خاموش ہیں۔ ہندوؤں کے ویدوں کا تو یہ عالم ہے کہ آج تک ان کے مصنفین کے ناموں کے بارے میں بھی تحقیق نہیں ہو سکی۔

یہ خصوصیت صرف قرآن مجید کو ہی حاصل ہے کہ اس میں نہ صرف نازل فرمانے والی ذات کا تفصیلی ذکر موجود ہے بلکہ منزل علیہ کی شخصیت کا ہمہ پہلو تذکرہ بھی موجود ہے۔ قرآن پاک بڑی تفصیل کے ساتھ اپنے لانے والے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف و کمالات صوری و معنوی اور حسن و جمال کا ذکر کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے قرآن کریم جمال مصطفے کا آئینہ ہے۔

قرآن پاک قرآن کا تعارف کراتے ہوئے سب سے پہلے صاحب قرآن (ﷺ) کا اسم گرامی بتاتا ہے سورۃ محمد کی آیت نمبر 2 میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ﴾ یہ کتاب محمد پر نازل ہوئی ہے۔

ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ محمد کون ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ﴾ (الفتح:۲۹) محمد، اللہ کے رسول ہیں۔

قرآن مجید سے پھر پوچھا جاتا ہے کہ محمد (ﷺ) کن کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں؟ جواب ملتا ہے:

﴿قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا﴾ (الاعراف:۱۵۸)

تم فرماؤ، اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾ (سبأ:۲۸)

اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر اس رسالت کے ساتھ تمام لوگوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔

ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ کیا صاحب قرآن (ﷺ) صرف انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں یا مخلوقات میں کسی اور کی طرف بھی رسول بن کر تشریف لائے ہیں؟ قرآن پاک جواب دیتا ہے:

﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ (الفرقان:۱)

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کو ڈر سنانے والا ہو جائے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ صاحب قرآن (ﷺ) صرف رسول بن کر ہی تمام عالموں کے لئے تشریف لائے یا آپ کی کوئی اور خصوصیت بھی ہے۔ قرآن پاک کی طرف سے جواب ملتا ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ﴾ (المائدہ:۱۵) بیشک تمہاری طرف نور آیا۔

صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے قرآن کریم نے مزید اعلان کیا:

﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۔ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا٥﴾ (الاحزاب:۴۶)

اے غیب کی خبریں دینے والے! بے شک ہم نے تجھے بھیجا حاضر و ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکانے والا آفتاب۔

قرآن پاک صاحب قرآن علیہ الصلوۃ والسلام کی ایک اور امتیازی شان بیان کرتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی مقام پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے نام لے کر خطاب نہیں فرمایا بلکہ جہاں کہیں بھی خطاب فرمایا وہاں آپ کی صفات اور اداؤں کو ملحوظ رکھا، جبکہ پہلے انبیاء کرام کو ان کے نام لے کر پکارا گیا ہے مثلاً:

﴿یا آدم اسکن انت وزوجك الجنة﴾ (البقرہ:۳۵)

﴿یا نوح اهبط بسلام منا وبرکة﴾ (ہود:۴۸)

﴿یا ابراهیم قد صدقت الرؤیا﴾ (الصفات:۱۰۵)

﴿یا موسی انی انا ربك﴾ (طٰہٰ:۱۲)

﴿یا داود انا جعلنك خلیفة﴾ (صٓ:۲۶)

﴿یا زکریا انا نبشرك بغلام﴾ (مریم:۷)

﴿یا

یحی خذ الکتاب بقوة﴾ (مریم:۱۲)

﴿یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی﴾ (آل عمران:۵۵)

ان تمام مقامات پر انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے نام لے کر پکارا گیا ہے لیکن جب صاحب قرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خطاب فرمایا تو خطاب کا انداز بدل گیا۔ بڑے دلنواز انداز میں فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ﴾ (المائدہ:۶۸)

اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہاری طرف

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾ (الاحزاب:۴۵) اے غیب کی خبریں دینے والے

﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ (المزمل:۱) اے بالاپوش اوڑھنے والے محبوب

﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ (المدثر:۱) اے چادر پوش محبوب

﴿یٰسٓ﴾ (یٰسٓ:۱) اے سردار ﴿طٰهٰ﴾ (طٰہٰ:۱) اے محبوب

قرآن مجید میں صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کا ایک اور نمایاں پہلو جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے انبیاء کرام کی شان میں کافروں نے گستاخیاں اور الزام تراشیاں کیں تو ان انبیاء کرام علیہم السلام نے خود جواب دیا، لیکن صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مخالفین نے نازیبا کلمات استعمال کئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

﴿وَذَرْنِیْ وَالْمُكَذِّبِیْنَ﴾ (المزمل:۱۱) مجھ پر چھوڑ دو ان جھٹلانے والوں کو

جب کافروں نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کہا:

﴿اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ (الاعراف:۶۰)

ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

کافروں کی اس گستاخی کا جواب حضرت نوح علیہ السلام نے خود دیا اور فرمایا:

﴿یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (الاعراف:۶۱)

اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ میں تو پروردگار کا رسول ہوں۔

حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا:

﴿ اِنَّا لَنَرٰیكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴾ (الاعراف:66)

ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔

اس کا جواب حضرت ہود علیہ السلام نے ان الفاظ میں دیا:

﴿یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ (الاعراف:٦٧)

اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ میں تو پروردگار کا رسول ہوں۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی اور کہا:

﴿اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل:١٠١)

اے موسیٰ میرے خیال میں تم پر جادو ہوا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی اس دریدہ دہنی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل:١٠٢)

اے فرعون تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔

اب آیئے صاحب قرآن (ﷺ) کی بارگاہ خداوندی میں مقبولیت ومحبوبیت دیکھئے۔ جب مخالفوں نے کہا:

﴿ انك لمجنون ﴾ (الحجر:6)

تو ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ﴾ (القلم:2-1)

قلم اور اس کے لکھے کی قسم تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

پھر گستاخی کرنے والوں کو غضبناک انداز میں للکارا:

﴿فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ۔ بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ؟﴾ (القلم:6-5)

عنقریب تم بھی دیکھو گے اور وہ بھی سمجھ لیں گے کہ تم میں کون مجنوں ہے؟

کافروں نے کہا: ﴿لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ (الرعد:43) تم رسول نہیں۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی دل جوئی فرماتے ہوئے کافروں کو جواب دیا:

﴿یٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ (یٰسٓ:3-1)
اے سردا! رحکمت والے قرآن کی قسم بے شک تو رسولوں میں سے ہے۔

ایک مرتبہ پھر کچھ عرصہ تک وحی کا نزول رک گیا۔ کافروں نے مضحکہ خیز انداز میں کہنا شروع کیا:

اِنَّ مُحَمَّدًا وَدَّعَهٗ رَبُّهٗ وَقَلَاهُ۔ بے شک محمد کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور بیزار ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے مخالفوں کی ان خرافات کا بڑے دل نشین انداز میں صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا:

﴿وَالضُّحٰی ۔ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۔ مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی﴾ (والضحیٰ:3-1)
چاشت کی قسم، اور رات کی قسم جب وہ پردہ ڈالے کہ تم کو تمہارے رب نے نہیں چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔

بارگاہ خداوندی میں صاحب قرآن علیہ التحیۃ والثناء کی جو قدر و منزلت ہے اس کا اظہار بھی قرآن مجید نے متعدد مقامات پر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاحب قرآن (ﷺ) کی اداؤں اور آپ کی نسبتوں کی کئی مقامات پر قسمیں یاد فرمائی ہیں۔ سورۃ البلد میں ارشاد ہوتا ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۔ وَاَنْتَ حِلٌّ م بِھٰذَا الْبَلَدِ ۔ (البلد 2-1)
مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تو اس میں تشریف فرما ہے۔

سورۃ العصر میں فرمایا:

وَالْعَصْرِ ۔اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (العصر:2-1)

اور زمانہ محبوب کی قسم! بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

سورۃ الزخرف کی آیت 88 میں صاحب قرآن (ﷺ) کی زبان کی مبارک سے نکلی ہوئی بات کی قسم یاد فرمائی:

وَقِیْلِهٖ یٰا رَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۔(الزخرف:88)

مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

سورۃ الحجر آیت 72 میں صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کی قسم یاد فرمائی:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔

اے محبوب تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے میں بھٹک رہے ہیں۔

قرآن پاک کے ورق الٹتے جایئے اور صاحب قرآن کی عظمت ونشان کے جلوے نگاہوں میں سمیٹتے جائے۔قرآن پاک اس حقیقت کا اعلان کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی صفات کا مظہر اتم بنایا ہے۔اللہ تعالیٰ رحیم ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۔(احزاب:۴۳)

اللہ تعالیٰ مومنوں پر بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

صاحب قرآن علیہ التحیۃ والسلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (توبہ:۱۲۸)

اور رسول مسلمانوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

سورۃ فاتحہ کے اندر ہر نماز میں دعا کی جاتی ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (الفاتحہ)–یا اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا

یہ صفت قرآن پاک نے صاحب قرآن کی بھی بیان فرمائی ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّكَ لَتَهۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (الشوریٰ:۵۲)

بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ پاک فرمانے والا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ (النساء:۴۹)

صاحب قرآن کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَیُزَكِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ (الجمعۃ:۲)

اور وہ رسول انہیں پاک کرتے ہیں اور کتاب وحکمت کا علم عطا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

﴿فَكَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیۡدًا﴾ (النساء:41)

تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لیں گے اور اے محبوب! تمہیں ان پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَیَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡكُمۡ شَهِیۡدًا﴾ (البقرہ:۱۴۳)

اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہوں گے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ گواہ اور نگہبان وہی ہوتا ہے جس کی نظر اور علم میں تمام واقعات ہوں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِیۡمِ﴾ (الانفطار:۶)

اے انسان تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم وعزت والے رب کے بارے

میں؟

اللہ تعالیٰ نے خود کو کریم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی کریم فرمایا:

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ۔ (التکویر:۱۹) بے شک یہ کریم رسول کا پڑھنا ہے۔

اللہ تعالیٰ معاف فرمانے اور بخشنے والا ہے ارشاد ہوتا ہے:

لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ (الحج:۶۰) بے شک اللہ معاف کرنے والا ہے۔

صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا جاتا ہے:

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡ (المائدہ:۱۳)

اور انہیں معاف کردو اور ان سے درگزر کرو۔

الغرض قرآن پاک کا ایک ایک لفظ صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وعترتہ اجمعین کی عظمت وشان کا آئینہ دار ہے۔

سیرت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور عصری مسائل

(سیاسی حوالے سے)

پروفیسر منظور حسین سیالوی (رحمۃ اللہ علیہ)
سابق اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی
گورنمنٹ کالج فیصل آباد

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔﴾ (الحشر:۷)

اور رسول کریم جو تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں اور تک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے سیاسی پہلو پر کچھ کہنے سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ آپ کا اصل مقام اور مرتبہ یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں۔ سیاست اس مرتبہ بلند کا ایک شعبہ ہے۔ نبوت عطیہ الٰہی ہے، جب یہ عطیہ کسی کو بخش دیا جاتا ہے تو وہ سب کچھ اس کو عطا ہو جاتا ہے جو اس دنیا میں ممکن ہے۔ یہ دعویٰ علی وجہ البصیرت اور بلا خوف تردید کیا جا سکتا ہے کہ نبی الحرمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کائنات کے سب سے بڑے سیاستدان اور مدبر ہیں لیکن یہ چیز آپ کا اصل کمال نہیں ہے۔ سچی راہنمائی صرف نبی کی ہے جو ذات کائنات کے حقائق کو بلا حجاب ملاحظہ کرتی

ہے۔ جہاں زمانی اور مکانی فاصلوں کا اعتبار نہیں ہے اور جس ذات کا رابطہ علیم وخبیر خدا سے براہِ راست ہے، راہنمائی کی سزاوار وہی ذات ہے۔ قیادت کا حق اسی کو حاصل ہے اور کامیابی کی راہ اسی کی راہ ہے۔

اسلام جس طرح ہماری انفرادی زندگی کا دین ہے اسی طرح ہماری اجتماعی زندگی کا دین بھی ہے۔ جس طرح وہ عبادت کے طریقے بتاتا ہے اسی طرح وہ آئین سیاست بھی سکھاتا ہے۔ اس کا جتنا تعلق مسجد سے ہے اتنا ہی تعلق حکومت سے ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم کی ذات جس طرح بحیثیت معلم اخلاق ہمارے لئے اسوہ ہے اسی طرح بحیثیت ایک سیاستدان بھی نمونہ اور مثال ہے۔

عربی زبان میں لفظ سیاست تدبیر اور تدبیر ریاست، تنظیم مصالح انسانی، تدبیر امرونہی اور ولایۃ الامر پر دلالت کرتا ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں جس معاشرے کی تشکیل کی اس سے ایک ریاست بھی وجود میں آئی۔ اس سادہ سی ریاست میں آپ نے حکام ولاۃ اور عمال کا تقرر، امیر العسکر، آئمہ اور مؤذنوں کا تقرر، زکوۃ وجزیہ کے لئے محصلین کا اہتمام، مقدمات کا فیصلہ، غیر قوموں سے معاملات، اجرائے فرامین اجرائے تعزیر و احتساب وغیرہ امور سرانجام دیئے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کا تصور سیاست اپنے خاص ماحول سے ابھرا اور دین کے سرچشموں قرآن وحدیث سے سیراب ہوا۔ نہ یہ یونانی تصورات کا چربہ ہے اور نہ ہی ساسانی نظریات کا مرہون منت۔

اگر تاریخ مدینہ اور تاریخ پاکستان کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو اس میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ ریاست مدینہ بھی نظریاتی ریاست تھی اور پاکستان بھی جس طرح قریش مکہ نے ریاست مدینہ کو تسلیم نہ کیا بلکہ اس نوزائیدہ ریاست کو ختم کرنے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا بعینہ ہندوؤں نے تقسیم ہند کو قبول نہ کیا بلکہ پاکستان کو ہندوستان

میں ضم کرنے اور پاکستان کا وجود مٹانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جس طرح مدینہ میں منافقین کا ایک گروہ پیدا ہو گیا تھا اسی طرح پاکستان میں بھی منافقوں کی کمی نہیں ہے۔

قیام مدینہ کے وقت ایران اور روم کی دو سپر پاورز موجود تھیں تو قیام پاکستان کے وقت بھی امریکہ اور روس کی شکل میں دو عالمی طاقتیں موجود تھیں۔ جس طرح مہاجرین مدینہ غربت وافلاس کے عالم میں مدینہ طیبہ پہنچے تھے اسی طرح مہاجرین پاکستان کے قافلے بھی لٹے پٹے یہاں آئے تھے۔ جس طرح قریش مکہ نے مدینہ پر جنگیں مسلط کیں اسی طرح بھارت نے بھی پاکستان کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کیا۔ علیٰ ہٰذا القیاس قیام ریاست مدینہ اور قیام پاکستان کے حالات میں کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ ریاست مدینہ صرف دس سال کی مختصر مدت میں ایک مضبوط اور مستحکم ریاست بن گئی کہ پورا جزیرہ عرب جس کے زیر نگیں تھا بلکہ جزیرہ عرب کے باہر بھی اسے ایک باوقار مقام حاصل ہوا حتیٰ کہ ایران اور روم جیسی عالمی قوتیں اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ سے خوف کھانے لگیں لیکن پاکستان نصف صدی گزرنے کے باوجود مجموعی طور پر اِدبار و انحطاط کا شکار ہے۔ بہتر آدھا حصہ اس سے الگ ہو گیا اور بچا کھچا پاکستان اندرونی اور بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ آیئے حقیقت پسندی سے حقائق کا جائزہ لیجئے کہ غلطی کہاں ہوئی!۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جو ریاست جس نظریہ پر معرض وجود میں آتی ہے اس ریاست کا استحکام اسی نظریے کی پختگی ہوتا ہے۔ ریاست مدینہ کے پیچھے نظریہ اسلام کارفرما تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریاست کے شہریوں میں نظریہ اسلام اس قدر راسخ کر دیا کہ وہ اس نظریے کے تحفظ کے لئے اپنا وطن، جان، مال، اولاد سب کچھ قربان کرنے کے لئے بخوشی تیار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے پیش نظر ایک نئی

ریاست کی دریافت نہیں تھی بلکہ ایک ایسا محفوظ خطہ زمین تھا، جہاں اپنے جاں نثاروں کو منظم کر کے سیاسی اور عسکری قوت بن کر عرب کے مرکز مکہ کو کفار مکہ سے آزاد کرانا تھا لیکن اہالیان پاکستان اسی پاکستان پر قناعت کر کے بیٹھ گئے اور آزادی کے بعد اب تک مسلسل یہ بحث چل رہی ہے کہ تقسیم ہند کے پیچھے دوقومی نظریہ کا محرک کارفرما ہے یا معاشی مسئلہ۔ جب قیام ریاست کی اساس ہی مشکوک ومتنازع ہوگئی تو استحکام ریاست کی امید عبث ہے۔ اس نظریاتی پسپائی کے سبب سے ملکی اور قومی حیثیت سے ہماری بقا خطرہ میں پڑ گئی ہے۔

ہم ہندوستان میں باقی رہ جانے والی مسلم اقلیت کے حقوق کے تحفظ کے قابل نہیں رہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کا حکم جو مدینہ والوں کے لئے تھا وہ ہمارے لئے بھی ہے اور قرآن مجید پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾ (النساء:۷۵)

اور کیا ہوگیا ہے تمہیں کہ جنگ نہیں کرتے ہو راہ خدا میں حالانکہ کئی بے بس مرد اور عورتیں اور بچے ایسے بھی ہیں جو (ظلم سے تنگ آ کر) عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور بنا دے ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی دوست اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی مددگار بنا دے۔

مکہ میں کئی مسلمان تھے جن کا کفار نے مکہ میں ناک میں دم کر رکھا تھا اور وہ نہایت بے بسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے: اے غریبوں کے فریادرس، بے بسوں کے حامی، ہم پر رحم فرما اور ہمیں ان ظالموں کے ظلم سے نجات دے۔ چنانچہ وہ دن آیا

جب نبی رحمت علیہ الصلوۃ والسلام دس ہزار مسلمانوں کے ہمراہ مکہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس روز مکہ نے اپنے دروازے کھول دیئے۔ یہ حکم اب بھی بدستور ہے یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ جس خطہ زمین میں مسلمانوں پر کفار ظلم توڑ رہے ہوں تو دوسرے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان کو نجات دلائیں۔ پاکستان کی آزادی کی سزا ہندوستان میں رہنے والے مسلمان بھگت رہے ہیں۔ کشمیر کے کتنے مظلوم بوڑھے بچے اور عورتیں کفار کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ آج تک کسی حکمران نے اسلامی غیرت کے جذبے کے تحت مقبوضہ کشمیر کی آزادی اور ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کی آواز نہیں اٹھائی ہے۔ جنہوں نے دوسروں کا نجات دہندہ بننا تھا، ان کی اپنی آزادی خطرے میں ہے۔ ہم اپنے نبی (ﷺ) کی سنت سے انحراف کر کے اس ذلت اور پستی کا شکار ہو رہے ہیں۔ ہندو ہمیں تسلیم نہیں کرے گا ہمیں اپنا وجود تسلیم کرانا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت حکیمانہ طریقے سے منافقین کی سازشوں کا مقابلہ کیا۔ ان سے حد درجہ محتاط رہتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لیا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہمہ جہتی کامیابی سے سرفراز فرمایا اور منافقین اپنی موت آپ مر گئے۔ ادھر منافق ہماری صفوں میں برابر گھسے رہے۔ ہم مخلص اور منافق میں تمیز کرنے سے قاصر رہے۔ یہ لوگ کبھی کمیونسٹوں کے روپ میں رہے، کبھی قادیانی کی شکل میں رہے۔ انہیں اسلام دشمن قوتوں کی سرپرستی حاصل رہی۔ وہ اندر ہی اندر پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کرتے اور شجر اسلام کی جڑوں کو کاٹتے رہے۔ ایجنسیوں کی شکل میں یہ عناصر اتنے طاقتور ہو گئے کہ بادشاہ گر بن گئے اور ہر اقتدار کا بچاری اور طالع آزما اسلام اور پاکستان کی قیمت پر سیاسی کھیل کھیلنے لگا۔

ریاست مدینہ کے قیام کے وقت قیصر و کسریٰ دو بڑی طاقتیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دو طاقتوں کو برابر کی سطح پر رکھ کر باوقار سفارتی تعلقات قائم

کیے۔ کسی ایک بلاک کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ دوسری طرف پاکستان کی ہر حکومت نے اپنی وابستگی ایک خاص بلاک سے رکھی اور اس سپر پاور نے اپنے مفادات کی خاطر ہر موقع پر پاکستان کو استعمال کیا لیکن وقت آنے پر اس نے پاکستان سے آنکھیں پھیر لیں اور دوسرے دھڑے کی مخالفت مستزاد۔

اور اپنے حلیف بلاک کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس ملک کو اپنے اندرونی معاملات میں اس طرح دخیل کیا گیا کہ ہمارا کوئی قومی راز راز نہ رہا حالانکہ قرآن مجید پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

﴿ لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ ﴾ (آل عمران: ۱۱۸)

کہ اپنے راز غیروں کے حوالے نہ کرو۔

نتیجہ ہماری سیاسی معاشی اور دفاعی پالیسیاں اسلام آباد کی بجائے وائٹ ہاؤس میں تیار ہونے لگیں اور ہمارے حکمران اقتدار حاصل کرنے کی خاطر ملکی اور ملی مفادات کو قربان کرتے رہے۔ مہاجرین مدینہ نہایت کسمپرسی کے عالم میں مدینہ طیبہ پہنچے۔ انصار نے کھلے دل سے ان کا استقبال کیا۔ اپنے دینی بھائیوں کو اپنے گھر مال اور کاروبار میں شریک کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تعلقات کو اور مضبوط کرنے کے لئے مواخات کا سلسلہ قائم کیا۔ قرآن مجید نے انصار کے ایثار اور اخلاص کو یوں بیان کیا:

﴿ وَيُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ وَلَوۡ كَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ ﴾ (الحشر: ۹)

کہ وہ اپنے بھائیوں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود بھی حاجتمند ہوتے ہیں۔

لیکن خوددار مہاجرین نے انصار پر بوجھ بننا گوارا نہ کیا۔ وہ اپنی تجارتی مہارت سے جلد ہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ ادھر ہم نے مہاجرین کو ایک بوجھ سمجھتے ہوئے انہیں بادل ناخواستہ قبول کیا اور ان مہاجرین نے جعلی کلیم داخل کر کے ناجائز جائیدادوں پر قبضہ جمایا۔ پاکستانی کی بجائے مہاجر کو اپنی شناخت بنایا بلکہ ایک قومیت کے طور پر متعارف

ہوئے اور کسی حکمران نے انہیں ایک قوم بنانے کے لئے کبھی شعوری کوشش نہیں کی بلکہ ذاتی مفادات کی خاطر قومیتوں کو بلیک میل کیا اور یوں پاکستانی قوم اور ملت اسلامیہ کی بجائے مختلف قومیتوں میں بٹ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ تو قومی، نسلی، لسانی اور جغرافیائی تعصّبات سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ دنیوی مفادات کا کوئی لالچ دلایا، نہ کسی دشمن کے ہونے سے لوگوں سے ڈرایا۔ دنیا میں جتنے بھی سیاستدان گزرے ہیں بوجوہ انہوں نے اپنے سیاسی منصوبوں کی تکمیل کے لئے ان محرکات سے فائدہ اٹھایا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چیزوں کو فتنہ قرار دیا اور ہم اس فتنے کا شکار ہو کر اپنی ملی شناخت کھو بیٹھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاست اور تدبر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ جن اصولوں کے داعی بن کر اٹھے ان اصولوں کے مقابلے میں کبھی کوئی لچک قبول نہیں فرمائی نہ دشمن کے مقابلے میں نہ دوست کے مقابلے میں۔ آپ کو سنگین حالات سے سابقہ پڑا لیکن آپ کی پوری زندگی گواہ ہے کہ آپ نے کسی سختی سے دب کر کسی اصول کے مقابلے میں کوئی سمجھوتہ گوارا نہیں کیا۔ آپ کے سامنے پیس کش کی گئی آپ کو مختلف قسم کی دینی اور دنیاوی مصلحتیں بھی سمجھانے کی کوشش کی گئی لیکن ان چیزوں میں سے کوئی چیز آپ کو متاثر یا مرغوب نہ کرسکی۔ دنیا کے مدبروں اور سیاستدانوں میں سے کس ایسے مدبر یا سیاستدان کا نشان آپ نہیں دے سکتے جو اپنے دو چار اصولوں کے بارے میں اتنا ثابت قدم ہو سکا ہو کہ اس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ اس نے اپنے کسی اصول کے بارے میں کمزوری نہیں دکھائی۔ صرف یہی نہیں کہ آپ نے کسی ذاتی مفاد یا مصلحت کی خاطر اپنے کسی اصول میں کوئی ترمیم نہیں فرمائی بلکہ اپنے پیش کردہ اصولوں کے لئے بھی اپنے اصولوں کی قربانی نہیں دی۔ اصولوں کے لئے جان و مال اور دسری محبوب چیزوں کی قربانی دی۔ ہر طرح کے خطرات برداشت کئے اور ہر طرح کے نقصانات گوارا کئے لیکن ہر حال میں اصولوں کی حفاظت فرمائی۔ لیکن ہمارے ہاں اپنی بے اصولیوں کو جائز قرار دینے کے لئے یہ بات

بڑے تکرار سے کی جاتی ہے کہ جنگ اور سیاست میں سب جائز ہے، گویا جنگ اور سیاست بے اصولی کا نام ہے۔ ہمارے ہاں ذاتی اور گروہی مفادات کی خاطر اصولوں کو پامال کیا جاتا ہے، جس کے باعث ہم کبھی بھی سیاسی استحکام حاصل نہیں کر سکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاست اس اعتبار سے بھی ہمارے لئے اسوہ ہے کہ آپ نے سیاست کو عبادت کی طرح تمام آلودگیوں سے پاک رکھا۔ حضور کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو دوستوں اور دشمنوں سے کینہ پرور مخالفین سے لیکر مکار اور دھوکے باز حلیفوں تک واسطہ پڑا۔ آپ معاہدات جنگ وجدل اور مذاکرات کے مختلف سیاسی مراحل طے کرتے ہوئے ایک اسلامی ریاست کے سربراہ بن گئے، لیکن آپ کی سیاست اتنی پاکیزہ تھی جیسے آپ کی نماز روزہ اور دیگر عبادات۔ اس لئے کہ آپ کی دونوں چیزیں فی سبیل اللہ تھیں۔ آپ نے بیسیوں وعدے کئے لیکن کبھی ایک بار بھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ آپ نے متعدد معاہدے کئے لیکن کبھی ایک بار بھی عہد شکنی نہیں کی۔ آپ نے بے شمار سیاسی مذاکرات کئے لیکن کبھی کسی سے دھوکہ دہی اور مکروفن سے کام نہیں لیا۔ آپ نے دشمنوں کو پچھاڑا لیکن دھوکے سے نہیں ہمت وجرأت، قوت بازو اور تائید ایزدی سے پچھاڑا۔

لیکن ہمارے ہاں سیاست ایک منافع بخش کاروبار کی حیثیت اختیار کر گیا۔ نفع اندوزی اور اقرباء پروری کا ذریعہ بن گیا۔ دھوکہ دہی اور فریب کا دوسرا نام سیاست پڑ گیا۔ آج ایک شخص دولت کے زور پر ایوان میں جاتا ہے اور اس خرچ کی ہوئی دولت کا کئی گنا وصول کرتا ہے۔ ارکان اسمبلی کی خرید وفروخت اور سیاسی رشوت کا بازار گرم ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عام آدمی کے مقابلے میں صاحب اقتدار کا جھوٹ سنگین قرار دیا، ہمارے ہاں جتنا بڑا حاکم اتنا بڑا جھوٹ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے ہر پہلو میں سادگی کا خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ مرکز اسلام مسجد نبوی کی تعمیر کی تو اتنی سادہ بنائی کہ چھت پر کھجور کی شاخوں کا چھپر اور

مٹی کی دیواریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے مسجد کے ساتھ جو کمرے بنوائے وہ بھی کچے اور اتنے چھوٹے کہ نماز پڑھتے ہوئے کمرے کے دوسرے مکین کو سجدے کے لئے پاؤں سمیٹنے پڑیں۔ بوریہ پر بستر لگا ہوا۔ بستر میں بھی صرف کھجور کی چٹائی جو جسم پر اپنے نقوش چھوڑ دے۔ ایک دفعہ کسی ام المومنین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام کی خاطر کپڑا دوہرا کر کے چٹائی پر بچھا دیا تو آپ کو ذرا گہری نیند آ گئی۔ جاگنے پر آپ نے ایسا بستر بنانے سے منع فرما دیا اور فرمایا: مجھے ان آرام دہ بستروں سے کیا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تقاضا کیا کہ قیصر و کسریٰ تو عیش کریں اور آپ کے جسم پر بوریا اور چٹائی کے نشان ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: ابن خطاب! میں اس سوار کی مانند ہوں جو کسی چھاؤں میں تھوڑی دیر دم لیتا ہے اور پھر اپنی منزل کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہ سادگی صرف رہائش میں نہیں تھی بلکہ لباس اور کھانے میں بھی تھی۔ مکان میں سادگی، رہائش میں سادگی، لباس میں سادگی، خوراک میں سادگی، آپ کی شخصیت اور عوام کے درمیان کوئی پردے حائل نہ تھے۔ یہ پردے کھڑکیوں پر تھے نہ دیواروں پر۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی سادگی دوستوں اور اجنبیوں میں احساس اپنائیت پیدا کرتی۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت بلالؓ کسی احساس کمتری کا شکار نہ ہوتے تھے اور مالدار صحابہ (رضی اللہ عنہم) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سادگی سے احساس برتری میں مبتلا نہ ہوتے تھے۔ معاشرے میں مساوات کا رنگ غالب رکھنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ سادگی زبردست نفسیاتی اور معاشرتی حکمت پر مبنی تھی۔ ذرا اپنے سیاستدانوں اور اہل اقتدار پر نظر ڈالیں۔ اہل سیاست کے لئے طمطراق سیاست کے لوازم میں سمجھا جاتا ہے۔ اپنوں اور بیگانوں پر اپنی سطوت اور دبدبہ قائم کرنے کے لئے کچھ باتوں کو ضروری سمجھا جاتا ہے، ورنہ سیاست کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ جب یہ لوگ نکلتے ہیں تو جلوس کی شکل میں، جہاں وہ ظاہر ہوتے ہیں، ان کے نعرے بلند کرائے جاتے ہیں، جہاں وہ

اترتے ہیں ان کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ جلسوں میں ان کی خدمت میں ایڈریس پیش کیئے جاتے ہیں اور ان کی شان میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔ جب وہ مزید ترقی کر جاتے ہیں تو ان کے لئے قصر وایوان سجایا جاتا ہے۔ جب وہ سڑک پر نکلتے ہیں تو دوسروں کے لئے سڑک بند کردی جاتی ہے۔ ساری سکیورٹی اصحاب اقتدار کے لئے وقف ہے جس کے باعث عوام غیر محفوظ ہو کر رہ گئے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاست کا ابھرا ہوا وصف یہ ہے کہ آپ نے اپنوں اور بیگانوں سے دوستوں اور دشمنوں سے عادلانہ سلوک فرمایا۔ کسی بھی حکومت کی کامیابی کا معیار ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ اس حکومت کے زیر سایہ رہنے والی رعایا کو ان کے حقوق مل رہے ہیں یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دشمنوں کے ساتھ صرف انصاف ہی نہیں کیا بلکہ احسان بھی فرمایا اور اصحاب سیاست کو ایک درس دیا کہ حکومت کفر کے ساتھ تو رہ سکتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ نہیں۔ جو حکمران اقتدار کے نشے میں مست اپنے عوام کے احوال سے بے خبر ہیں ان کا اقتدار جلد ختم ہو جاتا ہے۔ ہمارے ارباب سیاست وحکومت نے قومی وسائل کو جس بیدردی سے لوٹا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ درآمدات اور برآمدات میں کمیشن، ترقیاتی کاموں میں ہیرا پھیری، میرٹ کی بجائے رشوت اور سفارش پر تقرریاں، قومی بنکوں سے قرضے لیکر ہڑپ کرنا اور اس طرح کے بے شمار مظالم ہیں جو مجبور عوام پر روا رکھے گئے ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانہ اقدس میں مہینوں آگ نہیں جلتی تھی لیکن عوام کو فقر و فاقہ کی شکایت نہیں تھی، مساوات اور عدل کا جو معیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم فرمایا اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

حاضرین مکرم! جب ہم دین اسلام کو مکمل ضابطہ حیات مانتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنے لئے اسوہ حسنہ یقین کرتے ہیں تو آیئے اپنے ان الجھے ہوئے سیاسی مسائل کو سیرت نبوی کی روشنی میں حل کریں۔ ہماری تمام پریشانیوں کا

حل دررسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کامل وابستگی میں ہے۔اگر ہم نے آپ کی سیرت سے اپنی روزمرہ زندگی میں راہنمائی حاصل نہ کی تو ہمیں آپ سے اپنی غلامی کی نسبت جوڑنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

وآخردعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت اور ضرورت

علامہ محمد افضل کوٹلوی

سابق سیکرٹری جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

جو لوگ حالات حاضرہ اور تحریکات جدیدہ پر گہری نظر رکھتے ہیں وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اسلام دشمن طاقتیں مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے عقائد ونظریات پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ مغربی افکار ونظریات کا سیلاب اُمڈتا چلا آرہا ہے۔ مغربی طاقتیں خطرناک انداز میں مسلمانوں کو اسلامی نظریات سے برگشتہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں، اخبارات و رسائل ہوں یا ادبی لٹریچر سب کا انداز ایک جیسا ہے۔ مقصد مسلمانوں کے ایمانوں کو کمزور کرنا ہے۔

اس سے پہلے بھی انیسویں صدی عیسوی کی ابتداء میں یہود ونصاری نے باطل نظریات کے ذریعہ مسلمانوں کے عقائد ونظریات پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی تھی۔ کارل مارکس نے مادی فلسفہ حیات کا نظریہ پیش کرتے ہوئے خالص مادی بنیادوں پر معاشی اور سیاسی نظام مدون کر کے اسے کمیونزم کا نام دیا تھا۔ فرائڈ جو تحلیل نفسی کا علم بردار سمجھا جاتا ہے اس کا نظریہ یہ تھا کہ انسانی زندگی جنسی خواہشات کے گرد گھومتی ہے، نہ خدا ہے نہ آخرت۔ ایڈلر جو ماہر نفسیات مانا جاتا ہے اس نے زندگی کی غایت صرف حصول اقتدار قرار دی تھی۔ اس کے نزدیک تقویٰ وطہارت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ لینن اور ٹرائسکی نے شکم کو انسانی زندگی کا محور قرار دیا تھا۔

یہ سارے نظریات اسلامی تعلیمات کے خلاف تھے۔ ان نظریات کا مقصد

مسلمانوں کو دینی اقدار سے منحرف کرنا تھا۔ علامہ اقبالؔ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:

دین آں پیغمبر حق ناشناس

بر مساوات شکم دارد اساس

ایک طرف تو اس قسم کے باطل نظریات تھے اور دوسری طرف اسلام دشمن طاقتوں نے مسلمانوں کے دلوں سے محبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ختم کرنے کیلئے منظّم سازش کی۔ دشمنان اسلام یہ سمجھتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کا تعلق اپنے رسول کے ساتھ ہے، اس وقت تک ان کے دلوں سے جذبہ جہاد ختم نہیں کیا جا سکتا۔ چانچہ انہوں نے محبت رسول کو ختم کرنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو ہدف تنقید بنایا۔ دلوں سے عظمت رسول ختم کرنے کیلئے رسول اکرم نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام انسانوں کی سطح پر لا کر پیش کرنے کی کوشش کی۔ رسول سے غلطیوں کے صدور کے عقیدہ کی تبلیغ کی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا انکار کرتے ہوئے ایک عام انسان ثابت کرنے کی سعی ناکام کی گئی اور ختم نبوت کا انکار کیا گیا۔ یہاں تک کہ نبوت کا جھوٹا دعوے دار پیدا کر کے انگریز کے زیر سایہ اسے پروان چڑھانے کی کوشش کی گئی۔

اس سلسلہ میں عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجی ہندوؤں نے سرتوڑ کوششیں کیں لیکن اس وقت علماءِ حق نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا۔ ایک طرف تو اخبارات اور رسالوں کے ذریعہ سے ان کے تمام اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومحامد اور آپ کی سیرت وکردار کے موضوع پر بے شمار کتابیں تحریر کیں تو دوسری طرف محافل میلاد کے ذریعہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان، فضائل ومحامد اور سیرت وکردار کے ذکر سے مسلمانوں کے عقائد ونظریات کو پختہ کیا گیا اور دلوں میں عشق مصطفیٰ کی شمعیں فروزاں کی گئیں اور معاندین اسلام کی سازشوں سے مسلمانوں کو آگاہ

کیا گیا۔ چنانچہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے گلی گلی محلہ محلہ ذکر مصطفیٰ کی محفلیں سجنے لگیں۔ ان مقدس محافل میں جہاں نعت خوانی ہوتی وہاں علماء کرام رسول اللہ (ﷺ) کی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کراتے اور باطل نظریات کا قرآن وحدیث سے رد فرماتے۔ ان محافل پاک کی برکت سے مسلمانوں کا تعلق اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور پختہ ہوگیا اور وہ ناموس رسالت پر کٹ مرنے کیلئے ہر وقت تیار نظر آنے لگے اور اس طرح میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی برکت سے ہر طرف ذکر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے چراغ روشن ہوگئے۔

محافل میلاد کے ذریعے جب باطل کے سیلاب بلاخیز کے سامنے بند باندھ دیا گیا تو انگریز کے ایجنٹوں اور ہندوؤں کے ریزہ خوار نام نہاد مولویوں نے محافل میلاد کے خلاف محاذ کھول دیا۔ محافل میلاد کو بدعت وشرک قرار دیا اور ہر ممکن طریقہ سے محافل میلاد کے انعقاد کو روکنے کی کوشش کیں۔ حلانکہ محافل میلاد کا انعقاد کوئی نئی بات نہ تھی۔ ان محافل کا انعقاد ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ عہد رسالت میں بھی ذکر حبیب کی محفل بجتی رہیں اور عہد صحابہ میں بھی، چونکہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پاک کی محافل کو محافل میلاد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور ذکر محبوب خدا ہر دور میں ہوتا رہا ہے اس اعتبار سے محافل میلاد کا وجود بھی ہر دور میں رہا ہے۔ اصحاب صفہ تو ہمہ وقت محفل میلاد سجائے رکھتے تھے۔ ایک دوسرے کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سناتے رہتے تھے۔ کبھی سرکار کے حسن وجمال کے تذکرے چھیڑتے اور کبھی سرکار کی اداؤں کا ذکر خیر ہوتا۔ کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات طیبات کو دہرایا جاتا اور کبھی آپ کے بتائے ہوئے مسائل یاد کئے جاتے۔

ہم تک اسلام کی جو تعلیمات پہنچی ہیں وہ ایسی ہی محافل پاک کی وجہ سے پہنچی ہیں۔ صحابہ کرام کا معمول تھا کہ اگر کوئی ایک صحابی رسول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے کوئی بات سنتا تو دوسروں تک پہنچاتا۔ جب صحابہ کرام کی آپس میں ملاقات ہوتی تو وہ ایک دوسرے سے فرمائش کرتے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بات سناؤ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

سنو جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری باتوں کو ان تک پہنچادیں جو اس وقت موجود نہیں، ممکن ہے جن لوگوں تک یہ باتیں پہنچائی جائیں وہ سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے اور سمجھنے والے ہوں۔

ایک اور مقام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو پرنور رکھے جس نے میری بات سنی پھر اسے خوب یاد کیا اور اس کے بعد جیسے سنا ویسے ہی اسے دوسروں تک پہنچادیا۔

چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق صحابہ کرام اس کوشش میں لگے رہتے کہ کسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سن کر دوسروں تک پہنچائیں۔

سیّدنا فاروق اعظمؓ مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلہ پر ایک انصاری بھائی حضرت عتبان بن مالک کے ساتھ رہتے تھے۔ انہوں نے باری مقرر کی رکھی تھی۔ ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جو کچھ آپ سے سنتے اپنے انصاری بھائی کو بتاتے دوسرے دن عتبان بن مالک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جو کچھ آپ سے سنتے حضرت فاروق اعظمؓ کو آ کر بتاتے۔ اکثر صحابہ کرام جو روزانہ حاضر نہ ہو سکتے تھے یہی طریقہ اختیار کرتے۔ پھر یہی دستور تابعین اور تبع تابعین میں بھی جاری رہا جو آج تک جاری ہے۔ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرہ کا سلسلہ قائم نہ رہتا تو آج رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر ادا اور آپ کی ہر ہر

بات ہم تک نہ پہنچی ہوتی۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین کے جگہ جگہ تذکرے فرمائے ہیں۔ ان کی عظمت شان کے ساتھ ساتھ ان کے پاکیزہ کردار اور عزم وحوصلہ کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اہل ایمان کو ان انبیاء کرام کی یادیں تازہ کرنے کا حکم بھی دیا گیا۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرٰهِيمَ (مریم:41)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسٰى (مریم:51)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمٰعِيلَ (مریم:54)

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ (صٓ:41)

اسی طرح اور بھی متعدد آیات مبارکہ ہیں جن میں انبیاء کرام کی عظمتوں کے بیان کے ساتھ ساتھ ان کے حسن کردار اور ان سے متعلق واقعات یاد کرنے کا حکم ملتا ہے۔ یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ ہمارے دلوں پر انبیاء کرام کا سکہ بیٹھے اور ان کی سیرت وکردار اور ان سے متعلق واقعات سے سبق اور موعظت وعبرت حاصل کریں۔

جب ان انبیاء کرام کے حالات و واقعات سیرت وکردار اور عظمت وشان کو یاد رکھنے کا حکم موجود ہے جن کی تشریف آوری خاص زمانہ اور خاص قوموں کیلئے تھی تو اس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن وجمال اور سیرت وکردار کو کیوں یاد نہ رکھیں جن کی نبوت کا سکہ قیامت تک چلے گا۔ جو قیامت تک آنے والے انسانوں اور تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور جن کا اسوہ حسنہ زندگی کے ہر شعبہ میں راہنمائی کرتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرہ وتذکیر کا دوسرا نام محافل میلاد ہے۔ اس اعتبار سے آج بھی انہی محافل میلاد کے ذریعے

لوگوں تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کے تذکرے پہنچتے ہیں۔ آپ کی نورانی اداؤں کا ذکر لوگوں کو سنایا جاتا ہے۔ آپ کی سیرت پاک سے لوگوں کو آشنا کرایا جاتا ہے۔ آپ کی پاکیزہ تعلیمات سے لوگ انہی محافل میلاد کے ذریعہ سے روشناس ہوتے ہیں۔

معاندین اسلام کا یہ کہنا کہ محافل میلاد کا انعقاد بدعت ہے کسی طرح بھی درست نہیں۔ حضرت شیخ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کی خدمت میں ایک مولوی حاضر ہوا اور حالات کا شکوہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ حضور مسلمانوں میں بدعت عام ہوگئی ہے۔ جگہ جگہ میلاد کی محفلیں ہونے لگی ہیں، چراغاں کیا جاتا ہے، جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا مولوی! یہ تو بتا کہ بدعت کی تعریف کیا ہے؟ اس نے کہا کہ جو چیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہو اور بعد میں نکالی جائے وہ بدعت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی یہ تو بتا کہ یہ زمانہ کس کا ہے؟ کیا یہ زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ نہیں؟ انہی بزرگوں کی ملاقات کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے ایک خادم کے ذریعے حاضری کی اجازت چاہی۔ حضرت نے فرمایا اس کا باپ بھی عالم، اس کا دادا بھی عالم۔ یہ یہاں کیا لینے آتا ہے؟ پھر فرمایا بلالاؤ۔ جب اعلیٰ حضرت حاضر ہوئے تو دوران گفتگو حضرت نے دریافت فرمایا میلاد کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ''محافل کا انعقاد مستحب ہے'' حضرت نے فرمایا آپ لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں اور میں سنت مانتا ہوں۔ صحابہ کرامؓ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے' یہی نا کہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا، انہوں نے یہ معجزے دکھائے، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ محافل میلاد کی اہمیت وضرورت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ عقائد کو پختگی، ایمان کو تازگی، تعلق بالرسالت کو استواری اور دلوں کی تسکین انہی محافل کی بدولت

ملتی ہے، بدخواہان رسالت کے اعتراضات کا جواب لوگوں تک انہیں محافل کے ذریعہ پہنچایا جاسکتا ہے، اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہونے والی سازشوں سے مسلمانوں کوانہی محافل پاک کے ذریعہ سے بچایا جاسکتا ہے۔

آج کا دور فتنوں کا دور ہے۔ اسلام کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں، مختلف طریقوں سے اسلامی عقائدونظریات سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہیں، الیکٹرانک میڈیااور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ سے فحاشی پھیلائی جارہی ہے۔ اسلامی تعلیمات سے بدگمان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ان تمام فتنوں کی روک تھام کا موثر ترین ذریعہ محافل میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد ہے۔

اس سلسلہ میں علمائے کرام پر بھی یہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ حالات اور جدید نظریات پر گہری نظر رکھیں اور محافل میلاد میں لوگوں کو آگاہ کرتے ہوئے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ محافل میلاد میں محض محافل میلاد کے جواز وعدم جواز پر سارازور بیان صرف نہ کریں بلکہ محافل میلاد کے اصل مقصد کو پیش نظر رکھیں۔ غیر مستند روایات بیان نہ کریں بلکہ مستند کتابوں سے صحیح روایات بیان کریں۔ خاص طور پر اس وقت اسلام کو جن چیلنجوں کا سامنا ہے ان کو موضوع گفتگو بنایا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی فلاح واصلاح کیلئے جو ارشادات فرمائے ہیں مسلمانوں کو ان سے آگاہ کیا جائے۔

غالباً 1972ع میں ڈاکٹر محمد باقر مرحوم کا ایک مضمون نوائے وقت میں شائع ہوا۔ اس میں انہوں نے بتایا تھا کہ ایک سوشلسٹ لیڈر نے ان سے طنزاً پوچھا کہ اسلام نے معاشی نظام کا کیا حل پیش کیا ہے؟ تو وہ لیڈر کہنے لگا: ڈاکٹر صاحب! اگر علماء نے اسلام کا یہ معاشی مسائل نظام کا نقشہ پیش کیا ہوتا تو سوشلزم کا نظریہ کبھی کامیاب نہ ہو پاتا۔ بات درست تھی آج بھی اس امر کی ضرورت ہے کہ محافل میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس

پہلو کو پیش نظر رکھا جائے۔ علمائے کرام میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتماعات میں جدید تقاضوں کو بھی موضوع گفتگو بنائیں۔

انسان جن مصائب وآلام میں گھرا ہوا ہے ان سے بچانے کیلئے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو تعلیمات ہیں ان کو موضوع گفتگو بنایا جائے۔ جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن صورت کے تذکرے ہوں وہاں جمال سیرت کا بھی بیان ہو۔

میلاد شریف

تہوار کیسے منایا جانا چاہئے

ڈاکٹر محمد عبدہ یمنی / ترجمہ: ریاض احمد قادری

نامور عرب دانشور اور صحافی

ہر سال جب بھی ربیع الاوّل کا مہینہ ایک بار پھر آتا ہے اور اس کی بارھویں شب آتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جس طرح نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی یاد سے تمام کائنات خوشبوؤں سے معطر ہو گئی ہو۔ دنیا کے ہر کونے میں لاکھوں کروڑوں مسلمان آپ کے میلاد شریف کے تصورات، آپ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ اور اسوہ حسنہ پر غور و فکر میں مصروف ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ ہی وہ بے مثل اور بے نظیر پیغمبر ہیں جن کی ذات ستودہ صفات میں کردار و عمل کی تمام اعلیٰ ترین صفات جمع کر دی گئیں اور آپ (ﷺ) کا اسوہ حسنہ تمام مثالی نمونوں سے اعلیٰ ترین ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (القلم:۴)

"بیشک آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین مرتبے پر ہیں"۔

اس امر میں کسی بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اس پاکیزہ اور مقدس ترین دن کے منانے کا بہترین طریقہ بچوں اور بڑوں کو اسوہ رسول اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشناس کرانا ہے تاکہ ان کے دلوں میں اپنے عظیم پیغمبر کا عشق جاگزیں کیا جا سکے۔

میری والدہ (اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے) ہم سب کو بٹھا کر سیرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتابیں پڑھایا کرتی تھیں۔ اگرچہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھیں لیکن انہیں سیرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے واقعات

زبانی یاد تھے اور اپنے رشتہ داروں، خاندان کے افراد اور ہمسایوں کو مستقل طور پر تاکید کیا کرتی تھیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبصورت حیاتِ مبارکہ کے واقعات سے شناسائی اور آگہی حاصل کریں۔

کوئی بھی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ سرور کونین، خاتم الرسل، تاجدارِ انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام کی حیات مبارکہ کے واقعات سننے کیلئے جمع ہونا افضل ترین اور بہترین کام ہے۔ اس میں رحمتوں، برکتوں اور ثمرات کا ہالہ ہے۔ جب تک کہ اسے کسی بھی شرک، بدعت یا غلط رسم کے بغیر صحیح اسلامی ماحول میں جاری رکھا جائے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ سال کے دوران کسی بھی موقع پر پڑھی جاسکتی ہے اور پڑھی جانی چاہئے۔ تاہم جب ربیع الاوّل شریف میں آپ کی یاد تازہ کی جاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں کا عشق اور محبت اور بھی زیادہ گہرا اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس کی سادہ سی وجہ یہ ہے کہ اسی مہینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ اس خاص موقع پر جب اس مقصد کیلئے جمع ہونے کا جذبہ عروج پر ہوتا ہے تو ہر مسلمان عہد حاضر اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقتوں میں گہرے رابطے اور تعلق کے احساس سے سرشار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حال ہمیں ماضی سے آشنا کرتا ہے اور آپ کی یاد سے ہمارے ذہنوں میں صدیوں پہلے رونما ہونے والے عہدِ نبوی (ﷺ) کے واقعات تازہ ہو جاتے ہیں اور ہم ان سے گہرا رابطہ پیدا کر لیتے ہیں۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی پیدائش اور حیاتِ مبارکہ کی خوشی اور حسرت ایک سچے اور حقیقی مسلمان کیلئے ہر طرح کی اچھائی اور بھلائی لاتی ہے حتیٰ کہ غیر مسلم بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے فیض اور استفادہ حاصل کرسکتا ہے۔ بت پرست ابولہب کو جب پیر کے دن یہ خبر ملی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے ہیں اور اس نے یہ پُرمسرت خبر لانے والی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ حالانکہ وہ اسلام کا

بدترین دشمن تھا۔ ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کے اس فعل کی وجہ سے اس کی قبر میں ہر پیر کو اس کا عذاب کم ہو جاتا ہے۔

اس حدیث شریف (جسے حضرت امام بخاریؒ نے بیان کیا ہے) نے امام شمس الدین الدمشقی کو یہ لکھنے پر بے ساختہ مائل کیا:

''اگر ایک کافر، جسے قرآن پاک نے بھی ابدی عذاب کے ساتھ مردود کیا، ہر پیر کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پر خوشی کا اظہار کرنے سے عذاب سے نجات پا سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے پکے سچے غلام کو توحید کی حقانیت اور صداقت پر ایمان کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد شریف پر خوشی سے کیا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔''

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اللہ کی ان پر عظیم نوازشوں اور رحمتوں کے اظہارِ تشکر کے طور پر اپنا یومِ میلاد منایا کرتے تھے۔ امام مسلم کی ایک حدیث شریف کے مطابق آپ اپنی خوشی کا اظہار روزہ رکھ کر کیا کرتے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد شریف منانے کے بہت سے وسیع اور مختلف طریقے ہیں مگر ان سب کا مقصد ایک ہی ہے، روزہ رکھا جائے، یا غریبوں میں کھانا تقسیم کیا جائے، یا ذکر الٰہی کیلئے جمع ہوا جائے یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف اور صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے اور آپ کی سیرت طیبہ کے حالات و واقعات اور آپ کے ارشادات و فرمودات کو سننے کیلئے اجتماع کیا جائے اور محفل سجائی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے حکم دیا ہے کہ ایسی چیزوں پر خوشی کا اظہار کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل و کرم ہم پر نازل ہوتا ہو۔

قرآن پاک میں ہم پڑھتے ہیں:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ﴾ (یونس 58)

''کہو کہ اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم سے اورانہیں اس سے مزید پر مسرت بناؤ''۔

اور ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بڑی رحمت حاصل نہیں کی۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ(انبیاء107)

ہم نے آپ کوتمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماضی کے عظیم مذہبی واقعات سے بہت زیادہ آگاہ اور مکمل طور پر آشنا تھے۔ جب بھی سال کے دوران کسی ایسے واقعہ سے متعلق دن آتا، آپ اس واقعہ کی یاد تازہ کرتے اوراس کی اہمیت وافادیت کواجاگر فرماتے تھے۔اس امر کی بہت سے مثالیں موجود ہیں:

مثال کے طور پر جب نبی رحمت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو یوم عاشورہ پر روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ نے ان سے اس عمل کے بارے میں دریافت فرمایا توانہوں نے کہا:

''وہ اس روز اس لئے روزہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کو اس روز نجات دی تھی اوران کے دشمن کو پانی میں غرق کیا تھا۔اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے شکرانہ کے طور پر اس کی رحمتوں کے اظہارِ تشکر کے طور پر اس روز رزوہ رکھتے ہیں''۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی نسبت ہمارا زیادہ حق ہے اور پھر حکم دیا کہ مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنا چاہئے۔

میں ہر سال ماہِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوران سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم کتب کے مطالعہ میں اپنا وقت صرف کرتا ہوں اوران کی برکتیں، ٹھنڈی ٹھنڈی رحمتیں اور پھولوں جیسی لطافتیں مجھے محسوس ہوتی ہیں۔ میں اپنے ذہن میں اس وقت کے واقعات اور سیرت طیبہ کے سنہری لمحات کوتازہ کرتا ہوں۔ جب شمع رسالت کی کرنیں

اور شعاعیں پہلی بار دنیا پر چمکیں۔ تعمیر کعبہ کے وقت ثالثی، وحی کا آغاز، لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کے رستے میں آنے والی تکالیف اور مصیبتیں جو آپ نے برداشت کیں۔ ہجرت، کفر اور گمراہی کے خلاف لڑی جانے والی مردانہ وار جنگیں۔ اسلامی ریاست کی تخلیق۔ حجتہ الوداع اور بالآخر وہ لمحہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک اور اللہ تعالیٰ کے پاس چلے جانے سے زمین پر وحی کا اختتام ہوا۔

اس مہینے کے دوران میں زیادہ سے زیادہ وقت اسی کیفیت میں گزارتا ہوں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ دراصل یہ حیران کن واقعات سارا سال میرے ذہن میں تروتازہ رہتے ہیں اور میرے تصورات وخیالات میں اس عظیم ہستی کے تمام افعال اور کردار جن کا مقصد ہی بنی نوع انسان کی تعلیم وتربیت اور رہنمائی اصلاح وفلاح اور رحمت کا مستقل حوالہ بن کر سمائے رہتے ہیں۔

کل میری بیوی اس وقت میرے پاس آئی جب میں مطالعہ میں مصروف تھا اس نے میرے سامنے پڑی ہوئی کتاب کی طرف دیکھا جو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق تھی اس نے اس کا وہ صفحہ کھولا جس پر سب سے بڑے سیرت نگار ابنِ اسحاق نے لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام الفیل میں ربیع الاوّل کی بارہویں رات پیر کے دن پیدا ہوئے۔

اس نے مجھ سے یہ دلچسپ سوال پوچھا؟

"نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی مہینہ میں کیوں پیدا ہوئے بجائے اس کے آپ رمضان شریف میں، جس میں قرآن پاک نازل ہوا، پیدا ہوتے یا ان مقدس مہینوں میں سے کسی ایک مہینے میں پیدا ہوتے جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں کی تخلیق کے وقت مقدس قرار دیا۔ یا شعبان شریف میں پیدا ہوتے جس کی ایک رات شب برأت ہے؟

وہ رُکی اور جواب کیلئے میری طرف تکنے لگی۔ میں نے ایک بار پھر کتاب کی

طرف دیکھا اور اس کا جواب ڈھونڈنے لگا مگر کامیاب نہ ہو سکا میں نے اس سے کہا کہ مجھے مزید پڑھنے اور غور و فکر کرنے کیلئے کچھ وقت دیں۔ میں خاموش ہو گیا اور اپنے آپ سے پوچھنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیوں کیا کہ یہ عظیم اور پاک پیغمبر پیر کے روز اور ربیع الاوّل کی بارہویں شب دنیا میں تشریف لائے۔ یہی تاریخ بطور خاص کیوں؟ اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔ مگر کہاں اور کیسے؟

میں نے سیرت مبارکہ کے بہت شاہکار ڈھونڈے اور انہیں پڑھا، ان کی ورق گردانی کی۔ اس خدائی فیصلہ کے بھید کو ڈھونڈنے کیلئے مفکرین اور مؤرخین اسلام کے الفاظ پڑھے۔ گھنٹوں کے مطالعہ، غور و خوض، تفکر اور مراقبوں کے بعد کتابوں سے میں نے چار حقیقتیں ڈھونڈھیں جو اس سوال کا جواب دیتی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ ہم ایک حدیث شریف میں پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے درخت کو پیر کے دن پیدا کیا جس پر نسل آدم کی حیات اور بقا کا انحصار ہے۔ اور اس کے پھل، پھول اور جڑیں وغیرہ انہیں بیماریوں سے شفا کیلئے دوا فراہم کرتا ہے۔ اور اس کو دیکھنا ہی ذہن کو خوشی، تسکین اور تازگی دیتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نسل انسانی کی خوشی اور مسرت کیلئے پیر ہی کے دن پیدا ہوئے۔ آپ اور کئی حوالوں سے بھی پیر کے ساتھ منسلک تھے۔ سیدنا ابن عباسؓ کے مطابق، اللہ تعالیٰ کے نبی پیر کو پیدا ہوئے، پیر ہی کو پیغمبر بنے اور پیر ہی کے دن آپ نے حجرِ اسود کو اوپر اٹھایا۔

دوسری بات یہ کہ میلاد الرسول کے مہینے کا عربی نام موسم بہار کو ظاہر کرتا ہے۔ جو کہ تشکیل نو، تخلیق اور تجدید کا نام ہے۔

☆ شیخ ابو عبدالرحمٰن الثیقلیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"ہر انسان اپنے نام اور اپنے حالات سے کسی نہ کسی حوالے سے منسلک

ہوتا ہے۔ جب ہم موسم بہار کی طرف دیکھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ وہ مہینہ ہے جب خالق دو جہاں اور رزاق مخلوقات زمین کا سینہ کھولتا ہے تا کہ وہ اپنے اندر چھپی ہوئی اس کی رحمت کو باہر ظاہر کر سکے جس کو اس کے بندے پیدا نہیں کر سکتے۔ بیج اپنا سینہ کھولتے ہیں اور بے شمار قسموں کے پودے پیدا کرتے ہیں جو یہ دیکھنے والے کو خوشی اور مسرت سے مالا مال کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ خاموش ہوتے ہیں مگر اپنے پھل کے پکنے کا زبان حال سے اعلان کرتے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد شریف بھی اس کے ساتھ قریبی مشابہت رکھتا ہے۔ بہار کے نام والے اس مہینے میں آپ کی ولادت باسعادت اہل ایمان کی بقا اور نشو ونما اور تحفظ کی اعلیٰ ترین شکلیں پیش کرتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین رحمت کا اعلان کرتی ہے جس کی عظیم ترین شکل، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت اور وسیلہ جمیلہ سے صراط مستقیم کی طرف ہدایت اور رہنمائی کا عطا ہونا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ، شیخ محمد یوسف الصالحی تحریر فرماتے ہیں:

''کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ بہار کا موسم تمام موسموں سے زیادہ خوبصورت اور معتدل موسم ہے۔ جس میں نہ شدید گرمی ہوتی ہے اور نہ شدید سردی۔ نہ ہی دنوں اور راتوں کی مبالغہ آمیز طوالت ہوتی ہے یہ سال کا وہ وقت ہوتا ہے جب لوگ سب سے زیادہ تروتازہ ہوتے ہیں۔ وہ راتوں کو وقف عبادت اور دن کو روزہ میں راحت اور مسرت محسوس کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس سنت اور قانون کی صحت بخش فطرت اور معتدل مزاج کو ظاہر کرتا ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے''۔

چوتھی بات یہ ہے کہ یہ معاملہ بھی مبنی بر حقیقت کہ بعض اوقات رب العزت کچھ واقعات اور لمحات کو مقدس ومتبرک بنانا چاہتا ہے۔ وگرنہ ایک وقت جو بانجھ اور خالی خولی ہو،

ایسی ہی کسی خاص خوبی سے بھر دیا جاتا ہے۔اور متبرک و مقدس بنا دیا جاتا ہے، جس سے لوگ استفادہ کرتے اور فیض اٹھاتے ہیں۔

ظاہری بات ہے کہ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں پیدا ہوتے۔یا کسی بھی مقدس مہینوں میں سے کسی ایک میں پیدا ہوتے یا شعبان کے مقدس مہینہ میں تشریف لاتے تو کچھ لوگ یہ کہہ سکتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مقدس مہینوں کی وجہ سے معزز و محترم قرار پائے ہیں۔لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا دانشمندانہ اور پُرحکمت فیصلہ تھا کہ آپ ربیع الاوّل شریف کے مہینہ کو مقدس و متبرک بنانے کیلئے اس مہینہ میں تشریف لائے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر جنتوں کو دی وہ سج گئیں۔جب زمین کی مٹی نے آپ کی ولادت کی خبر سنی تو وہ سرسبز ہوگئی۔ایک دن جس کی صبح تاریخ کا حصہ ہے اور جس کی شام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جگمگ جگمگ ہے"۔

جو کچھ میں نے کہنے کی کوشش کی ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ میلاد النبی (ﷺ) خدا کے منتخب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ کرنے کے سوا کچھ نہیں۔اس میں اسلامی آداب کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔تو یہ وہ فعل ہے جس کو سارے علماء ومشائخ بھرپور طریقے سے تسلیم کرتے ہیں۔

یہ دن ہمیں سیرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رابطہ پیدا کرنے کا بہترین موقعہ فراہم کرتا ہے۔اس سے ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات، آپ کے اسوہ حسنہ، آپ کے کردار و عمل کے شاندار نمونے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت کا پتہ چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور تمام معاملات میں آپ کا نمونہ مدنظر رکھنے کا حکم دیا ہے۔اس کی اہمیت ہمارے دلوں میں اجاگر ہوتی ہے۔

یادرکھیں نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیوں، اسوہ حسنہ اور سیرت طیبہ کے بارے میں جاننے ہی سے ہم آپ پر پختہ ایمان رکھ سکتے ہیں۔ صرف آپ کی سیرت طیبہ اور حیاتِ مبارکہ کو سننے اور اس پر عمل کرنے ہی سے ہمارے دلوں میں آپ کا حقیقی عشق پیدا ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بذات خود بیان فرمایا ہے:

''ہم آپ کو پیغمبروں کی کہانیاں بتاتے ہیں تاکہ آپ کے دل کو پختہ کیا جاسکے''

اے اللہ ہمارے دلوں میں اسلام کو پختہ کردے۔ ہمارے ایمان پختہ اور سچا کردے اور ہمیں نبی الحرمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت اور عشق صادق عطا فرما۔ آمین۔

زمانوں کا زیور (محفلِ میلاد)

نورہ عبدالعزیز/مترجم بشیر احمد رضوی

نامور عرب دانشور اور صحافی

عرب دنیا سے ایک نمائندہ مضمون ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ جو مدینہ منورہ کے عربی روزنامہ المدینہ میں مورخہ 6/جولائی 1998 کو شائع ہوا تھا۔ اس کی مصنفہ نورہ عبدالعزیز ہیں جو مدینہ منورہ کی مشہور ادیبہ ہیں۔ ترجمہ محترم پروفیسر بشیر احمد رضوی پنڈی گھیب نے کیا ہے۔

"ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ (ﷺ)، جو سراپا ہدایت ہیں، پیدا ہوئے تو کائنات روشن ہو گئی، زمانے کا چہرہ تصویر تبسم بن گیا اور لب محو ثناء ہو گئے۔ روح القدس (جبریل امین علیہ السلام)، ان کے ارد گرد ملائے اعلیٰ والے بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ ظہور قدسی سے خوش ہے۔ عرش، جنت اور سدرۃ المنتہیٰ نازاں ہیں"۔ (ترجمہ اشعار امیر الشعراء احمد شوقی)

اے رسول اعظم (صلی اللہ علیک وسلم)! عالم بشریت میں آپ کے ظہور کا دن بلاشبہ بے مثال دن ہے۔ یہ دن سارے زمانے کا زیور ہے۔ سوموار ۱۲/ربیع الاول، عام الفیل (بمطابق ۲۰/اگست ۵۷۰ عیسوی) جیسا دن تاریخ انسانی میں دوبارہ نہیں آیا۔

اے رسول کریم (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ کی ولادت کے دن زمین و آسمان بے مثل و یکتا نور سے معمور ہو گئے۔ نسیم مشکبار کے جھونکے آنے لگے، بشارتوں والے کی آمد سے زمین مہک اٹھی، شیاطین آسمان پر جا کر چوری چھپے سننے سے روک دیئے گئے۔ پھر اب جو (جن) سننے کی کوشش کرے گا تو وہ پائے گا اپنے لئے کسی شہاب کو انتظار میں (الجن:۹)

کسریٰ کا تخت ہل گیا، اس کے محل کے کنگرے گر پڑے اور مجوسیوں کی آگ بجھ

گئی۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ رسالت عظمیٰ کی ادائیگی کے لئے نبیِ رحمت (ﷺ) کی تشریف آوری سے سرکشی وظلم کے دور کا اختتام اور عدل وانصاف کی حکمرانی کا آغاز آ گیا ہے۔

زمانوں کو نور بخشنے والے اے سراج منیر آپ نے اپنے یوم ولادت کی عظمت وشان کو پہچانتے ہوئے روزے کی عبادت سے اس کی تعظیم فرمائی اور جب آپ سے پیر کے روزے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر قرآن اترا۔

اے رسولوں کے سردار آپ جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہودیوں کو یوم عاشور کا روزہ رکھتے پایا تو ان سے استفسار کیا تو تم یہ روزہ کیوں رکھتے ہو؟ آپ سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن ان کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے شر سے نجات بخشی اور ان کے دشمن فرعون کو غرق کیا تھا تو وہ اللہ کی نعمت سے شکرانے کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔ یہ سن کر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں پس آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا تھا اور اس کا حکم بھی دیا تھا۔

عزت وجلال والے پروردگار نے اپنی حکمت سے ربیع الاول کو آپ کی ولادت کے لئے منتخب فرمایا کیونکہ لفظ ''ربیع'' خیر وبرکت کے لئے نیک فال اور بشارتوں کا حامل ہے جیسا کہ اے خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیک وسلم) آپ سب جہانوں کے لئے خیر وبرکت کی بہار ہیں اور آپ کی محبت ہمارے دلوں کے لئے موسم بہار بن گئی ہے۔ اس لئے کہ ماہ ربیع الاول اور روز پیر آپ کی ولادت سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو آپ کی خوشخبری دی تو وہ سج گیا اور آپ کی تشریف آوری سے زمین پر کستوری کی خوشبو پھیل گئی۔

زمانے میں ایسا دن آیا جس میں محمد ﷺ کی ولادت ہوئی تو زمانے کی تمام صبحیں اور تمام شامیں پاکیزہ اور حسین ہو گئیں اور اسی طرح اے متقیوں کے امام (ﷺ) جب بھی زمانے کی گردش ربیع الاول کو لے کے آتی رہے گی، سوموار ۱۲ ربیع الاول عام الفیل کی یادوں کی خوشبو سے تاریخ کی منازل مہکتی رہیں گی۔ جان ودل ایسے دن کی دائمی یاد سے شاداں

وفروحاں ہوتے رہیں گے، جو بے مثال ہے اور جس میں کائنات نور وضیاء اور سعادت ورحمت سے معمور ہوگئی تھی۔

ہمیں حکم بجالانے میں اپنی کوتاہی کا علم ہے تو اے شفاعت (کرنے کا شرف پانے) والے نبی شفیع! ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ ہمیں اس دن آپ کی شفاعت نصیب ہو، جس دن بارگاہ الوہیت میں آپ کی جو قدر ومنزلت ہے ہماری مخلوق پر عیاں ہوگی اور یہ کہ ہمارا حشر آپکے پیچھے لواء الحمد کے نیچے ہو۔ آپ پر اللہ کے درود سلام اور رحمتیں ہوں۔ اے نبی کریم! علیک الصلوۃ والسلام، جب آپ کی سیرت معطرہ کا پڑھنا سارا سال مطلوب ہے تو آپ کی ولادت شریفہ کے ماہ مبارک میں مدارس وجامعات میں، گھروں میں، ہر مقام پر دوست احباب کی محفلوں میں، مساجد کے اندر درس کے حلقوں میں اور خلوتوں میں اس کے مطالعہ کی ضرورت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے تا کہ آپ کے ہر واقعہ میں آپ کی سیرت پاک آپ کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر حدیث کے بارے ہماری سمجھ میں وسعت اور گہرائی زیادہ ہو۔

اے اللہ کے اور ہمارے محبوب (ﷺ) اپ کی محبت' آپ کی آل پاک' آپ کے صحابہ کرام' تابعین اور صالحین کی محبت کا پودا چھوٹی عمر میں ہی ہمارے دلوں میں لگا دینا چاہئے جب سے بچہ بولنا شروع کرنے لگے تو جس طرح ہم بچے کے لئے بہترین غذا منتخب کرتے ہیں تا کہ اس کا جسم مضبوط ہو، اسی طرح ہمیں چاہئے کہ ہم اس کے لئے اللہ کے دین کی فہم' اس کی محبت اور اس کے رسول صادق وامین اور بشیر ونذیر (ﷺ) کی محبت منتخب کریں تا کہ اس کا ایمان پختہ ہو اور وہ صراط مستقیم کے قریب ہو جائے۔"

مدینہ طیبہ میں محفل میلاد

ہم مدینہ منورہ میں اہل مدینہ کی جانب سے منعقدہ ایک خوبصورت روحانی محفل کا احوال بیان کرتے ہیں، جو محترم اصغر علی نظامی کی پنجابی ڈائری عرب نامہ سے لیا گیا ہے۔

11 ربیع الاوّل شریف 1419ھ (5 جولائی 1998ء بروز اتوار)

ربیع الاول شریف کی آمد کے ساتھ ہی سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام مدینہ طیبہ میں روزانہ محفل میلاد سجا بیٹھتے ہیں۔ عرب یا غیر عرب سب کے گھروں میں خوشیوں کی محسوس لہریں دیکھی جا سکتی ہیں۔ آج درویش ہدایت اللہ صاحب کے ساتھ ان محافل میں شرکت کا پروگرام بن گیا ہے۔ ان شاء اللہ آج رات ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب کو ساتھ لے کر پہلے بن لادن والوں کی محفل میں حاضری ہوگی اور پھر حضرت مولانا فضل الرحمٰن قادری مدنی مدظلہ العالی کی محفل میں شرکت کا ارادہ ہے۔

عشاء کی نماز کے بعد حرم شریف کے اندر ہی بہت سے احباب سے ملاقات ہوگئی۔ جدہ سے آئے ہوئے لیاقت صاحب، حکیم نذیر احمد چشتی گولڑوی، چوہدری اصغر صاحب، نور محمد جرال صاحب اور دیگر دوستوں سے علیک سلیک ہوئی۔ قبلہ حضرت پیر محمد کرم شاہ اور سیّد زبیر شاہ صاحب آف چکوال کیلئے فاتحہ خوانی کی گئی۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان غلاموں کے ذکر سے روح کو لذت اور ایمان کو تقویت ملی۔ آنے والی جمعرات کو حکیم نذیر احمد چشتی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی محفل میلاد میں شرکت کی دعوت نور محمد جرال نے دی اور ساتھ ہی کہا کہ مجھ سے نعت بھی سنی جائے گی۔ میں نے عرض کیا: "نعت تو قاسم بھائی ہی پڑھیں گے"۔ قاسم بھائی کے لئے بلندی درجات کی دعا ہوئی۔ نور صاحب نے

کہا: عید میلاد کے ساتھ قاسم بھائی کی محبت کا کتنا بڑا ثبوت ہے کہ ان کی یاد آج میلاد کی مبارک رات حرم پاک کے صحن کے اندر چھتریوں کے سائے کے نیچے کتنے خوبصورت انداز میں آئی ہے۔

قاسم صاحب جدہ کے رہنے والے تھے وہ ہر ماہ کی بارھویں تاریخ کو ختم پاک کے سلسلہ میں مدینہ شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہ جدہ سے ہی خشک میوہ جات صاف کر کے ساتھ لاتے تھے اور یہاں مزے مزے کے کھانے پکا کر ختم شریف کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ ان کا مکمل نام تھا۔ الحاج محمد قاسم القادری المعروف قاسم بھائی یارسول اللہ والے۔ وہ کینسر کے مرض میں مبتلا ہو کر شہادت کی موت پا گئے۔ کراچی کے ایک ہسپتال میں زیرِ علاج تھے۔ عید میلاد والے دن ہسپتال سے باہر آ گئے۔ کار پر سبز رنگ کے جھنڈے لگا کر سارا دن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جلوس میں شرکت کی اور شام کو واصل باللہ ہو گئے۔ ربّ کریم ان کے درجات میں اضافہ کرے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے یارسول اللہ! صلی اللہ علیك وسلم کی شناخت کے باعث جنت میں بھی یارسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے داخل ہونا ہے۔ رحمه الله رحمته واسعة۔

بابِ بلال رضی اللہ عنہ سے باہر نکلے روضۂ پاک کی زیارت ہوئی۔ جنت البقیع کے پاس پہنچ کر فاتحہ پڑھی اور درویش ہدایت اللہ صاحب کی گاڑی تک پہنچے۔ پرانی جدہ روڈ پر واقع الخضری کے رہائشی کیمپ سے ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب کو لینا تھا۔ پرانی جدہ روڈ پر گاڑی دوڑنے لگی تو درویش صاحب نے قوالی کی کیسٹ لگائی لیکن پھر فوراً بند کر دی اور یہ بات بتائی:

> ایک بار قبلہ پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (بھیرہ شریف والے) کے ساتھ عمرہ ادا کیلئے روانہ ہوئے، یہ جو میقات سامنے نظر آ رہی ہے، یہاں ہم نے احرام باندھا۔ عمرہ کی نیت کی اور عصر کی نماز مسجد میقات میں ہی ادا کی۔ طریق الہجرہ پر جا کر کار میں نئی قوالی کی ایک کیسٹ آن کر دی۔ قوالی میں مدینہ منورہ سے جدائی کا ذکر تھا۔ قبلہ

پیر صاحب پر بہت زیادہ رقت طاری ہوئی اور آپ نے فرمایا "درویش صاحب واپس سرکار کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے چلو۔ طریق الہجرہ پر کئی کلومیٹر سفر کرنے کے بعد دوبارہ حرم شریف واپس آئے۔ پیر صاحب نے مواجہہ شریف پر حاضری دی اور پرنم آنکھوں کے ساتھ اپنے اور اپنے غلاموں کیلئے عرضیاں پیش کرتے رہے۔ اس لمبی حاضری کے بعد دوبارہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر عمرہ کیلئے روانہ ہوئے۔

درویش صاحب سے اس منفرد موضوع پر سوال جواب کے بعد ہم پرانی مدینہ جدہ روڈ پر واقع الخضری کیمپ پہنچے تو عبدالعزیز صاحب ہمارے منتظر تھے۔ انہوں نے بسکٹ اور کیلے کے ملک شیک کے پیکٹ پیش کئے۔ ہم کیمپ والی چھوٹی سڑک سے جدہ مدینہ والی پرانی سڑک پر چڑھے تو عبدالعزیز صاحب نے اشارہ کیا کہ دیکھو جناب حرم پاک کے مینار اس مقام سے نظر آرہے ہیں اور ہمارے اس علاقے کا نام المفرحات ہے۔ واقعی جس جگہ سے حرم طیبہ کے عشرہ کاملہ والے دس مینار نظر آنے لگتے ہیں۔ اس جگہ کا نام المفرحات ہی ہونا چاہئے۔

مسجد میقات اور مسجد قُبا کے پاس سے گزرتے ہوئے مسجد جمعہ سے اگلی گلی میں طارق بن لادن ہسپتال کے قریب آل بن لادن کے گھروں کے قریب پہنچ گئے۔ عاشق لوگ نئے نئے معطر لباس زیب تن کئے، بن لادن والوں کے گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ ہم نے بھی ان کی اتباع کی۔ اصل اتباع تو عبدالعزیز صاحب نے کی کیونکہ وہ نیا کُرتہ شلوار اور سفید رنگ کی واسکٹ پہن کر اور خوب تیار ہو کر محفل میں شرکت کرنے آئے تھے۔ سرکار ابد قرار علیہ السلام اپنے غلاموں کو خوش دیکھ کر ضرور مسکراتے ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بن لادن والوں نے اپنی رہائش پر خوب لائٹنگ کی ہوئی تھی۔ بہت بڑے لان میں شامیانے لگے ہوئے تھے اور چاروں طرف ایئر کولر چل رہے تھے، جو ٹھنڈی ہوا دینے

میں مصروف تھے۔ سٹیج اور ساؤنڈ کا انتظام بھی نہایت اعلیٰ تھا۔ جب ہم محفل میں شریک ہوئے تو شیخ محمد نمر الخطیب خطاب فرمارہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج کا ذکر ہورہا تھا۔ شیخ محمد نمر معراج شریف براستہ مسجد اقصیٰ کی حکمتوں پر روشنی ڈال رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى (سورہ بنی اسرائیل پہلی آیت) میں ربّ کریم نے مسجد اقصیٰ کا مسجد الحرام سے رابطہ بیان کیا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء اور بے شمار فرشتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا۔ دراصل خالد بن ولید یا صلاح الدین ایوبی سے بھی پہلے رب کریم بیت المقدس کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے فتح کرواتا رہا ہے۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ بالآخر مسجد اقصیٰ پر نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم ہی گاڑا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سرکار کریم علیہ الصوۃ والتسلیم عرش سے ہمارے لئے نماز کا تحفہ ساتھ لے کر آئے۔ اب جو لوگ نماز کی پابندی کرتے ہیں وہی آپ کے محبوب ہیں۔ ربّ کریم ہمیں ایسے ہی لوگوں میں رکھے، اُنہی میں موت دے اور اُنہی کے ساتھ ہی قیامت میں اُٹھائے۔ آمین۔

شیخ نمر الخطیب نے مزید بتایا کہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا بحر ہیں جس کا کوئی ساحل نہیں۔ آپ مخلوقات میں ایسے اوّل ہیں کہ آپ سے پہلے کوئی نہ تھا اور آپ ایسے آخر ہیں کہ آپ کے بعد کوئی اور نہیں۔ قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربّ کریم کے عرش کے نیچے سجدے میں چلے جائیں گے۔ ربّ کریم فرمائے گا:

اے محمد! اپنا سر مبارک اوپر اٹھائیے۔ جو سوال کروگے پورا کیا جائے گا۔ جس کی سفارش کروگے پوری کی جائے گی۔ آج میں نے اپنا غضب ختم کر دیا ہے اور میری رحمت ہر شے پر محیط ہے۔ پھر سرکارِ مدینہ علیہ التحیہ والسکینہ جس کی سفارش کریں گے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چودھویں کی ایک رات میں ایک بار میں چاند کی جانب دیکھتا تھا اور ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخ انور کی طرف۔

خدا کی قسم، آپ کا چہرہ مبارک چاند سے زیادہ روشن اور خوبصورت تھا اور ضیاء بخش رہا تھا۔

شیخ الخطیب نے بیان کیا کہ ایک پیارے صحابی سیدنا ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت خاص کا شرف حاصل تھا۔ سیدنا ربیعہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازے کے ساتھ ہی بیٹھے رہتے تھے' تا کہ آپ سے جب بھی تہجد کے وضو کے لئے پانی مانگا جاتا تو آپ فوراً وضو کے لیے پانی حاضر کر دیتے۔ ایک رات سرکار نے فرمایا: یَارَبِیْعَۃُ سَلْ تُعْطیٰ۔ اے ربیعہ کوئی سوال کرو تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ ربیعہ الاسلمی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (آپ کی خدمت میں حاضری کے بعد) میرا کوئی سوال نہیں۔ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے دوسری بار اپنی پیشکش دہرائی۔ جناب ربیعہ نے عرض کیا۔ مجھے اس سے بڑھ کر کوئی اور طلب نہیں ہے۔ تیسری بار سرکار کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: یَارَبِیْعَۃُ سَلْ تُعْطیٰ۔ تو جناب ربیعہ نے عرض کیا:

سرکار! جنت میں آپ کی مرافقت کا سوال ہے۔ آپ نے فرمایا: ھٰذَا غَالِی' یہ تو بڑا عظیم سوال ہے۔ جناب ربیعہ نے عرض کیا۔ پھر میرا سوال تو یہی ہے (سبحان اللہ! جناب ربیعہ کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا اور عنایات کا کتنا کامل یقین تھا!)۔ چنانچہ شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے ربیعہ! اپنی خواہش کے پورا ہونے پر سجدوں کے ذریعے میری مدد کر۔ ماشاء اللہ۔ سرکار کیسی مدد طلب فرما رہے ہیں! حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس طرح مدد طلبی نے جناب ربیعہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ سجدے کرنے والا بنا دیا۔ یقیناً سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ کو جنت میں حضوری مل گئی۔

رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا (رب کریم ان پر راضی ہو اور انہیں ہم پر راضی رکھے)۔

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پیارے سچے اور سُچے غلام کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم جیسے غلاموں کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ بن جائے۔ آمین۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت پر ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو

دائیں ہاتھ کی انگلی کے اشارے سے آزاد کر دیا تھا۔ اسے بھی دوزخ میں ہر پیر کے دن اسی انگلی سے ٹھنڈا پانی پینے کو عطا ہو جاتا ہے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی منانے کا فائدہ کافر کو بھی ہے۔ اور پھر وہ شخص جو آپ کی غلامی کو اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتا ہو اور ہمیشہ سرکار کے گن گاتا ہو تو اس پر نازل ہونے والی رحمتوں کی برسات کا اندازہ کوئی کیونکر کر سکتا ہے! آپ نے تو اپنی پیدائش کے ساتھ ہی مظلوموں میں سے ایک مظلومہ لونڈی ثویبہ کو آزادی کی نعمت سے سرفراز کروا دیا اور وہ بھی کافر کے ہاتھوں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَزِدْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَآلِهٖ

اے اللہ تعالیٰ! نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس اور آپ کی آل پاک پر درود و سلام اور رحمت و برکات کا نزول جاری رکھ۔

شیخ محمد نمر الخطیب کے خطاب کے بعد ایک نوجوان نعت خواں نے دَف بجا کر عربی زبان میں بڑی پیاری نعت پیش کی۔ پھر اس کے بعد شیخ محمد عوض دامت برکاتہم العالیہ کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ آپ نے آج کی مبارک رات عطا ہونے پر شکر ادا کرنے کی تلقین کی اور سننے والوں سے یہ دعا کئی بار کروائی۔

اے اللہ! تو نے اپنا پیارا نبی صلی الله علیه و آله وسلم ہمیں عطا کر کے ہمیں عزت بخشی، تیری اس نعمت پر تیرا شکر ہے۔

شیخ محمد عوض نے بتایا کہ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ساری زندگی ہمارے لئے بشارت ہی بشارت ہے۔ اور ہمارے لئے اتنی خوش خبریاں ہیں کہ گنی نہیں جا سکتیں۔

محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

(جس نے لآ الہ الا اللہ کہا وہ داخلِ جنت ہوا)۔

ایک اور جگہ فرمایا:

مَنْ كَانَ آخِرَ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

(جس شخص کا آخری کلام لآ الہ الا اللہ ہو وہ داخلِ جنت ہوا)۔

شیخ نے کہا کہ ہمیں لا الہ الا اللہ کا حق ادا کرنا چاہئے۔ دعا ہے کہ رب کریم ہمارے دلوں سے حب الاغیار یعنی غیروں کی محبت نکال کر حب سیّد الانبیاء عطا فرمائے۔ آمین۔ مسلمان بھائیو اور عزیزو! اپنے دلوں میں حب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پودا کاشت کرلو۔ میں ایک ایسے نوجوان سے واقف ہوں جس نے اپنے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پودا کاشت کیا ہوا تھا۔ جب ڈاکٹروں نے اس کی مہلک بیماری کی وجہ سے اس کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کیا تو اس نے بڑی خوشی سے مجھے بتایا کہ شیخ محمد عوض کی خوش خبری کے مطابق میں اپنے خالق کے ساتھ ملاقات کرنے والا ہوں۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ نوجوان واصل باللہ ہو گیا' اس کے لبوں پر مسکراہٹ باقی تھی۔ یہ اس خوشی کا اظہار تھا جو اسے بوقت موت اپنے خالق کا دیدار کرنے میں ملی۔ مسلمان بھائیو! اگر آپ بھی ایسی ہی خوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر اپنے دلوں میں حب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پودا کاشت کر لیجئے۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْاِنْسَانُ یُبْعَثُ عَلیٰ مَا مَاتَ عَلَیْهِ

(انسان جس حال میں وفات پاتا ہے اُسی حال میں مبعوث ہوگا)۔

میرے عزیزو! اپنا خاتمہ کلمہ شریف اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک پر درود و سلام پیش کرتے رہنے پہ کرلو۔ سگریٹ، منشیات اور دوسری مکروہ اور حرام چیزوں سے بچتے رہو کہ پتہ نہیں کس وقت موت کا لمحہ آ پہنچے۔ اپنے آپ کو نیکوں کی محبت میں رکھو، نیکوں سے پیار کرو، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

(انسان جس سے محبت کرتا ہے (قیامت کو) اُسی کے ساتھ ہوگا)

آیئے سارے مل کر کہیں:

اُحِبُّ اللّٰهَ وَاُحِبُّ النَّبِیَّ وَاُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ

(میں اللہ تعالیٰ اسکے نبی مکرم اور صالحین سے پیار کرتا ہوں)۔

حاضرین کرام غور سے سنیے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ.

(بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے)۔

جب ہم سے کوئی غلطی ہو جائے۔ کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ ہو جائے تو جلد از جلد توبہ کر لینی چاہئے اور جب طہارت نہ ہو تو جلد از جلد طہارت کر لینی چاہئے۔ ہر وقت باوضو رہنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ بھی پسند کرتا ہے۔

اس کے بعد شیخ ابن العطاء الاسکندر کا قول بھی سماعت فرمائیں:

توبہ گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتی ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے محبت کرتے ہو، اسے بتا دو کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تاکہ لاعلمی میں کوئی غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے۔ بہت سے لوگوں نے اُٹھ کر شیخ محمد عوض کے ہاتھ چوم چوم کر کہا: "اِنِّیْ اُحِبُّكَ" میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا: یہ مقبولیت کی ساعتیں ہیں، ایک دوسرے سے محبت کا عہد کر لیجئے۔ میرے بائیں جانب بیٹھے ایک شامی دوست نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اے پاکستانی برادر، میں تجھ سے پیار کرتا ہوں، "اِنِّیْ اُحِبُّكَ" کی صدائے دلپذیر سے مدینہ منورہ کا یہ لان گونج اُٹھا۔

میرے دائیں جانب درویش ہدایت اللہ صاحب اور ان کے دائیں جانب عبدالعزیز صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے بھی ایک دوسرے سے محبت کرتے رہنے کا عہد کیا اور ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر محبت کا اقرار کیا۔ اللہ کرے مدینتہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک سرزمین پر کیا ہوا عہد آخری بلاوے تک بلکہ اس کے بعد بھی قائم رہے۔ آمین۔ جب راقم الحروف الخبر میں رہتا تھا تو اس وقت میں نے حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ایک کتاب میں پڑھا تھا۔ اسے پڑھنے

کے بعد میں نے شیخ محمد افضل صاحب سے کہا تھا: "اِنِّیْ اُحِبُّكَ" میں آپ سے پیار کرتا ہوں۔ اور آج پھر اس تحریر کے وسیلے سے میں اللہ والوں کے ہر ارادت مند اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والے ہر غلام کو "اِنِّیْ اُحِبُّكَ" کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔ خدا کرے ہم اس محبت پر قائم رہ سکیں اور اسی محبت کے ساتھ قبر اور حشر کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور شفاعت کے حق دار بن کر ہمہ وقتی دیدارِ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنت میں اکٹھے رہ سکیں۔ آمین۔

شیخ محمد عوض کے خطاب کے بعد ایک بزرگ نعت خوان نے عربی زبان میں نعت پیش کی جو کہ سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی درج ذیل نعت پر تضمین تھی:

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِىْ

وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

نعت خوانی کے دوران سب احباب نعت کے ہر بند کے بعد بلند آواز سے یہ شعر اور درود شریف پڑھتے رہے۔

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ رَوْضَةُ الْكَرِيْمْ

بِعَرُفِ شَذِيٍّ مِّنْ صَلَاةٍ وَّتَسْلِيْمْ

اے اللہ تعالیٰ! نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا شرف وسخاوت روضہ اقدس کو صلوۃ وسلام کی خوشبوؤں سے معطر رکھ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَزِدْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَآلِهٖ

اے اللہ تعالیٰ! نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس اور آپ کی آل پاک پر درود وسلام اور رحمت وبرکات کا نزول جاری رکھ۔

اس نعت کے بعد دَف والے جوان نے ایک اور نعت دَف کے ساتھ پڑھی اور بڑا سماں باندھ دیا۔ پہلے نعت خوان نے مولودِ برزنجی کا وہ بند پڑھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے متعلق ہے۔ مولانا عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ کے مریدین اور ارادت مند مولودِ

برزنجی پڑھنے کے بہت پابند ہیں۔ الـخبر میں ان کی محافل میں اکثر شرکت ہوتی تھی۔ جس کی وجہ سے یہ بند بڑا مانوس ہے۔

وَلَمَّا تَمَّ مِنْ حَمْلِهٖ شَهْرَانِ عَلٰى مَشْهُوْرِ الْاَقْوَالِ الْمَرْوِيَّةِ، تُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ اَبُوْهُ سَيِّدُنَا عَبْدُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) وَكَانَ قَدِ اجْتَازَ بِأَخْوَالِهٖ بَنِيْ عَدِيٍّ مِّنَ الطَّآئِفَةِ النَّجَّارِيَّةِ۔ وَمَكَثَ فِيْهِمْ شَهْرًا سَقِيْمًا يُّعَانُوْنَ سُقْمَه، وَشَكْوَاهُ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) وَلَمَّا تَمَّ مِنْ حَمْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّاجِحِ تِسْعَةُ اَشْهُرٍ قَمَرِيَّةٍ وَّآنَ لِلزَّمَانِ اَنْ يَّنْجَلِيَ عَنْهُ صَدَاهُ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) حَضَرَ اُمَّه، لَيْلَةَ مَوْلِدِهٖ سَيِّدَتُنَا آسِيَةُ وَسَيِّدَتُنَا مَرْيَمُ فِيْ نِسْوَةٍ مِّنَ الْحَظِيْرَةِ الْقُدْسِيَّةِ وَأَخَذَهَا الْمَخَاضُ فَوَلَدَتْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْرًا يَّتَلَأْلَأُ سَنَاهُ۔

مشہور روایات کے مطابق جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حمل اقدس کو دو ماہ ہوئے تو آپ کے والد ماجد سیدنا عبداللہ مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے جو کہ بنو عدی قبیلہ کی شاخ بنونجار میں اپنے ماموں صاحبان کے ہاں گئے ہوئے تھے۔ وہ بیماری کی حالت میں ان کے ہاں ایک ماہ ٹھہرے رہے۔ اس دوران ان کے ماموں صاحبان ان کا علاج معالجہ کرتے رہے۔ پھر جب ترجیحی روایات کے مطابق قمری حساب سے آپ کے حمل اقدس کو نو ماہ ہو گئے اور وقت آگیا کہ زمانے کی ظلمتیں دور ہوں تو آپ کی شبِ میلاد کو مقدس خواتین میں سے سیدہ آسیہ اور سیدہ مریم آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس حاضر ہوئیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے ہاں آپ کی پیدائش اس حال میں ہوئی کہ آپ کی جبین مبارک سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

پھر کھڑے ہو کر سلام پیش کیا گیا۔ عربوں کی خاص طرز پر (جو کہ صدیقی صاحب

نے اہلِ عرب کے اتباع میں اپنا رکھی تھی) صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم، کے بعد مکمل سلام پڑھا گیا۔

سلام

یَا نَبِی سَلَامٌ عَلَیکَ یَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَیکَ
یَا حَبِیْب سَلَامٌ عَلَیْکَ صَلَوَاتُ اللہ عَلَیْکَ
اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا فَاخْتَفَتْ مِنْہُ الْبُدُوْر،
مِثْلَ وَجْہِکَ مَا رَاَیْنَا قَطُّ یَا وَجْہَ السُّرُوْر،
یَا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ یَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَیکَ
یَا حَبِیْب سَلَامٌ عَلَیْکَ صَلَوَاتُ اللہ عَلَیْک
اَنْتَ شَمْسٌ اَنْتَ بَدْرٌ اَنْتَ نُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ
اَنْتَ اِکْسِیْرٌ وَّغَالِیْ اَنْتَ مِصْبَاحُ الصُّدُوْرِ
یَا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ یَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَیْکَ
یَا حَبِیْب سَلَامٌ عَلَیْکَ صَلَوَاتُ اللہِ عَلَیْکَ
یَا حَبِیْبِیْ یَا مُحَمَّدْ یَا عَرُوْسَ الْخَافِقَیْنِ
یَا مُؤَیَّدْ یَا مُمَجَّدْ یَا اِمَامَ الْقِبْلَتَیْنِ
یَا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ یَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَیْکَ
یَا حَبِیْب سَلَامٌ عَلَیْکَ صَلَوَاتُ اللہِ عَلَیْکَ
مَنْ رَّاٰی وَجْہَکَ یَسْعَدْ یَا کَرِیْمَ الْوَالِدَیْنِ
حَوْضُکَ الصَّافِی الْمُبَرَّدْ وِرْدُنَا یَوْمَ النُّشُوْرِ
یَا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ یَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَیْکَ
یَا حَبِیْب سَلَامٌ عَلَیْکَ صَلَوَاتُ اللہ عَلَیْک

پھر تمام سامعین اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور سب نے مل کر پڑھا:۔

1 وَمُحَيًّا كَالشَّمْسِ مِنْكَ مُضِيءٌ اَسْفَرَتْ عَنْهُ لَيْلَةٌ غَرَّآءُ

2 لَيْلَةُ الْمَوْلِدِ الَّذِيْ كَانَ لِلدِّيْنِ سُرُوْرٌ بِيَوْمِهٖ وَازْدِهَآءُ

3 صَلِّ يَا رَبِّ ثُمَّ سَلِّمْ عَلٰى مَنْ هُوَ لِلْخَلْقِ رَحْمَةٌ وَّشِفَآءُ

4 وَعَلَى الْاٰلِ وَالصَّحَابَةِ جَمْعاً مَا تَزَيَّنَتْ بِالنُّجُوْمِ سَمَآءُ

5 يَوْمَ نَالَتْ بِوَضْعِهٖ ابْنَةُ وَهْبٍ مِنْ فَخَارٍ مَّا لَمْ تَنَلْهُ النِّسَآءُ

6 وَاَتَتْ قَوْمَهَا بِاَفْضَلِ مِمَّا حَمَلَتْ قَبْلُ مَرْيَمُ الْعَذْرَآءُ

7 مَوْلِدٌ كَانَ مِنْهُ فِيْ طَالِعِ الْكُفْرِ وَبَالٌ عَلَيْهِمُ وَوَبَآءُ

8 وَتَوَالَتْ بُشْرَى الْهَوَاتِفِ اَنْ قَدْ وُلِدَ الْمُصْطَفٰى وَحَقَّ الْهَنَآءُ

1 اور کیا خوب ہے آپ کا چہرہ جو سورج کی طرح چمکنے والا ہے جس سے نورانی رات روشن ہوگئی۔

2 یعنی ایسے میلاد کی رات کہ جس کے جن سے دین کو بڑی خوشی اور فخر (حاصل ہوا) ہے۔

3 الٰہی! نبی مکرم پر جو کہ مخلوق کے لیے رحمت اور شِفاء ہیں صلوٰۃ وسلام نازل فرما۔

4 اور آپ کے آل واصحاب کے سبھی افراد پر جب تک کہ آسمان ستاروں سے مزیّن رہے۔

5 وہ بڑا دن کہ وہب کی بیٹی (سیدہ آمنہ) نے نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ولادت کے سبب وہ فخر حاصل کیا جو دوسری عورتوں کو نصیب نہیں ہوا۔

6 اور اپنی قوم کے پاس اُس نبی کو لائیں جو (سیدنا) عیسیٰ (علیہ السلام) سے افضل ہیں جنہیں پہلے وقتوں میں کنواری (سیدہ) مریم (سلام اللہ علیہا) اُٹھا کر لائی تھیں۔

7 یہ ایسا میلاد مبارک ہے کہ اس کے سبب کفر کے نصیب میں کفار پر بڑی وبا اور وبال آیا۔

8 اور غیبی آوازوں نے پے در پے بشارت دی کہ مصطفیٰ (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیدا ہوئے اور (اس سے) سب کو خوشی حاصل ہوئی۔

هٰذَا وَقَدِ اسْتَحْسَنَ الْقِيَامَ عِنْدَ ذِكْرِ مَوْلِدِهِ الشَّرِيْفِ اَئِمَّةٌ ذَوُوْا رِوَايَةٍ وَّرَوِيَّةٍ ۔ فَطُوْبىٰ لِمَنْ كَانَ تَعْظِيْمُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَايَةَ مَرَامِهٖ وَمَرْمَاهُ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ)

یہ تو ولادت شریف کا بیان ہوا اور بیشک آپ کے تولد شریف کے ذکر کے وقت کھڑا ہونے کو اُن ائمہ کرام نے مستحسن قرار دیا ہے جو اصحابِ روایت و درایت ہیں۔ پس خوش قسمت ہے وہ شخص جس کے مقاصد و مطالب انتہا یہی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہو۔

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ رَوْضَةَ الْكَرِيْمْ
بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِّنْ صَلَاةٍ وَّتَسْلِيْمْ

الٰہی بعطر درود و سلام
معطر کن روضۂ خیر الانام

راقم الحروف کے اندازے کے مطابق صِرف چار پانچ منٹ کے اندر سلام پیش کیا گیا۔ کیونکہ محفل کے اندر عمر رسیدہ حضرات بھی موجود ہوتے ہیں اور بیمار احباب بھی شامل ہوتے ہیں اور عرب حضرات ایسے شرکاء کا خاص خیال رکھتے ہیں۔

پھر عربی زبان میں مزید نعتیہ اشعار پڑھے گئے اور آخر میں دعا کی گئی۔ دعا کے بعد دستر خوان تیار تھے اور قسم قسم کے لذیذ کھانے حاضرین کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ جس انداز میں شیخ محروس بن لادن خود گرمجوشی سے ہاتھ بڑھا بڑھا کر محفل میں حاضری کا شرف پانے والوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے' کھانے کے بعد اسی گرمجوشی سے انہوں نے ہر ہر محبّ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الوادعی سلام پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے خلوص کو شرفِ قبول

بخشے۔ آمین۔

محفل کے اختتام پر درویش صاحب کے ہمراہ ان کی گاڑی کی جانب روانہ ہوئے۔ میں نے ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب سے آج کی محفل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ محفل تو ہمارے دل و جان میں اتر گئی ہے۔

تقریباً رات بارہ بجے حضرت مولانا محمد فضل الرحمٰن مدظلہ العالی کے گھر پر حاضری ہوئی۔ آخری نعت شریف اردو میں پڑھ گئی۔ نعت کے بعد حضرت صاحب نے خود مولود برزنجی کا وَلَمَّا تَمَّ مِنْ حَمْلِهٖ شَهْرَانِ۔۔ والا بند پڑھا اور اجتماعی شکل میں ادب سے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا گیا۔ سلام میں کچھ شعر اردو میں اور کچھ عربی میں پڑھے گئے۔ سلام کے بعد دعا ہوئی اور بار بار عالم اسلام کیلئے پاکستان کیلئے اپنے مسلک کے علماء کے لئے، مشائخ عظام کے لئے، حاضرین و غائبین، سب کیلئے دعائیں کی گئیں۔

پُر تکلف عربی، غیر عربی، پاکستانی اور بھارتی کھانوں سے مہمانوں کی خدمت کی گئی۔ دو درویش صاحب کے بچے محترم ڈاکٹر محمد عاشق صاحب کے گھر محفل میلاد میں شرکت کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کیلئے گئے ہوئے تھے۔ درویش صاحب ہمیں ہمارے گھر چھوڑ کر خود عاشقوں کے گھر تشریف لے گئے پھر ان سے ملاقات صبح اشراق کے بعد ہی ممکن ہو سکی۔

تہجد سے قبل اپنی رہائش گاہ کمرہ نمبر 105 جو کہ میانوالی جیل میں غازی علم الدین شہیدؒ کے کمرہ نمبر 105 کی نسبت سے سب کو عزیز ہے۔ اس میں چاہ اور چائے کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔ پاکستان کے مشہور نعت خوانوں کا ذکر ہوتا رہا جن میں خورشید احمد صاحب اور الیاس زاہد رحمانی صاحب کا تذکرہ بھی ہوا۔ سرکار کی بارگاہ میں حاضری کی خواہش رکھنے والے سب خوش بختوں کو مدینہ طیبہ کی حاضری کی سعادت نصیب ہو۔ آمین!

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى طٰهٰ
خَيْرِ الْخَلْقِ وَاَحْلَاهَا

دربارِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درودیوار کی

روشن تحریریں

اصغر علی نظامی

کوارڈینیٹر۔انسٹیٹوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

ھائی ٹیک یونیورسٹی ٹیکسلا

علم وتعلم کی اہمیت

اللہ تعالی نے قرآن کریم کے ذریعہ اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواور آپ کے ذریعے آپ کی امت کوطلب علم کے لئے دعاءان الفاظ میں سکھائی:

﴿رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً﴾ (طٰہٰ:114)

یعنی "اے میرے پروردگار مجھے علم میں مزید ترقی دے"۔

علم کی اہمیت کے پیش نظر حضور کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنے ماننے والوں میں سے ان لوگوں کواچھے قرار دیا جوقرآن کریم سیکھیں اور دوسروں کوسکھائیں۔حدیث شریف میں ہے:

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ (تم میں اچھاوہ ہے جوقرآن سیکھےاور سکھائے)۔

اہلِ عرب کا حافظہ باقی اقوام سے کہیں بڑھ کرتھا۔شعراء کے کلام سے لمبے لمبے قصیدے عام عرب گلہ بانوں کوزبانی یادہوتے تھےاوروہ اپنی باتوں میں زور پیدا کرنے کے لئے اشعار کی پیوندکاری کرناخوب جانتے تھے۔قرآن مجیدنازل ہونے پرکچھ عرصہ تو

☆ فاضل مقالہ نگارعرصہ بیس سال تک، مدینہ منورہ اور سعودی عرب کے دیگر شہروں میں عربی انگریزی مترجم کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔اردواور پنجابی کے معروف ادیب ہیں۔آج کل فیصل آباد میں مقیم ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مکہ کو کلام الٰہی زبانی ہی سنایا کرتے تھے لیکن جلد ہی کاتبانِ وحی نے اذن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن کریم کے نزول کے ساتھ ساتھ اس کی کتابت شروع کردی۔

کتابتِ وحیِ الٰہی کی ابتدا

جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بزعم خود معاذ اللہ' نبی آخر الزمان علیہ صلوات الرحمٰن کے قتل کا منصوبہ بنا کر گھر سے نکلے' راستے میں انہیں ان کی ہمشیرہ اور بہنوئی کے ایمان لانے کا پتہ چلا تو وہ سیدھے ان کے گھر جا پہنچے۔ اس وقت وہ دونوں میاں بیوی قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر انہوں نے قرآن کریم کے اوراق چھپا لئے۔ جب آپ نے اصرار کیا تو انہوں نے وہ اوراق آپ کو دکھائے۔ آپ نے جب کلام الٰہی سنا تو وہ سیدھا دل میں اترتا چلا گیا اور آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی میں ہی وحی الٰہی کی کتابت شروع ہو چکی تھی۔ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد تو اصحابِ صفہ علم کے مینار بنتے چلے گئے۔ غزوۂ بدر کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر بعض صحابہ کرام نے خود اور بعض کم سن بچوں نے غزوۂ بدر کے قیدیوں سے لکھنا سیکھا۔ بعض صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایماء پر یہودیوں سے عبرانی زبان کی لکھائی سیکھی۔

جب مسلمانوں پہ خوشحالی کا دور دورہ آیا تو مسلمان حکمرانوں نے جگہ جگہ اپنے رہائشی اور تفریحی محلات کے ساتھ ساتھ' مساجد و مقابر اور مزارات کی تعمیر میں مسابقت کی' اور ان عظیم عمارات کو قرآنی آیات کی لکھائی سے سجایا جاتا رہا۔ آج بھی اندلس کے الحمراء محل کی دیواروں پر "لَا غَالِبَ اِلَّا اللّٰہُ" کی چھاپ باقی ہے۔ بغداد کے ہسپتالوں میں قاری

حضرات قرآن پاک کی تلاوت کر کے مریضوں کے ضعیف قلوب کو تقویت بخشتے تھے اور ہسپتالوں کے درودیوار پر جگہ جگہ آیات قرآنی خوشخط لکھوا کے لٹکائی جاتی تھیں۔ آنے جانے والوں اور ان آیات کو پڑھنے والوں کے قلوب واذہان پر قرآنی آیات کی ایک چھاپ لگ جاتی تھی۔

غلافِ کعبہ پر خطاطی

خانہ کعبہ کے غلاف میں بُنائی کے اندر کلمہ طیبہ اور مختلف آیات قرآنی لکھی جاتی ہیں۔ خانہ کعبہ کے دروازے، حرم شریف کے بیرونی دروازوں، اندرونی گنبدوں اور دیواروں پر بھی آیات کریمہ کی لکھائی کئی صدیوں سے مروج ہے۔ الحرم المکی الشریف کے مختلف حصوں میں کلمة الجلالة یعنی لفظ ''الله'' اور ''لا اله الا الله'' خط کوفی میں لکھا ملتا ہے۔ اسی طرح مسجد نبوی کے درودیوار پر آیات قرآنی، احادیث مبارکہ اور نعتیہ اشعار لکھے ملتے ہیں۔ آج کی صحبت میں ہم مسجد نبوی کے مختلف درودیوار پر لکھی گئی آیات واحادیث کے ذکرِ خیر سے اپنے قلوب واذہان کو منور کریں گے۔

مسجد نبوی شریف میں خطاطی

1277 ہجری کو ترک خلفاء کے زمانے میں مسجد نبوی کے پرانے حصے کی تعمیر مکمل ہونے پر خلیفة المسلمین کے حکم سے آستانہ عالیہ استنبول سے اس زمانے کے مشہور خطاط عبداللہ زہدی آفندی مدینہ منورہ آئے۔ تین سال کی دن رات محنت اور دلی لگن سے انہوں نے مسجد نبوی کے گنبدوں، محرابوں، ستونوں اور دیواروں پر بہت ہی پیارے خطوں میں خطاطی کرنے کا شرف حاصل کیا۔

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے ہیں:

''(قرآن پاک کی تبع میں) نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں بہت سارے صحابہ کرام کے اشعار مسجد نبوی کے گنبدوں میں کالی زمین پر سفید حروف سے لکھے ہوئے ہیں''۔

(سفرنامہ حجاز یعنی تاریخ الحرمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1986ء، ص 192)

آج کل یعنی 1427 ہجری (2006ء) میں مسجد نبوی کے گنبدوں میں شعر لکھے ہوئے نہیں ملتے بلکہ بعض گنبدوں میں تو پھول اور پتے وغیرہ بنائے گئے ہیں جبکہ زیادہ تر گنبدوں میں قرآن پاک کی بابرکت آیات لکھی ملتی ہیں۔ آپ مسجد نبوی کے جس دروازہ سے بھی داخل ہوں، آپ کے سامنے دائیں بائیں آیات قرآنی دلآویز عربی خطوط میں لکھی ملیں گی۔

نیت اعتکاف

ہم باب السلام یعنی گیٹ نمبر (1) سے مسجد نبوی میں داخل ہونے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ باب السلام سے داخل ہوتے ہی بائیں طرف آپ کو ایک ستون کے ساتھ ایک کتبہ لکھا نظر آئے گا:

"نَوَیْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِکَافِ"

"میں نے اعتکافِ مسنون کی نیت کی"

اسی قسم کا ایک کتبہ "باب الرحمت" سے مسجد نبوی شریف علی صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیم میں داخل ہونے والوں کو اعتکافِ مسنون کی نیت کرنا یاد دلاتا ہے۔ حرم شریف کے جس مبارک دروازے سے داخل ہونے کی توفیق ملے، حاضری دینے والے کو نَوَیْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِکَاف کہہ کر اعتکاف کی نیت کر لینی اور دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرنی چاہیے۔ اس سلسلہ میں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری میں باقاعدہ ایک باب باندھا ہے "کِتَابُ الصَّلٰوۃِ، بَابُ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ"۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے سیدنا اَبُوْ قَتَادَہْ سَلَمِیْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ

الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ﴾

نبی پاک' صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے' جب کوئی' مسجد میں داخل ہو' تو اپنے بیٹھنے سے پہلے دو(2) رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرے"۔ صدق الرسول الكريم عليه الصلوة والتسليم۔

قبلہ رخ والی دیوار پر خطاطی

باب السلام کے اندر قبلہ رُخ والی دیوار پر باب السلام سے موجودہ باب البقیع تک چار سطروں میں بہت پیاری خطاطی کی گئی ہے۔ درج ذیل سطور میں اس کا مختصر احوال پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

پہلی سطر میں قرآنی آیات کی خطاطی

اوپر کی پہلی سطر میں مندرجہ ذیل آیات کی خطاطی' سبز زمین پر سنہرے رنگ میں بہت ہی خوب صورت اور نہایت ہی اعلیٰ معیار کے خطِ ثلث میں کی گئی ہے:

1- ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ------ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ (البقرة:186-185)

2-﴿ لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ (حٰمٓ السجدة:42)

3- ﴿قَالُوْآ أَتَعْجَبِيْنَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ' إِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ (ھود:73)

4- ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَإِذِ ابْتَلٰٓى إِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ-----إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (البقرة:129-124)

5- ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرٰنَ ـ ـ ـ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ (آل عمران:44-35)

6- ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ۔۔۔۔ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ (الاحزاب:37-36)

7- ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْآ أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ ۔۔۔۔۔۔ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾ (النساء:65-64)

8- ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ هُوَالَّذِىْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ ۔۔۔۔ مِنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ (الفتح:29-28) صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ۔

9- قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ۔ ۔۔۔ ۔فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الحشر:9-7)

دوسری سطر میں آیات بینات کی خطاطی

اوپر سے دوسری سطر میں، سبز زمین پر کھلے ہوئے سنہرے رنگ میں مندرجہ ذیل آیات بینات کی خطاطی، خوب صورت اور نہایت ہی اعلیٰ معیار کے خطِ ثلث عریض میں کی گئی ہے:

1- قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓأُولِى الْأَلْبَابِ﴾ (البقرة:197) صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ۔

2- ﴿أُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُوْنَ﴾ (المؤمنون:61)

3- ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ...﴾ (التوبہ:24-18) صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ۔ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ وَرَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ۔

یہاں تک کی آیات "محراب عثمانی" تک پوری ہوئیں۔ پھر محراب عثمانی کے بائیں

جانب لکھائی اس طرح شروع ہوتی ہے:

4- ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ ۔ ۔ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ﴾ (البقرۃ:263-261)

5- ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً﴾ (الاحزاب:33)

تیسری سطر میں خط ثلث میں لکھائی

اوپر سے تیسری سطر میں، پہلی سطر کی طرح اُسی قط اور اُسی انداز میں سبز زمین پر سنہرے حروف سے، بہت ہی پیارے خطِ ثلث میں مندرجہ ذیل آیات طیبات کی خطاطی کی گئی ہے جو کہ زائرینِ حرم نبوی کے دل موہ لیتی ہے:

1- ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُهٗ۔۔۔ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ (النور:38-36)

2-قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ فِیْ کِتَابِهِ الْکَرِیْمِ: ﴿فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلیٰ رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ﴾ (النحل:99-98)

3-﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo
اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًاo ۔۔۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًاo﴾ (مکمل سورۃ الفتح:29-1)

دلائل الخیرات

سیدنا حسن بن علی بن ابوطالب (رضی اللہ تعالی عنہم) کی اولاد میں، ایک عارفِ کامل، سیدنا ابوعبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 16 ربیع الاول 870 ہجری) نے، حدیث شریف اور آثارِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے، درود شریف کے

مختلف اور متنوع صیغے چُن کر، دَلَائِلُ الْخَیْرَاتِ وَشَوَارِقُ الْأَنْوَارِ فِیْ ذِکْرِ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ نام کی ایک کتاب ترتیب دی۔ عرب وعجم میں اس کتاب نے بے حد مقبولیت حاصل کی۔ کوئی چھ صدیوں سے عالَمِ اسلام میں، مدنی ماہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام، آپ کے عشق میں مگن، اس کتاب میں درج شدہ درود شریف پیش کرتے رہتے ہیں۔ (دلائل الخیرات، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ص 181)

اس کتاب کے مدنی بارگاہ میں مقبول ہونے کا ایک اظہار یہ بھی ہے کہ اس میں ذکر کیے گئے، اسماء النبی الکریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم تسلیما) مسجد نبوی شریف کی قبلہ رُخ والی دیوار پر بھی لکھے گئے ہیں۔

اسماء النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

قبلہ رُخ والی دیوار پر، چوتھی سطر میں لکڑی کے چوکور ٹکڑوں پر سرخ زمین میں سنہرے حروف سے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سو اکانوے (191) اسمائے مبارکہ، بہت ہی خوبصورت خط ثلث جلی میں لکھے گئے ہیں۔ ایک ٹکڑے پر ایک، دو، تین یا چار اسمائے مبارکہ لکھے ملتے ہیں۔ ہر چوکور ٹکڑے کے بعد ایک گول ٹکڑے پر "صلی اللہ علیہ وسلم" طغریٰ کی شکل میں لکھا گیا ہے۔ خطاطی بہت اعلیٰ معیار کی ہے۔ اس دیوار پر، نبی پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارکہ پر عربوں کی طرزِ تحریر کے مطابق اعراب نہیں دیے گئے، کہیں کہیں لکھائی کی خوبصورتی میں اضافہ کے لئے کچھ اعراب دیے گئے ہیں۔ ہم نے قارئینِ کرام کی سہولت کی خاطر ہر اسمِ مبارک پر اعراب لگانے کا اہتمام کردیا ہے۔ پورے عالمِ اسلام میں اہل اللہ کا وظیفہ یہ اسمائے مبارکہ، مسجد نبوی شریف کی دیوار پر، مندرجہ ذیل ترتیب سے لکھے گئے ہیں:-

اسماء النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

2-1 مُحَمَّدٌ . أَحْمَدُ صلی اللہ علیہ وسلم

4-3	حَامِدٌ . مَحْمُوْدٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
6-5	أَحِيْدٌ . وَحِيْدٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
9-8-7	مَاحٍ . حَاشِرٌ . عَاقِبٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
12-11-10	طٰهٰ . يٰسٓ . طَاهِرٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
15-14-13	مُطَهَّرٌ . طَيِّبٌ . سَيِّدٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
18-17-16	رَسُوْلٌ . نَبِيٌّ . رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ	صلی اللہ علیہ وسلم
21-20-19	قَيِّمٌ . جَامِعٌ . مُقْتَفٍ	صلی اللہ علیہ وسلم
22	مُقَفِّیْ	صلی اللہ علیہ وسلم
23	رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ	صلی اللہ علیہ وسلم
24	رَسُوْلُ الرَّاحَةِ	صلی اللہ علیہ وسلم
26-25	كَامِلٌ . إِكْلِيْلٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
28-27	مُدَّثِّرٌ . مُزَّمِّلٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
30-29	عَبْدُ اللهِ . حَبِيْبُ اللهِ	صلی اللہ علیہ وسلم
32-31	صَفِيُّ اللهِ . نَجِيُّ اللهِ	صلی اللہ علیہ وسلم
33	كَلِيْمُ اللهِ	صلی اللہ علیہ وسلم
34	خَاتِمُ الْأَنْبِيَآءِ	صلی اللہ علیہ وسلم
35	خَاتِمُ الرُّسُلِ	صلی اللہ علیہ وسلم
36	رَسُوْلُ الثَّقَلَيْنِ	صلی اللہ علیہ وسلم
38-37	مُذَكِّرٌ . نَاصِرٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
40-39	مَنْصُوْرٌ . نَبِيُّ الرَّحْمَةِ	صلی اللہ علیہ وسلم
41	نَبِيُّ التَّوْبَةِ	صلی اللہ علیہ وسلم

42	حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ	صلی اللہ علیہ وسلم
44-43	مَعْلُوْمٌ . شَهِيْرٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
46-45	شَاهِدٌ. شَهِيْدٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
50-49-48-47	مَشْهُوْدٌ . بَشِيْرٌ . مُبَشِّرٌ .نَذِيْرٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
53-52-51	مُنْذِرٌ .نُوْرٌ .سِرَاجٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
55-54	مِصْبَاحٌ . هُدًى	صلی اللہ علیہ وسلم
58-57-56	مَهْدِيٌّ. مُنِيْرٌ .دَاعٍ	صلی اللہ علیہ وسلم
59	إِبْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ	صلی اللہ علیہ وسلم
63-62-61-60	حَفِيٌّ .عَفُوٌّ .وَلِيٌّ .حَقٌّ	صلی اللہ علیہ وسلم
66-65-64	قَوِيٌّ. أَمِيْنٌ .مَأْمُوْنٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
69-68-67	كَرِيْمٌ .مُكَرَّمٌ .مَكِيْنٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
72-71-70	مَتِيْنٌ .مُبِيْنٌ .مُؤَمِّلٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
74-73	وَصُوْلٌ .ذُوْ قُوَّةٍ	صلی اللہ علیہ وسلم
76-75	ذُوْ حُرْمَةٍ .ذُوْ مَكَانَةٍ	صلی اللہ علیہ وسلم
78-77	ذُوْ عِزٍّ .ذُوْ فَضْلٍ	صلی اللہ علیہ وسلم
79	مُطَاعٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
81-80	مُطِيْعٌ .قَدَمُ صِدْقٍ	صلی اللہ علیہ وسلم
83-82	بُشْرىٰ . وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ	صلی اللہ علیہ وسلم
85-84	مِنَّةُ اللّٰهِ .نِعْمَةُ اللّٰهِ	صلی اللہ علیہ وسلم
87-86	هَدِيَّةُ اللّٰهِ .عُرْوَةٌ وُّثْقىٰ	صلی اللہ علیہ وسلم
89-88	صِرَاطُ اللّٰهِ . صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ	صلی اللہ علیہ وسلم

91-90 ذِکْرُ اللّٰہِ. سَیْفُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

93-92) حِزْبُ اللّٰہِ . اَلنَّجْمُ الثَّاقِب صلی اللہ علیہ وسلم

97-96-95-94) مُصْطَفٰی .مُجْتَبٰی .مُنْتَقٰی. اُمِّیٌّ صلی اللہ علیہ وسلم

100-99-98) مُخْتَارٌ . أَجِیْرٌ .جَبَّارٌ صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد نبوی شریف کے جنوبی طرف مسجد کے باہر کوئی تین چار میٹر چوڑی نئی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ باب السلام سے حرم شریف میں داخل ہوں تو کوئی ایک سو میٹر کے فاصلے پر کعبہ رُخ والی دیوار میں نئی تعمیر کی طرف نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے ایک نیا دروازہ کھولا گیا ہے۔ 92 سے لیکر 100 نمبر تک کے اسمائے مبارکہ ''خط ثلث'' کی لکھائی میں پیتل کے الفاظ ڈھال کر لکڑی کے اس دروازہ پر جڑ دیئے گئے ہیں۔ پیتل کے الفاظ کی یہ لکھائی ترکی خطاط استاد عبداللہ آفندی کی طرز پر ''خط ثلث ''میں ان کے خط سے ملتے جلتے انداز میں کی گئی ہے۔

102-101 أَبُو الْقَاسِمِ .أَبُو الطَّاهِرِ صلی اللہ علیہ وسلم

104-103 أَبُو الطَّیِّبِ .أَبُوْ إِبْرَاهِیْمَ صلی اللہ علیہ وسلم

107-106-105 مُشَفَّعٌ .شَفِیْعٌ .صَالِحٌ صلی اللہ علیہ وسلم

109-108 مُصْلِحٌ .مُهَیْمِنٌ صلی اللہ علیہ وسلم

112-111-110 صَادِقٌ .مُصَدَّقٌ .صِدْقٌ صلی اللہ علیہ وسلم

113 سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ صلی اللہ علیہ وسلم

114 إِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ صلی اللہ علیہ وسلم

115 قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ صلی اللہ علیہ وسلم

119-118-117-116 خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ .بَرٌّ .مُبِرٌّ .وَجِیْهٌ صلی اللہ علیہ وسلم

121-120) نَصِیْحٌ .نَاصِحٌ صلی اللہ علیہ وسلم

(123-122 وَکِیْلٌ . کَفِیْلٌ صلی اللہ علیہ وسلم

(126-125-124 مُقِیْمُ السُّنَّةِ .شَفِیْقٌ .مُقَدِّسٌ صلی اللہ علیہ وسلم

(127 رُوْحُ الْقُدُسِ صلی اللہ علیہ وسلم

(128 رُوْحُ الْقِسْطِ صلی اللہ علیہ وسلم

اوپر دی گئی ترتیب سے 120 تا 128 نمبر والے اسمائے مبارکہ محراب عثمانی میں کئے گئے سنگ مرمر کے نئے کام پر استاد شفیق الزمان صاحب کی خوبصورت خطاطی میں زائرین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنتے ہیں۔ انہی اسمائے مبارکہ میں حضور کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا ایک مبارک نام ''شفیق'' بھی شامل ہے، جو کہ محراب کے عین وسط میں لکھا گیا ہے۔

131-130-129 مُکْتَفٍ .بَالِغٌ .مُبَلِّغٌ صلی اللہ علیہ وسلم

133-132 وَاصِلٌ .مَوْصُوْلٌ صلی اللہ علیہ وسلم

136-135-134 سَابِقٌ .سَائِقٌ .هَادٍ صلی اللہ علیہ وسلم

139-138-137 مُهْدٍ .مُقَدَّمٌ .عَزِیْزٌ صلی اللہ علیہ وسلم

142-141-140 فَاضِلٌ .مُفَضَّلٌ .فَاتِحٌ صلی اللہ علیہ وسلم

144-143 مِفْتَاحٌ .مِفْتَاحُ الرَّحْمَةِ صلی اللہ علیہ وسلم

145 مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ صلی اللہ علیہ وسلم

146 عَلَمُ الْإِیْمَانِ صلی اللہ علیہ وسلم

148-147 عَلَمُ الْیَقِیْنِ .دَلِیْلُ الْخَیْرَاتِ صلی اللہ علیہ وسلم

149 صَاحِبُ الْکَوْثَرِ صلی اللہ علیہ وسلم

150 صَاحِبُ الْمُعْجِزَاتِ صلی اللہ علیہ وسلم

151 صَفُوْحٌ عَنِ الزَّلَّاتِ صلی اللہ علیہ وسلم

152 صَاحِبُ الشَّفَاعَةِ صلی اللہ علیہ وسلم

154-153 صَاحِبُ الْمَقَامِ ۔ صَاحِبُ الْقَدَمِ صلی اللہ علیہ وسلم

155 مَخْصُوْصٌ بِالْعِزِّ صلی اللہ علیہ وسلم

156 مَخْصُوْصٌ بِالْمَجْدِ صلی اللہ علیہ وسلم

157 مَخْصُوْصٌ بِالشَّرَفِ صلی اللہ علیہ وسلم

158 صَاحِبُ الْوَسِيْلَةِ صلی اللہ علیہ وسلم

159 صَاحِبُ السَّيْفِ صلی اللہ علیہ وسلم

(160-161 صَاحِبُ الْفَضِيْلَةِ ۔صَاحِبُ الْإِزَارِ صلی اللہ علیہ وسلم

(162 صَاحِبُ الْحُجَّةِ صلی اللہ علیہ وسلم

(163 صَاحِبُ السُّلْطَانِ صلی اللہ علیہ وسلم

(164 صَاحِبُ الرِّدَآءِ صلی اللہ علیہ وسلم

(165 صَاحِبُ الدَّرَجَةِ الرَّفِيْعَةِ صلی اللہ علیہ وسلم

اُوپر دی گئی ترتیب سے 160 سے لیکر 165 نمبر تک کے اسمائے مبارکہ' مواجھہ شریف کے سامنے آنے والی کھڑکی کے ماتھے کا جھومر ہیں:

166 صَاحِبُ التَّاجِ صلی اللہ علیہ وسلم

167 صَاحِبُ الْمِغْفَرِ صلی اللہ علیہ وسلم

168 صَاحِبُ اللِّوَآءِ صلی اللہ علیہ وسلم

169 صَاحِبُ الْمِعْرَاجِ صلی اللہ علیہ وسلم

170 صَاحِبُ الْقَضِيْبِ صلی اللہ علیہ وسلم

172-171 صَاحِبُ الْبُرَاقِ ۔صَاحِبُ الْخَاتَمِ صلی اللہ علیہ وسلم

174-173 صَاحِبُ الْعَلَامَةِ ۔صَاحِبُ الْبُرْهَانِ صلی اللہ علیہ وسلم

175	صَاحِبُ الْبَیَانِ	صلی اللہ علیہ وسلم
176	فَصِیْحُ اللِّسَانِ	صلی اللہ علیہ وسلم
177	مُطَهَّرُ الْحَنَانِ	صلی اللہ علیہ وسلم

دلائل الخیرات شریف میں یہ اسمِ مبارک، مُطَهَّرُ الْجَنَانِ لکھا ملتا ہے۔

179-178	رَؤُوْفٌ . رَحِیْمٌ	صلی اللہ علیہ وسلم
180	صَحِیْحُ الْاِسْلَامِ	صلی اللہ علیہ وسلم
181	سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ	صلی اللہ علیہ وسلم
183-182	عَیْنُ النَّعِیْمِ .عَیْنُ الْغُرِّ	صلی اللہ علیہ وسلم
185-184	سَعْدُ اللّٰهِ .سَعْدُ الْخَلْقِ	صلی اللہ علیہ وسلم
187-186	خَطِیْبُ الْاُمَمِ . عَلَمُ الْهُدیٰ	صلی اللہ علیہ وسلم
188	صَاحِبُ الْخَصَآئِصِ	صلی اللہ علیہ وسلم
190-189	رَفِیْعُ الرُّتَبِ .عِزُّ الْعَرَبِ	صلی اللہ علیہ وسلم
191	سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ	صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِیْنَ.

روضہ شریف سے جنت البقیع کی طرف اس خطاطی کے آخر پر یہ عبارت لکھی گئی تھی:

اَللّٰهُمَّ شَفِّعْ هٰذَا النَّبِیَّ الْکَرِیْمَ لِکَاتِبِ الْحَرَمِ النَّبَوِیِّ الْفَقِیْرِ

عَبْدِ اللّٰهِ زُهْدِیِّ

مِنْ سُلَالَةِ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ الْبَارِیْ

''یا اللہ! جناب تمیم الداری (صحابی رسول) رضی اللہ تعالی عنہ کی اولاد میں سے کاتب حرم نبوی شریف، فقیر عبداللہ زہدیؔ کے لئے، اس کریم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرما!''۔

یاد رہے کہ مشرقی دیوار میں باب البقیع نام کا ایک نیا دروازہ تعمیر کرنے میں یہ تحریر حذف کرنا پڑی۔(محمد الیاس عبدالغنی' تاریخ المسجد النبوی الشریف' مدینہ منورہ' 1999ء' ص 61)

اسماء النبی الکریم ﷺ کے متعلق ایک تجزیہ

دلائل الخیرات شریف' اور مسجد نبوی شریف کی قبلہ رُخ والی دیوار پر لکھے گئے' کچھ اسمائے مبارکہ ایک دوسرے سے مختلف پائے گئے ہیں ان کے بارے ایک تجزیہ پیشِ خدمت ہے:

عرب اور غیر عرب ممالک سے شائع شدہ' دلائل الخیرات شریف کے مختلف نسخوں میں' حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے' دو سو ایک (201) اسمائے مبارکہ لکھے ملتے ہیں۔ دلائل الخیرات شریف والے اسمائے مبارکہ میں سے ایک سو بیاسی (182) نام' تو اُسی طرح' حرم شریف کی اس دیوار پر لکھ دِیے گئے ہیں۔ جبکہ ان میں سے مندرجہ ذیل' اُنیس (19) اسمائے مبارکہ' حرم شریف کی کعبہ رُخ والی دیوار پر نہیں لکھے گئے:

مُحْیٍ . مُنْجٍ . مَدْعُوٌّ . مُجِیْبٌ . مَجَابٌ . رَحْمَةٌ . غَوْثٌ . غَیْثٌ . غِیَاثٌ . مُتَوَكِّلٌ . رُوْحُ الْحَقِّ . شَافٍ . كَافٍ . مُصَحِّحُ الْحَسَنَاتِ . مُقِیْلُ الْعَثَرَاتِ . أُذُنُ خَیْرٍ . كَاشِفُ الْكُرَبِ . رَافِعُ الرُّتَبِ . صَاحِبُ الْفَرَجِ .

اُس کے ساتھ مندرجہ ذیل' نو (9) اسمائے مبارکہ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے:

رَسُوْلُ الثَّقَلَیْنِ . اِبْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ . رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ . مِنَّةُ اللهِ . صَاحِبُ الْكَوْثَرِ . صَاحِبُ الْمُعْجِزَاتِ . صَاحِبُ الْخَصَآئِصِ . رَفِیْعُ الرُّتَبِ . سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ .

یعنی حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نو (9) مبارک نام' آپ کے کچھ اور اسمائے

مبارکہ سے بدل دیے گئے اور گیارہ (11) ناموں کا بدل نہیں لکھا گیا۔ لیکن دیوار پر ان ناموں کی جگہ خالی نہیں چھوڑی گئی۔ کچھ چوکھٹوں میں تین تین' چار چار نام لکھے گئے تھے۔ نئے سرے سے لکھائی کرتے وقت بعض چوکھٹوں میں اسمائے مبارکہ کی تعداد کم کردی گئی۔ اس طرح ساری دیوار کی خوبصورتی اور دل کشی میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ غالب خیال یہ ہے کہ ترکوں کے زمانہ میں اس دیوار پر اسمائے مبارکہ کی پہلی لکھائی دلائل الخیرات کے مطابق ہی ہوئی تھی۔ آج کل یہ گنتی ایک سو اکانوے (191) بنتی ہے۔ عاشقانِ با صفا کے لئے تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر اسمِ مبارک' اس دنیا اور آخرت کی ہر مشکل کے حل کے لئے اور ہر بلا کے ٹالنے کے لئے ''اسم اعظم'' کا درجہ رکھتا ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ قدر حسنہ وجمالہ۔

محراب عثمانی پر خطاطی

کعبہ رخ والی دیوار میں واقع محرابِ عثمانی میں کھڑے ہوکر آج کل امام صاحب جماعت کرانے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ اس محراب کے عین اوپر پاکستانی خطاط استاد شفیق الزمان صاحب کا تیار کردہ ایک فن پارہ زائرین کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ اس فن پارہ میں ''اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ'' کا طغریٰ اس طرح لکھا گیا ہے کہ پڑھنے والا اسے ''لِلّٰهِ الْعِزَّةُ'' بھی پڑھ سکتا ہے اور یہ عبارت ہر دو صورتوں میں بامعنی رہتی ہے۔

محراب کے دائیں بائیں خط طغریٰ' خط ثلث اور خط مربع میں کی گئی خطاطی میں سے بعض آیات واحادیث اس طرح سے عشاقِ مدینہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنتی ہیں:

دائیں طرف مستطیل میں	قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ
بائیں طرف مستطیل میں	فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۔
دائیں طرف دائرے میں	فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
بائیں طرف دائرے میں	وَحَيْثُمَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ

حرم شریف میں لکھی احادیث مبارکہ

باب السلام سے روضہ شریف کی طرف جاتے ہوئے بائیں جانب دیوار میں آرائشی دروازے بنے ہوئے ہیں۔ یہ دروازے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے 7 ہجری کو مکمل ہوئی مسجد نبوی اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں اضافہ شدہ حصے کو آپس میں ملانے والی دیوار میں نمازیوں کے آر پار جانے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ان آرائشی دروازوں کے اوپر گولائی میں مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ کندہ کی گئی ہیں۔ ان میں سے ہر حدیثِ پاک اسلامی فن خطاطی کا ایک نرالا فن پارہ ہے:

(1) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَیرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

(سنن الدارمی، کتاب الصلوة، باب فضل الصلوة فی مسجد النبی، حدیث نمبر 1383)

''میری اس مسجد میں ایک نماز، سوائے مکہ مکرمہ کی حرمت والی مسجد کے، کسی بھی اور مسجد میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے''۔

(2) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَفَاعَتِيْ لِأَهْلِ الْكَبَآئِرِ مِنْ أُمَّتِيْ۔

(جامع الترمذی /سنن أبو داود/سنن ابن ماجه/ مسند أحمد)

''میری شفاعت میری امت کے بڑے بڑے گناہ گاروں کے لئے (بھی عام) ہے''۔

(3) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِهَا لَمْ يَكُنْ مِّنْ اَهْلِهَا۔

''یومِ قیامت کو میری شفاعت امرِ حق ہے اور جو اس پر ایمان نہ لایا، وہ اس کا اہل نہیں ہوگا''۔

(4) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

إِنَّ الْإِيْمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا

(صحيح البخاری، کتاب الحج، باب الايمان يأرز إلى المدينة، حديث نمبر: 1473)

"ایمان مدینہ شریف کی طرف اس طرح بھاگ کر آتا ہے جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف بھاگ کے آتا ہے"۔

گویا جس شخص کے سینے میں ایمان ہے، اسے ہر دم غیب سے یہ صدا آتی رہتی ہے:

جان و دِل، ہوش و خرد، سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رِضاؔ، سارا تو سامان گیا

(5) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔

(صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل ما بین القبر والمنبر، حدیث نمبر: 1120)

"میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے"۔

اس سے آگے روضہ شریف کی دیوار پر "خط ثلث" میں لکھی یہ حدیث پاک اسلامی آرٹ کا ایک بہترین نمونہ ہے:-

(6) مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى تُرْعَةٍ مِّنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ

(سنن ابن ماجة/ مسند أحمد۔ ایک سے زیادہ احادیثِ پاک میں اس کا ذکر ہے۔)

"میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر جنت کی نہروں میں سے ایک نہر کے کنارے پر ہے"۔

مواجہہ شریف پر خطاطی

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی مواجہہ شریف پر حاضری کے لئے

باب البقیع سے داخل ہونے والے کے دائیں جانب پتھر کے چار ستونوں کے درمیان سنہری جالیوں کے تین در بنے ہوئے ہیں۔ ہر در میں جالیوں کے دو، دو سیٹ جڑے ہوئے ہیں۔ دائیں طرف کے پہلے در کی جالیوں کے سروں پر تین سطروں میں (اردو کے خط نستعلیق کے اساسی خط یعنی) بہت ہی پیارے ''خط تعلیق'' میں یہ مبارک آیت لکھی گئی ہے:-

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔﴾ (الحجرات:2)۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں میرے پیارے نبی کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور نہ ہی آپ کے ساتھ اس طرح زور دے کر بات کیا کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے زور دے کے بات کرتے ہو۔ (اس بے ادبی کی وجہ سے) ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

دوسری جالی کے سر پر پیارے ''خط نسخ'' میں یہ مبارک آیت لکھی گئی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ۔﴾ (الحجرات:3)

ترجمہ: جو لوگ اپنی آوازیں اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نیچی رکھتے ہیں۔ یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالی نے تقویٰ کے لئے خاص کر لیا ہے۔ ان کے لئے معافی اور بہت بڑا اجر ہے۔

اس کے بعد والے تیسرے اور چوتھے ستونوں کے درمیان سنہری جالیوں کے سر پر پیارے ''خط تعلیق'' میں یہ مبارک آیت لکھی گئی ہے:-

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ

وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيمُ۔ ﴾ (الاحزاب:40)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ فداہ اُمی وَاَبی وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

سنہری جالیوں پر خطاطی

مواجہہ شریف کی طرف والے پتھر کے چار ستونوں میں جڑی چاندی کی جالیدار پٹیوں پر چار چار سطروں میں پیارے "خط ثلث" میں ایک ایک بار لکھا ہوا ہے:

لَآ إِلٰـــهَ إِلَّا اللّٰــهُ الْـمَلِكُ الْحَـــقُّ الْمُبِيْنُ

مُحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ صَـادِقُ الْـوَعْـدِ الْأَمِيْنُ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

دوسرے اور تیسرے ستونوں پر کوئی چھ فٹ کی اونچائی پر سامنے کی طرف یہ دو شعر لکھے نظر آتے ہیں:۔

يَـا خَيْـرَ مَـنْ دُفِـنَـتْ بِـالْـقَـاعِ أَعْـظُـمُـهٗ

فَـطَـابَ مِـنْ طِيْبِهِـنَّ الْـقَـاعُ وَالْأَكَـمُ

نَـفْسِـي الْـفِـدَاءُ لِـقَبْرٍ أَنْـتَ سَـاكِـنُـهٗ

فِيْـــهِ الْـعَـفَـافُ وَالْـجُـوْدُ وَالْـكَـرَمُ

ترجمہ: اے سب سے اچھے جو اس روضہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے پاک جسم کی خوشبو سے وادیاں اور پہاڑ معطر ہو گئے۔ میری جان اس روضہ شریف پر قربان جس میں آپ کا بسیرا ہے۔ اس میں پاک دامنی، سخاوت اور بخشش پائی جاتی ہے۔

آہنی جالیوں پر خطاطی

روضہ شریف کی عمارت کو لوہے کی جالیاں ڈھانپے ہوئے ہیں۔ یہ جالیاں 888 ہجری کو مکمل ہونے والی تعمیر کا حصہ ہیں۔ جالیوں کے بنانے میں آیات قرآنی اور حبِ

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشعار شامل کیئے گئے ہیں۔ اُس زمانے کا خط اب متروک ہو چکا ہے اس لئے عام زائرین ان عبارات کو پڑھ نہیں سکتے۔ لیکن بعض آیات اور جملے اب بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

تالوں پر خطاطی

روضہ شریف کی عمارت میں جو دروازے چھوڑے گئے ہیں ان کے تالوں پر خط ثلث کی اعلیٰ معیار کی خطاطی ڈھلائی کی شکل میں کی گئی ہے۔ حجرہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے تالے پر قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر کندہ ہے:

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

اسی طرح محراب تہجد کی سمت بنائے گئے باب تہجد کے تالے پر یہ شعر کندہ ہے:

حَاشَاهُ أَنْ يُّحْرَمَ الرَّاجِیْ مَكَارِمَهٗ

أَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمِ

غلافِ مزار پر خطاطی

مزار اقدس پر چڑھائے جانے والے غلاف پر یہ کلمات غلاف کی بُنائی میں لکھے گئے ہیں:

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً

لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

منبرِ رسول ﷺ پر خطاطی

نو(9) سیڑھیوں پر مشتمل مسجد نبوی کے موجودہ منبر شریف کے دروازے پر بنے تاج میں لکھا گیا ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

جب کہ اس تاج کے نیچے اور دروازے کے سر پر عربی کے یہ چھ(6) اشعار "خط ثلث" میں لکھے گئے ہیں:

أَرْسَلَ السُّلْطَانُ مُرَادُ بْنُ سَلِيْمٍ
مُسْتَزِيْداً خَيْرَ زَادٍ لِلْمَعَادِ
دَامَ فِيْ أَوْجِ الْعُلَا سُلْطَانَهٗ
آمِناً فِيْ ظِلِّ خَيْرِ الْعِبَادِ
نَحْوَ رَوْضِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى عَلَيْهِ
رَبُّنَا الْهَادِيْ بِهٖ كُلَّ الْعِبَادِ
مِنْبَراً قَدْ أُسِّسَتْ أَرْكَانُهٗ بِالْهُدٰى
وَالْيُمْنِ مِنْ صِدْقِ الْفُؤَادِ
مِنْبَراً يَعْلِي الْهُدٰى إِعْلَاؤُهٗ
دَامَ مَنْصُوْباً لِأَصْحَابِ الرَّشَادِ
قَالَ سَعْدٌ مُلْهِماً تَارِيْخَهٗ
عَمَّرَ مِنْبَراً سُلْطَانُ مُرَادُ

1- سلطان مراد بن سلیم نے اپنی آخرت کے زادِ راہ کے لئے یہ تحفہ ارسال کیا۔

2- مراد بن سلیم کی سلطنت حضور خیر العباد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے سائے تلے ہمیشہ سلامتی کے ساتھ اوج کمال پر رہے۔

3- یہ تحفہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مقدسہ کے لئے ارسال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے کل خدائی کو ہدایت دینے والا ہمارا رب' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت نازل فرمائے۔

4- ایسا منبر ارسال کیا' جس کے ارکان ہدایت' برکت اور دلی صدق پر قائم کئے گئے ہیں۔

5- ایسا منبر' جو مراتبِ ہدایت کو سر بلند رکھتا ہے اور بڑی چاہت سے ہدایت والوں کے لئے نصب کیا گیا۔

6- سعد نے الہامی تاریخ کہی: ''عَمَرَ مِنْبَراً سُلْطَانُ مُرَاد'' سلطان مراد نے منبر بنایا (998 ہجری)۔

محرابِ نبوی پر خطاطی

محراب نبوی پر مخروطی شکل کی چوٹی اوپر نکلی نظر آتی ہے۔ اس پر بہت ہی من بھاتے خط ثلث میں ایک قرآنی آیت کا یہ حصہ خطاطی کا منہ بولتا شہ پارہ بن گیا ہے:

﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ﴾

محرابِ نبوی کے ماتھے پر باریک خط ثلث میں سرخی بنا کے لکھیا گیا ہے:-

"هذا محراب رسول الله

صلى الله عليه وسلم"

محراب کے دائیں طرف محراب کے نصف تک یہ لکھائی کی گئی ہے:-

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ـ قَدْ نَرىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ـ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُمَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ صَدَقَ اللّٰهُ۔

جبکہ بائیں طرف کے نصف حصے پر یہ لکھائی کی گئی ہے:-

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (الاحزاب:56)

فرش سے کوئی دو میٹر اونچائی پر لکھائی کی ایک سیدھی پٹی دائیں طرف سے شروع ہو کر محراب شریف کے اندر سے ہوتی ہوئی بائیں طرف تک چلی گئی ہے۔اس میں یہ آیتِ مبارکہ لکھی ہوئی اے:-

﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ آمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ﴾ (التوبہ:112)

محراب کے دائیں طرف والے سیاہ رنگ کے پتھر کے سرے پر لگے کتبے پر لکھا گیا ہے:-

"هٰذَا مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

اور محراب کی بائیں جانب والے کالے پتھر کے سرے پر لگے کتبے میں لکھا گیا ہے:-

"قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ"

کاتب نے لفظ ''صلوٰۃ'' بڑی خوبی، خوبصورتی اور فن کاری سے کتبے کے درمیان میں اس طرح لکھا ہے کہ یہ لفظ ''الصلوۃ عماد الدین'' کا حصہ بننے کے ساتھ ساتھ ''علیہ الصلوۃ والسلام'' کا بھی حصہ بن رہا ہے۔یوں پتہ لگتا ہے جیسے کہ لکھا گیا ہو:-

"قال النبي عليه الصلوة (و) السلام:
الصلوة عماد الدين"

محراب نبوی شریف کی پشت پر لگا نیا کتبہ یوں پڑھا جاتا ہے:-

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
أَمَرَ بِعِمَارَةِ هٰذَا الْمِحْرَابِ الشَّرِيْفِ النَّبَوِيِّ الْعَبْدُ الْمُعْتَرِفُ
بِالتَّقْصِيْرِ مَوْلَانَا السُّلْطَانُ الْمَلِكُ الْأَشْرَفُ
أَبُو النَّصْرِ قَايِتْبَائِيُّ خَلَّدَ اللّٰہُ مُلْكَهُ بِتَارِيْخِ
شَهْرِ حِجَّةِ الْحَرَامِ سَنَةَ ثَمَانٍ وَّثَمَانِيْنَ وَثَمَانِمِائَةٍ مِنَ الْهِجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ
وَبَعْدَ أَنْ حَصَلَ تَفَكُّكٌ وَّتَصَدُّعٌ فِی الْفُسَيْفِسَاءِ وَالرُّخَامِ
أَمَرَ بِتَجْدِيْدِهٖ جَلَالَةُ الْمَلِكِ فَهْدُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ آلِ سَعُوْدٍ
أَعَزَّهُ اللّٰہُ وَذٰلِكَ فِیْ سَنَةِ أَرْبَعٍ وَّأَرْبَعِمِائَةٍ وَّأَلْفٍ مِنَ الْهِجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ"

اللہ کے نام سے' جو بہت ہی مہربان اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالی کا درود' ہمارے پیشوا محمد پر۔ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرنے والے بندے' مولانا السلطان الملک الاشرف ابوالنصر قایت بائی نے حرمت والے ماہِ ذوالحجہ' سن 888 ہجری کو' اِس محراب نبوی شریف کی تعمیر کا حکم دیا۔ اللہ تعالی اس کی سلطنت کو ہمیشگی عطا فرمائے۔ اِس محراب کی ٹائیلوں اور سنگِ مرمر میں شکست وریخت ہوجانے پر' سن 1404 ہجری کو' بادشاہ سلامت' فہد بن عبدالعزیز آل سعود نے اس کی نئے سرے سے تعمیر کا حکم دیا۔ اللہ تعالی بادشاہ سلامت کو عزت بخشے۔

گنبدوں میں خطاطی

1277 ہجری کو مکمل ہوئی مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر مشہور ترک خطاط عبداللہ زہدی آفندی نے مسجد نبوی کے گنبدوں میں سیاہ زمین پر سفید رنگ میں آیات قرآنیہ کی لکھائی کی تھی۔ مرور زمانہ سے اس میں نقائص پیدا ہو گئے تھے۔ اس کام کو نئے سرے سے سرانجام دینے کے لئے پاکستانی خطاط استاد شفیق الزمان صاحب کا انتخاب ہوا تھا۔ شفیق

صاحب نے شب و روز محنت کر کے مسجد نبوی کے چھیانوے (96) گنبدوں میں قرآن کریم کی مقدس آیات کی خطاطی مکمل کی ہے۔ اس خطاطی کی بہت سی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر سطر کے آخر پر کسی نہ کسی آیت کا اختتام ہو رہا ہے۔ آیات کریمہ کے متن کی لمبائی مختلف ہونے کے باوجود اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر سطر کے آخر پر کوئی کوئی نہ کوئی آیت قرآنی اختتام پذیر ہو۔

صحنِ حرم کے اردگرد خطاطی

صحنِ حرم میں مختلف ستونوں کے سروں پر اللہ تعالیٰ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت اطہار، صحابۂ کرام اور چار ائمہ فقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اسمائے گرامی لکھے گئے ہیں۔ ترکوں کے زمانے میں تعمیر شدہ پرانی مسجد نبوی کے درمیانی ستون کے سرے پر صحن کی جانب یہ حدیث مبارک کندہ ہے:

﴿قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾

''میری اس مسجد میں ایک نماز، سوائے مکہ مکرمہ کی حرمت والی مسجد کے، کسی بھی اور مسجد میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے''۔

حرم پاک کا صحن دو حصوں میں منقسم ہے۔ ہر حصے میں چھ چھ متحرک چھتریاں نصب ہیں۔ یہ بارہ چھتریاں، عشاق محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو 12 ربیع الاول کی یاد میں مگن رکھتی ہیں۔ جب آپ صحن کے اگلے حصے میں بیٹھے ہوں تو آپ کے چاروں طرف ستونوں کے سروں پر مذکورہ بالا حدیث شریف کے علاوہ جو عبارات اور اسماء گرامی لکھے ملتے ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:۔

اگلے صحنِ حرم میں کعبہ رخ کھڑے ہوں تو آپ کو یہ عبارات لکھی نظر آتی ہیں:

سامنے کے گیارہ ستونوں کے سروں یہ عبارات خط ثلث میں لکھی گئی ہیں:

- ما شاء الله لا قوة إلا بالله
- هو الله الذی لا إلٰه إلا هو جل جلالهٗ
- و کفی بالله شهیدا' محمد رسول الله صلی الله علیه و سلم
- ابوبکر الصدیق رضی الله عنه
- عمر الفاروق رضی الله عنه
- عثمان ذو النورین رضی الله عنه
- علی المرتضیٰ رضی الله عنه
- حسن السبط رضی الله عنه
- حسین السبط رضی الله عنه
- ابوهریره رضی الله عنه
- ابو الفضل عباس رضی الله عنه

دائیں طرف کے پانچ ستونوں کے سروں پر یہ اسمائے گرامی لکھے گئے ہیں:

- اسدالله و اسدرسوله حمزه رضی الله عنه
- سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه
- اسامه بن زید رضی الله عنه
- تمیم حبیب الداری رضی الله عنه
- طلحه رضی الله عنه

بائیں طرف کے پانچ ستونوں کے سروں پر یہ اسمائے گرامی لکھے گئے ہیں:

- زید بن حارثه رضی الله عنه
- علی الرضا رضی الله عنه
- عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنه

- سعید بن زید رضی الله عنه

- زبیر بن العوام رضی الله عنه

پچھلے چھ ستونوں کے سروں پر یہ اسمائے گرامی لکھے گئے ہیں:

- زین العابدین رضی الله عنه

- جعفر الصادق رضی الله عنه

- مالك بن أنس رضی الله عنه

-احمدبن حنبل رضی الله عنه

- محمدادریس الشافعی رضی الله عنه

-نعمان بن ثابت أبو حنیفه رضی الله عنه

پچھلے صحنِ حرم میں کعبہ رخ کھڑے ہوں تو آپ کو یہ عبارات لکھی نظر آتی ہیں:

سامنے کے چھ ستونوں کے سروں پر یہ اسمائے گرامی لکھے گئے ہیں:

- عبدالله بن العباس رضی الله عنه

- عبدالله بن الزبیر رضی الله عنه

- عبدالله بن مسعود رضی الله عنه

- محمد المهدی رضی الله عنه

- علی النقی رضی الله عنه

- أنس بن مالك رضی الله عنه

دائیں جانب کے پانچ ستونوں کے سروں پر یہ اسمائے گرامی لکھے گئے ہیں:

- حسن العسکری رضی الله عنه

- محمد التقی رضی الله عنه

- موسیٰ الکاظم رضی الله عنه

- محمدالباقر رضی الله عنه

- أبوعبيدة بن الجراح رضى الله عنه

بائیں جانب کے پانچ ستونوں کے سروں پر یہ اسمائے گرامی لکھے گئے ہیں:

- سلمان الفارسی رضی الله عنه

- عبدالله بن عمر رضى الله عنه

- زيد بن ثابت رضى الله عنه

-بلال الحبشی رضی الله عنه

- معاذ بن جبل رضى الله عنه

پچھلی جانب کے چھ ستونوں کے سروں پر یہ اسمائے گرامی لکھے گئے ہیں:

- خالدبن الوليد رضى الله عنه

- أبیّ بن كعب رضى الله عنه

- سعدبن عباده رضى الله عنه

- سعدبن معاذ رضى الله عنه

- حُذَيفه بن اليمان رضى الله عنه

- صهيب بن سنان الرومی رضى الله عنه

نئی تعمیر میں خطاطی کا اہتمام

شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کے زمانے مسجد نبوی کی توسیع وتعمیر بہت کھلے پیمانے پر کی گئی ہے۔ شاہ سعود اور شاہ فہد کے زمانے میں نئے تعمیر ہونے والے حصوں میں سنگِ مرمر لگے ستونوں کے سروں پر بجلی کی روشنی مہیا کی گئی ہے۔ یہ روشنی پیتل کی جن جالیوں سے چھن چھن کر آتی ہے ان جالیوں کی ڈھلائی میں ﴿اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ کے الفاظ بھی شامل کئے گئے ہیں جبکہ لکڑی کے تختوں پر پیتل سے بنے گول طغرے نصب کئے

گئے ہیں۔دروازہ بند ہونے کی صورت میں خط ثلث جلی میں یہ نورافزاء جملہ لکھا نظر آتا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نئی توسیع والے حصے کے جس دروازے سے بھی حرم پاک میں داخل ہوں تو بیرونی دیوار کے اندر کی طرف فرش سے کوئی پانچ فٹ اونچائی پر دیوار میں نصب شدہ ہلکے گلابی رنگ کے سنگِ مرمر پر لیزر ٹیکنالوجی کے ذریعے کی گئی آیاتِ قرآنیہ کی خطاطی زائرین کی آنکھوں کا نور بنتی ہے۔کم وبیش چھ سیپاروں کی آیات ان دیواروں پر کندہ کی گئی ہیں جو زائرین کو دعوتِ نظارہ دیتی اور قلب وروح کو نکہت عطا کرتی ہیں۔

ابواب الحرم پر خطاطی

حرم پاک کے دروازوں کے نام خط ثلث جلی میں لکھے گئے ہیں۔
دروازوں کے ناموں کی خطاطی کا شرف پاکستانی خطاط شفیق الزمان کے حصہ میں آیا ہے۔
دروازوں کے ناموں کے علاوہ پرانے دروازوں پر پیتل کی ڈھلائی میں قرآن مجید کی مبارک آیتوں کی لکھائی کی گئی ہے۔بعض دروازوں پر کی گئی لکھائی کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

1-باب السلام

ملک الاشرف قایت بائی کے زمانے میں' تعمیر کی گئی' باب السلام کی' چھت کا کچھ حصہ باقی ہے' جس میں قایت بائی کے نام کا کتبہ موجود ہے۔ساتھ ہی مجیدی دور کی تعمیر کا کچھ حصہ بھی باقی ہے' جس میں سلطان عبدالعزیز خان سے لیکر سارے عثمانی بادشاہوں کا شجرہ خط ثلث جلی میں سنہرے رنگ میں لکھا گیا ہے۔اس لکھائی والی تعمیر کے باہر کی طرف سعودی دور' کا باب السلام' سلامتی کے سندیسے دے رہا ہے۔ دروازے کے ایک تختے پر تانبے کے حروف سے لکھا گیا ہے:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

اور دوسرے تختے پر ﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ آمِنِيْنَ﴾ لکھا گیا ہے۔

2- باب ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

پہلی سعودی توسیع کا حصہ ہے۔ دروازے کے اندر کی طرف خوبصورت خط ثلث کے طغرئی میں یہ کتبہ نور بار نظر آتا ہے:

هٰذِهٖ خَوْخَةُ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

3- باب الرحمت

یہ دروازہ عہد نبوی کے اسی نام کے قدیم دروازے کی سیدھ میں ترکی تعمیر کا حصہ ہے۔ لکڑی کے دروازے پر یہی آیات نور بار ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ فِیْ كَلَامِهِ الْقَدِيْمِ

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ (الزمر:53)

دروازے کے اندر کی جانب لکھا گیا ہے:

﴿وَإِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ (الانعام:54)

38- باب بلال رضی اللہ عنہ

نئی سعودی تعمیر کا حصہ۔ اس کے باہر تکمیلِ عمارت جدید مسجد نبوی علی صاحبہ الف الف صلوٰۃ وسلاماً کا کتبہ لگا ہوا ہے۔

39- باب النساء

یہ دروازہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے کا قائم کیا ہوا ہے۔ موجودہ دروازہ ترکی دور کی تعمیر کا حصہ ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل آیات کریمہ پیتل کی ڈھلائی میں خوبصورت خط ثلث میں لکھی گئی ہیں:-

﴿إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ (النمل:30)

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ، وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْماً﴾ (النساء:32)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ فِیْ كَلَامِهِ الْكَرِيْمِ ﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحاً نُّؤْتِهَآ أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقاً كَرِيْماً﴾

(الاحزاب:31)

اندرونی جانب لکھی گئی آیات مبارکہ:

﴿وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً﴾

(الاحزاب:33)

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلیٰ فِیْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفاً خَبِيْراً﴾ (الاحزاب:34)

40- باب جبریل علیہ السلام

موجودہ باب جبریل پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَی الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ (التحریم:34) صَدَقَ اللّٰهُ خَالِقُنَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔

لکڑی کے تختوں پر پیتل کی ڈھلائی میں ''سلطان عبد المجید خان ۱۲۶۷ ھجری'' لکھا گیا ہے۔

پرانے باب جبریل کی جگہ پر قدمین شریفین کی سیدھ میں کھلنے والی کھڑکی کے باہر کی طرف خط ثلث جلی میں لکھا گیا ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾ (الاحزاب:56)

41-باب البقیع

دروازے کے سر پر خط ثلث جلی میں لکھا گیا یہ کتبہ زائرین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنتا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ
صلى الله على حبيبه وآله بقدرِ حسنه وجماله

حرم نبوی شریف کے' اکتالیس (41) دروازواں کے باہر' سوہنے اور من موہنے' خط ثلث جلی میں' ہر دروازے کا نام' پاکستانی خطاط' شفیق الزمان کے فن کا ایک انوکھا' شہ پارہ ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ دنیا میں مختلف عربی فنونِ خطاطی کا سب سے بڑا ذخیرہ مسجد نبوی کے درو دیوار پر کی گئی خطاطی کی شکل میں محفوظ ہے۔ عبداللہ زُہدی آفندی' محمد صادق امرتسری اور شفیق الزمان (پاکستانی) نے' اپنے اپنے وقت میں' حرم شریف کے اندر رہ کر خطّاطی کی خدمات سرانجام دی ہیں۔ حرم شریف کی نئی عمارت کی دیواروں کے اندر' ہلکے گلابی سنگِ مرمر پر لیزر کٹنگ (Laser Cutting) کے ذریعہ سے خطاطی کی گئی ہے۔ اس حصے میں مطلوب' اصل بنیادی خطّاطی کی خدمات ایک مصری خطّاط کے حصہ میں آئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی آیات کو سمجھنے ان پر عمل کرنے اور دوسروں تک یہ نوری پیغام بطریقِ احسن پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور اس عاجز کو رمضان المبارک 1426 ہجری کے آخری عشرہ

سے شوال المکرّم کے آخری عشرہ تک' کوئی پانچ ہفتے تک حرمین شریفین میں حاضری کا شرف میسر رہا۔ فالحمدللہ علی ذلک۔ اس حاضری کے دوران میں' خطاطی کے متعلقہ راقم الحروف کے مجموعہ میں بعض مزید فن پاروں کا اضافہ ہوا ہے۔ جن کا اجمالی ذکر قارئینِ کرام کے ذوق مطالعہ کی نذر کیا جارہا ہے۔

دوسری سعودی توسیع کا بنیادی پتھر

اس دروازے کے باہر دائیں جانب والی دیوار پر شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کے زمانہ میں' مسجد نبوی شریف کی اب تک ہونے والی سب سے بڑی توسیع کا بنیادی پتھر' شاہ فہد بن عبدالعزیز نے 2رنومبر 1984 عیسوی کو لگایا تھا۔ سفید سنگِ مرمر کے اس بنیادی پتھر پر خطِ دیوانی میں سورۃ النور کی آیت نمبر 36 کرید کر لکھی گئی ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ

فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

بِفَضْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

تَشَرَّفَ خَادِمُ الْحَرَمَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ

الْمَلِكُ فَهْدُ بْنُ عَبْدِالْعَزِیْزِ آلِ سَعُوْدٍ

بِوَضْعِ حَجْرِ أَسَاسٍ لِمَشْرُوْعِ

تَوْسُعَةُ وَعِمَارَةُ الْمَسْجِدِ النَّبَوِیِّ الشَّرِیْفِ

(تَوْسُعَةٌ سَعُوْدِیَّةٌ ثَانِیَةٌ)

فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ ۹/۲/۱٤۰۵ھ

الْمُوَافِقِ ۲/۱۱/۱۹۸۳م

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ

ترجمہ: ان گھروں میں' (جن کے متعلق) حکم دیا ہے اللہ نے کہ بلند کیے جائیں اور لیا جائے ان میں اللہ تعالی کا نام۔ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اِن گھروں میں صبح اور شام۔

اردو ترجمہ از جمال القرآن مولفہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

سچ فرمایا اللہ تبارک وتعالی نے۔

اللہ تعالی کے فضل سے' خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود نے' جمعۃ المبارک کے دن' 9 / صفر المظفر 1405 ہجری کو بمطابق 2 / نومبر 1983 عیسوی' مسجد نبوی شریف کی توسیع اور تعمیر (دوسری سعودی توسیع) کا بنیادی پتھر نصب کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اور اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے۔

دوسری سعودی توسیع کا تکمیلی پتھر

مسجد نبوی شریف کی یہ عظیم الشان تعمیر مکمل ہونے پر شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کو گیٹ نمبر (38)' باب بلال رضی اللہ عنہ کے باہر' اس تعمیر کا آخری پتھر نصب کرنے کی توفیق ملی' جس پر یہ عبارت زائرین پڑھ سکتے ہیں:

تَأَسِّیاً بِرَسُوْلِ اللّٰہِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

قَامَ خَادِمُ الْحَرَمَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ

اَلْمَلِکُ فَھْدُ بْنُ عَبْدِالْعَزِیْزِ آلِ سَعُوْدٍ

بِوَضْعِ آخِرِ لَبْنَۃٍ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ١٤١٤/١١/٤ھ

اَلْمُوَافِقِ ١٩٩٤/٤/١٥م

فِیْ تَوَسُّعِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خِدْمَۃً لِلْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ترجمہ: سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے، خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود نے، جمعۃ المبارک کے دن، 4/ذیقعدہ 1414 ہجری کو بمطابق 15/اپریل 1994 عیسوی، اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے، مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع کی آخری اینٹ لگائی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

مواجہہ شریف پر نئی خطاطی

مواجہہ شریف کی طرف پیتل کی تین جالیاں نصب ہیں۔ باب السلام کی طرف سے آنے والے زائرین ان تین جالیوں میں سے درمیان والی جالی مبارک کے سامنے جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں تو انہیں سامنے والے بڑے گول سوراخ کے اُوپر کی جانب ایک پیارا سا کتبہ نظر آتا ہے۔ اس مخطوطے پر یہ عبارت لکھی گئی ہے:

هُنَا السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں یہاں سلام عرض کیا جائے۔

حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں سلام عرض کرنے کے بعد، زائرین تھوڑا سا دائیں طرف ہوں تو دوسرے گول سوراخ کے اُوپر کی جانب ایک کتبہ کی شکل میں یہ جملہ لکھا ہوا ملتا ہے:

هُنَا السَّلَامُ عَلٰى أَبِىْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہاں سلام عرض کیا جائے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد زائرین

تھوڑا سا اور دائیں طرف ہوں تو تیسرے گول سوراخ کے اُوپر کی جانب لکھا ہوا کتبہ اس طرح پڑھ سکتے ہیں:

هُنَا السَّلَامُ عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہاں سلام عرض کیا جائے

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ دنیا میں مختلف عربی فنونِ خطاطی کا سب سے بڑا ذخیرہ مسجد نبوی کے در و دیوار پر کی گئی خطاطی کی شکل میں محفوظ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی آیات کو سمجھنے' ان پر عمل کرنے اور دوسروں تک یہ نوری پیغام بطریقِ احسن پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مقصورہ شریف پہ لکھے گئے نعتیہ قصائد

قصر سے مشتق لفظ مقصورہ' عربی زبان میں کسی چھوٹے محل یا کمرے کو کہا جاتا ہے۔ نبی مکرم' شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے دو خلفاءِ کرام' سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے ساتھ' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارک وچ آرام فرما ہیں۔ نبی آخرالزمان علیہ صلوات الرحمٰن کے ارشادِ مبارک کی رُو سے چوتھی قبر کی جگہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دفن کیے جانے کے لیے باقی رکھی گئی ہے۔ اس حجرہ شریفہ کے چہار اطراف تین چار ہاتھ جگہ گھیرے میں لے کر اس ساری جگہ کے اردگرد پتھروں کے مضبوط ستون بنائے گئے ہیں۔ ان ستونوں کے درمیان لوہے کی جالیاں لگا دی گئی ہیں۔ انہی ستونوں پر گنبد شریف کی تعمیر کی گئی ہے۔ اس ساری جگہ کو عربی میں ''المقصورة الشريفة'' کہا جاتا ہے۔

مدینہ طیبہ اور حرم مدنی کے متعلق لکھی گئی کتب میں اس بات کا ذکر پایا جاتا ہے کہ مقصورہ شریف کی دیواروں کے اندر کی طرف کچھ عربی نعتیہ قصائد لکھے گئے ہیں۔ دو قصیدوں کا عربی متن' ملکِ شام کے شہر ''حلب'' سے' جناب محمد بدرالدین ابوصالح الحارونی'

مدرس محافظۃ حلب، وخطیب جامع مسجد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے سن 1396 ہجری (1976 عیسوی) کو شائع کیا تھا۔

مقصورہ شریف کے اندر حاضری کی سعادت، تو کسی نصیبوں والے کو ہی ملتی ہے۔ مدنی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے عشاق تو اندر جا کے ان قصائد کا مطالعہ نہیں کر سکتے۔ جناب محمد بدرالدین صاحب کا شائع کردہ پمفلٹ، آجکل نایاب ہے، اور یہ قصائدِ نعت، مدینہ طیبہ کے متعلق لکھی گئی عام کتب میں نہیں ملتے۔ اللہ کریم کے اس احسانِ عظیم پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے جس کے فضل وکرم سے ہمیں یہ پمفلٹ، مدینہ طیبہ قیام کے دوران میں، ایک شامی دوست کے ذریعہ سے، 1983 عیسوی کو ملا تھا۔ اس پمفلٹ میں مندرجہ ذیل دو (2) مبارک قصیدے، بہت ہی پیارے خط تعلیق یا خط فارسی میں لکھے گئے ہیں۔ ان دونوں قصیدوں کا متن اور ترجمے کا مفہوم، محترم قارئینِ ''سیرت رنگ'' کے ذوقِ مطالعہ کے لئے، قلم وقرطاس کے حوالے کیا جارہا ہے۔

مقصورہ شریف کے درودیوار کے اندر کی طرف، نقش کیے گئے ایک قصیدے کو، قصیدہ حدادیہ داخلیہ کہا جاتا ہے۔ اِکتالیس (41) اشعار کا، یہ قصیدہ، شیخ عبداللہ بن علوی الحدّاد العلوی الحسینی الحضرمی الشافعی، متوفی 1132 ہجری نے نظم کیا تھا۔ یہ قصیدہ مبارکہ مقصورہ شریف کی دیوار کے اندر کی طرف خطِ کوفی میں نقش ہے۔ اسی مناسبت سے، اِس قصیدۂ پاک کا پہلا شعر خطِ کوفی میں درج کیا جارہا ہے:

سَلَكْنَا الْفَيَافِي وَالْقِفَارَ عَلَى النُّجُبِ
تَحِثُّ بِنَا الْأَشْوَاقُ لَا حَادِي الرَّكْبِ

چونکہ خطِ کوفی عام دوستوں کے لئے پڑھنا آسان نہیں، اس لئے سارا قصیدۂ مبارکہ عام روایتی عربی خط میں درج کیا جارہا ہے تاکہ پڑھنے میں آسانی رہے۔

قصیدہ حدّادیّہ داخلیّہ

1 سَلَكْنَا الْفَيَافِيَ وَالْقِفَارَ عَلَى النَّجْبِ　　تَجِدُ بِنَا الْأَشْوَاقُ لَا حَادِي الرَّكْبِ

2 فَنَهْوِيْ عَلَيْهَا بِالْعَشِيِّ وَالَّذِيْ　　يَلِيْهَا مِنَ اللَّيْلِ الْبَهِيْمِ عَلَى الْقَتْبِ

3 يَلَذُّ لَنَا' أَلَا يَلَذُّ لَنَا الْكَرَى　　لِمَا خَالَطَ الْأَرْوَاحُ مِنْ خَالِصِ الْحُبِّ

4 وَيَبْرُدُ حَرٌّ بِالْهَجِيْرِ يَمُدُّهُ　　سَمُوْمٌ إِذَا هَاجَتْ تُزَعْزِعُ الْكُتْبِ

5 وَمَا زَالَ هٰذَا دَأْبُنَا وَصَنِيْعُنَا　　إِلَى أَنْ أَنَخْنَا الْعِيْسَ بِالْمَنْزِلِ الرَّحْبِ

6 نَزَلْنَا بِخَيْرِ الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدٍ　　نَبِيِّ الْهُدَى بَحْرِ النَّدَى سَيِّدِ الْعَرْبِ

7 رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ هَاشِمِيٌّ مُعَظَّمٌ　　وَسَيِّدُ مَنْ يَأْتِيْ وَمَنْ مَرَّ فِي الْحُقْبِ

8 مَلَاذُ الْبَرَايَا غَوْثُ كُلِّ مُؤَمِّلٍ　　كَرِيْمُ السَّجَايَا طَيِّبُ الْجِسْمِ وَالْقَلْبِ

9 يُؤَمِّلُهُ الْعَافُوْنَ مِنْ كُلِّ مُمْحِلٍ　　كَتَأْمِيْلِهِمْ لِلسَّاكِبَاتِ مِنَ السُّحْبِ

10 كَرِيْمٌ حَلِيْمٌ شَأْنُهُ الْجُوْدُ وَالْوَفَا　　يُرْجَى لِكَشْفِ الضُّرِّ وَالْبُؤْسِ وَالْكَرْبِ

11 رَحِيْمٌ بَرَاهُ اللّٰهُ لِلْخَلْقِ رَحْمَةً　　وَأَرْسَلَهُ يَدْعُوْ إِلَى الْفَوْزِ وَالْقُرْبِ

12 وَأَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ وَالصِّدْقِ وَالْهُدَى　　وَبَذْلِ النَّدَى وَالرِّفْقِ وَالْمَنْطِقِ الْعَذْبِ

13 بِهِ اللّٰهُ أَنْجَانَا مِنَ الشِّرْكِ وَالرَّدَى　　وَمِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ وَالْجِبْتِ وَالنُّصْبِ

14 وَأَدْخَلَنَا فِيْ خَيْرِ دِيْنٍ يُحِبُّهُ　　وَيَرْضَاهُ دِيْنِ الْحَقِّ فَالْحَمْدُ لِلرَّبِّ

15 لَهُ الْمِنَّةُ الْعُظْمَى عَلَيْنَا بِبَعْثِهِ　　إِلَيْنَا وَمِنَّا عَالِيَ الذِّكْرِ وَالْكَعْبِ

16 نَبِيٌّ عَظِيْمٌ خُلْقُهُ الْخُلُقُ الَّذِيْ　　لَهُ عَظَّمَ الرَّحْمٰنُ فِيْ سَيِّدِ الْكُتْبِ

اُوپر دیا گیا سولھواں شعر خط ثلث جلی میں مواجھہ شریف کی جالیوں کے باہر لکھا ہوا اب تک موجود ہے۔ مواجھہ شریف کے سامنے حاضری ہو تو باب البقیع کے اندر دائیں طرف کی پہلی جالی مبارک کے سرے پر کوئی چار میٹر کی اونچائی پر یہ شعر دیکھا اور پڑھا جا سکتا ہے۔

17 وَأَيَّدَهُ بِالْوَحْيِ وَالنَّصْرِ وَالصَّبَا　　وَأَمْلَاكِهِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَبِالرُّعْبِ

18 وَبِالْمُعْجِزَاتِ الظَّاهِرَاتِ الَّتِیْ نَمَتْ … عَلَی الْقَطْرِ عَدًّا بَعْدَهُ کُلُّ مِنْ نَبِیّ

19 وَآتَاهُ قُرْآناً بِهٖ أَعْجَزَ الْوَرٰی … جَمِیْعاً عَلَی التَّأْبِیْدِ یَا لَكَ مِنْ غَلَبْ

20 اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا قَرَابَةٌ … وَذُرِّیَّةٌ جِئْنَاكَ لِلشَّوْقِ وَالْحُبّ

21 وَقَفْنَا عَلٰی أَعْتَابِ فَضْلِكَ سَیِّدِیْ … لِتَقْبِیْلِ تُرْبٍ حَبَّذَا لَكَ مِنْ تُرْبْ

22 وَقُمْنَا تُجَاهَ الْوَجْهِ وَجْهٍ مُبَارَكٍ … عَلَیْنَا بِهٖ نُسْقَی الْغَمَامَ لَدَی الْجَدْبْ

23 أَتَیْنَاكَ زُوَّاراً نَرُوْمُ شَفَاعَةً … إِلَی اللّٰهِ فِیْ مَحْوِ الإِسَاءَةِ وَالذَّنْبْ

24 وُفُوْدٌ وَزُوَّارٌ وَأَضْیَافُ حَضْرَةٍ … مُکَرَّمَةٍ مُسْتَوْطَنِ الْجُوْدِ وَالخَصْبْ

25 وَفِی النَّفْسِ حَاجَاتٌ وَثَمَّ مَطَالِبٌ … نُؤَمِّلُ أَنْ تُقْضٰی بِجَاهِكَ یَا مُحِبِّیْ

26 تَوَجَّهْ رَسُوْلَ اللّٰهِ فِیْ کُلِّ حَاجَةٍ … لَنَا وَمُهِمٍّ فِی الْمَعَاشِ وَفِی الْقَلْبْ

27 وَإِنَّ صَلَاحَ الدِّیْنِ وَالْقَلْبِ سَیِّدِیْ … هُوَ الْغَرَضُ الْأَقْصٰی فَیَا سَیِّدِیْ قُمْ بِیْ

28 عَلَیْكَ صَلَاةُ اللّٰهِ یَا خَیْرَ مَنْ تَلَا … کِتَابًا مُنِیْرًا جَآءَ بِالْفَرْضِ وَالنَّدْبْ

29 عَلَیْكَ صَلَاةُ اللّٰهِ یَا خَیْرَ مُهْتَدٍ … وَهَادٍ بِنُوْرِ اللّٰهِ فِی الشَّرْقِ وَالْغَرْبْ

30 عَلَیْكَ صَلَاةُ اللّٰهِ یَا خَیْرَ مَنْ دَعَا … إِلَی اللّٰهِ بَعْدَ الرِّفْقِ بِالسُّمْرِ وَالْقُضْبْ

31 عَلَیْكَ صَلَاةُ اللّٰهِ یَا سَیِّداً سَرٰی … إِلَی اللّٰهِ حَتّٰی مَرَّ بِالسَّبْعِ وَالْحُجْبْ

32 وَقَامَ بِـ"أَوْ أَدْنٰی" فَنَاهِیْكَ رِفْعَةً … وَمَجْداً سَمَا حَتّٰی أَنَافَ عَلَی الشُّهْبْ

33 عَلَیْكَ سَلَامُ اللّٰهِ مَا سَارَ مُخْلِصٌ … إِلَیْكَ یَقُوْلُ: اَللّٰهُ وَالْمُصْطَفٰی حَسْبِیْ

34 عَلَیْكَ سَلَامُ اللّٰهِ مَآ أَسْحَرَ الصَّبَا … تَحَرَّكْ أَرْوَاحُ الْمُحِبِّیْنَ لِلْقُرْبْ

35 عَلَیْكَ سَلَامُ اللّٰهِ مَا بَارِقٌ سَرٰی … وَمَا غَنَّتِ الْأَطْیَارُ فِیْ عَذَبِ الْقَضْبْ

36 عَلَیْكَ سَلَامُ اللّٰهِ مَا حَرَّكَ الْحُدَا … قُلُوْباً إِلٰی مَغْنَاكَ بِالشَّوْقِ وَالْحُبّ

37 عَلَیْكَ سَلَامُ اللّٰهِ عَدَّ النَّبَاتِ وَالْـ … ـرِّمَالِ وَعَدَّ الْقَطْرِ فِیْ حَالَةِ السَّکْبْ

38 عَلَیْكَ سَلَامُ اللّٰهِ أَنْتَ مَلَاذُنَا … لَدَی الْیُسْرِ وَالْإِعْسَارِ وَالسَّهْلِ وَالصَّعْبْ

39 عَلَيْكَ سَلَامُ اللّٰهِ أَنْتَ حَبِيْبُنَا وَسَيِّدُنَا وَالذُّخْرُ يَا خَيْرَ مَنْ نُبِيْ

40 عَلَيْكَ سَلَامُ اللّٰهِ أَنْتَ إِمَامُنَا وَمَتْبُوْعُنَا وَالْكَنْزُ وَالْغَوْثُ فِي الْخُطَبِ

41 وَصَلَّى عَلَيْكَ اللّٰهُ دَأْباً وَّسَرْمَداً وَسَلَّمَ يَا مُخْتَارُ وَالآلِ وَالصُّحْبِ

(قصیدۃ الہجرۃ النبویۃ الشریفۃ، حلب 1976ء ' ص1)

جناب صفوان عدنان داؤدی صاحب نے' اِس'' قصیدہ حدّادیہ داخلیہ'' کے سولہ (16) منتخب اشعار' نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے پاک حجروں کے متعلق لکھی' اپنی کتاب ''الحجرات الشریفہ'' میں درج کیے ہیں۔

(الحجرات الشريفة سيرةً وتاريخاً' دار القبلة للثقافة الاسلامية جده' 1993، ' ص 199تا 201)

اردو ترجمہ قصیدہ حدّادیہ داخلیہ

دنیا کی کسی بھی زبان کے شعری ادب کا' کسی دوسری زبان میں' ٹھیک ٹھیک ترجمہ نہیں ہوسکتا۔ خاص کر کہ عربی شعر میں پروئے مافی الضمیر کا ترجمہ' کسی اور زبان میں ہونا تو اور بھی مشکل ہے۔ پھر یہ کہ نعتیہ ادب اور سب سے بڑھ کر' حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بارگاہ میں پیش کیے جانے والے اشعار کا ترجمہ' کسی دوسری زبان میں کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ کرے' مذکورہ بالا اشعار کے مفہوم کا ترجمہ' ان الفاظ میں بیان کرنے کی' ہماری یہ ناچیز کوشش' حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بارگاہ میں شرفِ قبول پا جائے (آمین):

1- تیز رفتار اونٹوں پر' ہم' صحرا و بیاباں طے کرتے ہوئے چل رہے ہیں' ہمارے قافلے کو' ساربانوں کی حُدی خوانی نہیں بلکہ ہمارے جذبے اور شوق کی فراوانی آگے بڑھا رہی ہے۔

2- ہم اِن اونٹوں پر سرِ شام ہی سوار ہو جاتے ہیں اور لگاتار سفر کرتے رہتے ہیں' یہاں تک کہ دوسری سیاہ اَور ڈراؤنی رات آجاتی ہے لیکن ہم اونٹوں سے اترنے کا نام

تک نہیں لیتے (اور اپنا سفر جاری رکھتے ہیں)۔ (یاد رہے کہ صحرا میں' دن کو بہت زیادہ دُھوپ ہونے کی وجہ سے' صرف رات ہی کو اونٹوں پر سفر ہوتا ہے)۔

3- ہماری روحوں کے' پیار کی جھولی میں موجیں منانے کے سبب' اس سواری پر ہمیں بہت ہی میٹھی نیند آتی ہے۔

4- گرم ہواؤں کے تھپیڑے' ہمیں ٹھنڈے لگتے ہیں حالانکہ جلا دینے والی لُو' جب چلتی ہے تو' پانی سے بھرے مشکیزوں کو جھنجھوڑ کے رکھ دیتی ہے۔ (مشکیزوں میں پانی گھولنے لگتا ہے لیکن مدینۂ امینہ کی طرف رواں رہنے کے سبب' یہ گرمی اور تکلیف بھی ہمیں راحت لگتی ہے)۔

5- ہم اسی طرح رواں دواں' آگے بڑھتے چلے گئے' یہاں تک کہ وہ وقت آیا' جب (مدینہ طیبہ کے) ایک بہت ہی وسیع میدان میں' ہم نے اپنے اونٹوں کے کجاوے' نیچے اتار لیے۔

6- اب ہم' خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیافتِ خاص میں آگئے' آپ رسولِ رحمت' سخاوت کے سمندر اور عربوں کے سردار ہیں۔

7- آپ امین ہیں' ہاشمی رسول ہیں۔ اونچی شانوں والے اور آنے والی اور گزر چکی سب نسلوں کے سردار ہیں۔

8- آپ سارے جہان کی پناہ گاہ اور ہر آس کرن والے کا آسرا ہیں' بلند مرتبہ فطری خوبیاں رکھنے والے اور جسم اور دل کے لحاظ سے پاک' مطہر اور معطر ہیں۔

9- نادار اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلبگار' آپ کی کریم ذات سے وہ امید رکھتے ہیں جو خشک سالی کے ستائے ہوئے لوگ بارش اور بادلوں سے رکھتے ہیں۔

10- آپ کریم ہیں' حلیم ہیں' آپ کی شان سخاوت کرنا ہے۔ ہم ہر مشکل اور سختی میں آپ کی کریم ذات کو ہی آسرا سمجھتے ہیں۔

11- آپ رحیم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کے لیے سراپا رحمت بنا کے پیدا فرمایا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اس لئے مبعوث فرمایا کہ آپ لوگوں کو حق اور فوز و فلاح کے نزدیک کرنے والے ہیں۔

12- اللہ کریم نے آپ کو حق، صدق اور ہدایت کے ساتھ مبعوث کیا اور آپ کو سخاوت، نرمی اور خوش گفتاری عطا کی۔

13- آپ ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرک، تباہی، شیطانی کاموں، بت پرستی اور نفس پرستی سے نجات عطا کی۔

14- اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب سے اچھے اور اپنے پسندیدہ دین میں داخل کیا۔ اس دین کو اللہ تعالیٰ کی رِضا حاصل ہے، اور یہ نعمت عطا ہونے پر سب تعریفیں (اور شکرانے) اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

15- اللہ تعالیٰ نے، آپ کو ہم میں سے اور ہماری طرف مبعوث کر کے، بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان بڑھائی اور آپ کا ذکر بلند کیا ہے۔

16- آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عظیم نبی ہیں اور آپ کے اخلاقِ کریمانہ وہ اخلاق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سید الکتب (قرآن مجید) میں عظیم قرار دیا ہے۔ (یہی وہ شعر ہے، جو کہ مواجہہ شریف والی طرف کی مبارک جالیوں کے اُوپر کوئی چار میٹر کی اونچائی پر، خط ثلث جلی میں لکھا ہوا اب بھی دیکھا اور پڑھا جا سکتا ہے)

17- اللہ تعالیٰ نے وحی، اپنی مدد، دشمنوں پر غلبہ اور بادِ صبا سے آپ کی تائید کی اور اپنے فرشتوں، مومنین اور رعب وجلال کے ساتھ آپ کی مدد کی۔

18- اللہ تعالیٰ نے گنتی میں، بارش کے قطروں سے بھی بڑھ کر، کھلے اور روشن معجزوں سے آپ کی مدد کی اور آپ کے طفیل، ہر نبی کو معجزے عطا کیے۔

19- اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآنِ کریم عطا کیا، جس نے ساری دنیا کو مقابلے میں ناکام

کردیا۔ قرآن کریم سے آپ کو دشمن پر غلبے کی طاقت عطا کی۔ قربان جایئے اس رعب و دبدبے کے!

20- یارسول اللہ! ہم (سادات) کو، حضور کے ساتھ نسبتِ غلامی کے علاوہ، آپ کی ذرّیت ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ہم آپ کی بارگاہ میں شوق اور محبت کے چڑھاوے لے کر حاضر ہوئے ہیں۔

21- اے ہمارے آقا! آپ کے فضل واحسان والی چوکھٹ پر ہم دست بستہ غلام حاضر ہیں، تاکہ آپ کے درِ اقدس کی خاکِ پاک کو چومنے کا شرف حاصل کرسکیں۔ سبحان اللہ! حضور کی دہلیزِ پاک کی یہ خاک کتنی مقدس ہے!۔

22- ہم آپ کے مواجھہ شریف پر، آپ کے رُوبرُو، حاضر ہیں۔ قحط سالی میں، آپ کے اس رُخِ انور کا صدقہ، ہم سیراب کیے جاتے ہیں۔

23- یارسول اللہ! آپ کے درِ اقدس پر ہم زائر بن کے آئے ہیں، اور اپنے بُرے اعمال اور گناہ، بخشوانے کے لیے، اللہ کریم کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کے طلبگار ہیں۔

24- ہم، آپ کی بارگاہ میں، گروہ در گروہ، زیارتکی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ ہم اس بندہ پرور سخی کی بارگاہ میں حاضر ہیں، جو سخاوت اور مہمان نوازی کا منبع ہیں۔

25- ہمارے دِل، ارمانوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہم ایسی حاجتیں لے کر حاضر ہوئے ہیں، جن کے پورے ہونے کی امید صرف آپ دے درِ اقدس ہی سے ہے۔

26- یارسول اللہ! اِدھر بھی ایک نگاہِ کرم! ہماری دینی اور دنیاوی حاجتیں پوری ہونے کے لیے، ہمیں اپنی شفاعت کی آغوش میں لے لیجیے۔

27- ہمارے دین اور دلوں کا سُدھار ہی، ہمارے حاضر ہونے کی، سب سے بڑی غرض ہے۔ ہمارے کریم آقا! ہماری دستگیری کی جائے۔

28- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالی کی رحمتیں ہوں۔ آپ نے ہی، فرض اور نفل بیان

کرنے والی کتابِ منیر کی آیات پڑھ پڑھ کے سنائی ہیں۔

29- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔ آپ ہی' اللہ کے نور سے' شرق وغرب اور کل جہانوں کو ہدایت بخشنے والے ہیں۔

30- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔ نرم دلی اور مجاہدانہ شان کے ساتھ' آپ ہی سب سے اچھے طریقے سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں۔

31- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔ آپ نے معراج کی شب' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضوری کا شرف پایا اور آپ نے مکان ولامکاں کو اپنی زیارت کا شرف بخشا۔

32- آپ کا مقام' ''أَوْ أَدْنٰی'' کے قرآنی فرمان سے ظاہر ہے۔ اور آپ کا مقامِ رفیع چاند تاروں سے بھی آگے پہنچا ہوا ہے۔

33- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتیاں اس وقت تک نازل ہوتی رہیں جب تک کہ کوئی بھی ایک مخلص شخص باقی رہے' جو کہ یہ کہتے ہوئے' آپ کے درِ اقدس کی طرف رواں دواں ہو کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کافی ہیں۔

34- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتیاں اس وقت تک نازل ہوتی رہیں جب تک کہ خنک بادِ صبا چلتی رہے اور عاشقانِ باصفا کی روحوں کو آپ کے قرب کی طرف بلاتی رہے۔

35- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتیاں اس وقت تک نازل ہوتی رہیں جب تک کہ بادِ بہاری چلتی رہے اور خوش گلو پرندے شاخوں پر پیار کے گیت گاتے رہیں۔

36- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتیاں اس وقت تک نازل ہوتی رہیں جب

تک کہ اونٹوں کو تیز تر چلانے کے لیے پیار بھرے گیت گانے والے حدی خوان، اپنی حُدی خوانی سے دلوں میں جوش پیدا کرتے رہیں اور آپ کی آرام گاہ تک پہنچنے کا ذوق شوق دلوں میں باقی رہے۔

37- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالی کی سلامتیاں، زمین سے اُگنے والی ہریالی، ریت کے ذرّات اور بارش کے قطروں کی گنتی کے مطابق (اَن گِنت سلامتیاں) نازل ہوتی رہیں۔

38- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالی کی سلامتیاں نازل ہوتی رہیں۔ یقیناً ہر تنگی کے وقت، آپ ہی ہماری پناہ گاہ ہیں۔

39- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالی کی سلامتیاں نازل ہوتی رہیں۔ آپ ہی ہمارے محبوب اور امام ہیں۔ آپ ہی ہمارا سرمایۂ حیات ہیں اور سب انبیاء کرام سے افضل ہیں۔

40- آپ کی ذاتِ کریم پر اللہ تعالی کی سلامتیاں نازل ہوتی رہیں۔ آپ ہی ہمارے امام اور رہبر ہیں۔ آپ ہی ہمارا خزانہ اور مصائب میں دستگیری کرنے والے ہیں۔

41- اے نبی مختار! اللہ تعالی ہمیشہ کے لیے، آپ کی ذاتِ کریم پر، اور آپ کی آل پاک اور صحابۂ کرام پر، رحمتیں اور سلامتیاں نازل کرتا رہے۔

صلی اللہ علی حبیبہ و آلہٖ بقدرِ حسنہٖ و جمالہٖ

قصیدہ سلطان عبدالحمید خانؒ

دوسرا قصیدہ، ترکی خلیفہ، سلطان عبدالحمید خان رحمۃ اللہ علیہ نے سن 1191 ہجری میں نظم کیا۔ ایوب صبری پاشا کے، حرمین شریفین کے متعلق ان کی تألیف ''مرآۃ الحرمین'' میں ذکر کرنے کے مطابق، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ، سلطان عبدالحمید خان مرحوم کی حبِ صادق کے نتیجہ میں، سولہ (16) اشعار کا، یہ قصیدہ، مقصورہ

شریف کے اندر کی جانب، کعبہ رخ والی دیوار پر مبارک جالیوں کے اوپر نقش کیا گیا۔

1 يَاسَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خُذْ بِيَدِيْ مَا لِيْ سِوَاكَ وَلَآ أَلْوِيْ عَلٰى أَحَدِ

2 فَأَنْتَ نُوْرُ الْهُدٰى فِيْ كُلِّ كَائِنَةٍ وَّأَنْتَ سِرُّ النَّدٰى يَا خَيْرَ مُعْتَمَدِ

3 وَأَنْتَ حَقًّا غِيَاثُ الْخَلْقِ أَجْمَعِهِمْ وَأَنْتَ هَادِي الْوَرٰى لِلّٰهِ ذِي السَّدَدِ

4 يَا مَنْ يَّقُوْمُ مَقَامَ الْحَمْدِ مُنْفَرِدًا لِّلْوَاحِدِ الْفَرْدِ لَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَلِدِ

5 يَا مَنْ تَفَجَّرَتِ الْأَنْهَارُ نَابِعَةً مِّنْ إِصْبَعَيْهِ فَرَوَى الْجَيْشَ بِالْمَدَدِ

6 إِنِّيْ إِذَا سَامَنِيْ ضَيْمٌ يُّرَوِّعُنِيْ أَقُوْلُ: يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ يَا سَنَدِيْ

7 كُنْ لِيْ شَفِيْعًا إِلَى الرَّحْمٰنِ مِنْ زَلَلِيْ وَامْنُنْ عَلَيَّ بِمَا لَا كَانَ فِيْ خَلَدِيْ

8 وَانْظُرْ بِعَيْنِ الرِّضَا دَائِمًا أَبَدًا وَاسْتُرْ بِفَضْلِكَ تَقْصِيْرِيْ مَدَى الْأَمَدِ

9 وَاعْطِفْ عَلَيَّ بِعَفْوٍ مِّنْكَ يَشْمِلُنِيْ فَإِنَّنِيْ عَنْكَ يَا مَوْلَايَ لَمْ أَجِدِ

10 إِنِّيْ تَوَسَّلْتُ بِالْمُخْتَارِ أَشْرَفِ مَنْ رَقَى السَّمٰوَاتِ سِرُّ الْوَاحِدِ الْأَحَدِ

11 رَبُّ الْجَمَالِ تَعَالَى اللّٰهُ خَالِقُهٗ فَمِثْلُهٗ فِيْ جَمِيْعِ الْخَلْقِ لَمْ أَجِدِ

اُوپر دیا گیا، گیارھواں شعر، مقصورہ شریف کے باہر اس مبارک جالی کے اُوپر نقش ہے، جو موجودہ بابِ جبریل سے حرم شریف میں داخل ہونے والے کے دل کی جانب، دکۃ الاغوات یعنی محترم خواجہ سراؤں کے چبوترے کے سامنے ہے۔ یاد رہے کہ اس چبوترے کو غلطی سے عرفِ عام میں ''اصحابِ صفہ'' کا چبوترہ کہہ دیا جاتا ہے۔

(قصیدۃ الهجرۃ النبویۃ الشریفۃ، حلب 1976ء؛ صفحہ 2)

12 خَيْرُ الْخَلَائِقِ أَعْلَى الْمُرْسَلِيْنَ ذُرًى ذُخْرُ الْأَنَامِ وَهَادِيْهِمْ إِلَى الرُّشْدِ

13 بِهٖ الْتِجَاتُ لَعَلَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لِيْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ فِيْ ظَنِّيْ وَمُعْتَقَدِيْ

14 فَمَدْحُهٗ لَمْ يَزَلْ دَأْبِيْ مُدٰى عُمُرِيْ وَحُبُّهٗ عِنْدَ رَبِّ الْعَرْشِ مُسْتَنَدِيْ

15 عَلَيْهِ أَزْكٰى صَلَاةٍ لَّمْ تَزَلْ أَبَدًا مَعَ السَّلَامِ بِلَا حَصْرٍ وَّلَا عَدَدِ

16 وَالْآلِ وَالصَّحْبِ أَهْلِ الْمَجْدِ قَاطِبَةً بَحْرِ السَّمَاحِ وَأَهْلِ الْجُوْدِ وَالْمَدَدِ

ان اشعار کے مفہوم کا ترجمہ' ان الفاظ میں کیا جا سکتا ہے:

1- میرے آقا' یا رسول اللہ! میری دستگیری فرمائیے' آپ کے علاوہ' میرا کوئی نہیں ہے اور نہ ہی میں کسی کی طرف نظر اُٹھا کے دیکھتا ہوں۔

2- ساری کائنات میں' ہدایت کا نور' آپ کی ذاتِ کریم ہی ہے' اے وہ ذاتِ کریم! جس پر بھروسہ کیا جاتا ہے' آپ ہی سخاوتوں کا منبع ہیں۔

3- بے شک' مخلوقات کے لیے' فریاد رَس' آپ کی ذاتِ پاک ہی ہے' اور آپ ہی' ساری دنیا کو سیدھے راستے پر چلانے والے اور تمام درستیوں کے مالک اللہ کریم (کی ذاتِ مقدس) کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔

4- اے وہ پاک ذات! کہ صرف آپ ہی امتیازی شان کے ساتھ اُس خالقِ واحد کی حمد میں مقام محمود پر فائز ہوں گے جو نہ جنا گیا اور نہ ہی اس نے کسی کو جنا۔

5- اے وہ کریم ذات! کہ آپ کی دو (2) مبارک انگلیوں سے' پانی کی لہریں اُبل پڑیں' جن سے سارا لشکر سیراب ہو گیا۔

6- اگر مجھ پر کوئی مصیبت اچانک آپڑے' تو میں عرض کرتا ہوں: اے سید السادات! میری جان خلاصی کے لئے آپ ہی سہارا ہیں۔

7- رحمٰن مولا کی بارگاہ میں' آپ میرے شفیع بن جائیے' تا کہ وہ میری لغزشیں معاف فرما دے۔ آپ مجھ پر ایسا احسان کیجیے' جو کہ میرے وہم وگمان میں بھی نہ ہو (میری امیدوں سے بڑھ کے ہو)۔

8- ہمیشہ کے لیے' مجھ پر اپنی رضا کی نظر رکھیے اور اپنے فضل سے ہمیشہ میری عیب پوشی کرتے رہیے۔

9- اپنی طرف سے معافی عطا کر کے مجھ پر مہربانی کرتے رہیے۔ اے میرے آقا! میں

نے آپ سرکار سے کبھی منہ نہیں موڑا۔

10- میں نے نبیٔ مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پکڑا ہے' اُس نبیٔ مختار کا' جو کہ آسمانوں پر جانے والوں (فرشتوں) سے بڑھ کر شرف رکھتے ہیں اور اللہ تعالی کے (رازوں میں سے ایک) راز ہیں۔

11- آپ حسن و جمالِ کُلّی کے مالک ہیں' بزرگ و برتر ہے وہ اللہ کریم جو آپ (کے حسن و جمال) کا خالق ہے۔ بے شک ساری کائنات میں آپ جیسا صاحبِ جمال' میں نے کہیں نہیں پایا۔

(یہی شعر باب جبریل کے اندر بائیں طرف والی مبارک جالیوں میں سے ایک جالی کے سرے پر زائرین کو دعوتِ نظارہ دے رہا ہے)۔

12- اے تمام مخلوقات میں افضل! تمام نبیوں سے بلند و بالا' جنوں اور انسانوں کے لیے' رحمت کا سایہ' اور ان سب کو ہدایت کے راستے پر لگانے والے (آپ ہی ہیں)۔

13- آپ کے درِ اقدس پر میں پناہ لینے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں' میرے گمان اور اعتقاد میں' جو کچھ (خرابی) ہے' بہت امید ہے کہ اللہ تعالی مجھے معاف کر دے گا۔

14- آپ کی صفت و ثناء کرنا' میرا ہمیشہ کا معمول ہے' آپ کی محبت' عرش کے مالک (اللہ کریم) کے قرب کا ذریعہ ہے۔

15- آپ کی کریم ذات پر ہمیشہ کے لیے بے حد وحساب صلاۃ وسلام ہو۔

16- آپ کی آل پاک اور صحابۂ کرام' جو کہ درگزر' سخاوت اور فریاد رسی کے سمندر ہیں' ان پر بھی بے حد وحساب صلاۃ وسلام ہو۔

مسجد نبوی شریف میں حاضری کا شرف رکھنے والے خوش بخت' مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ سولہ (16) اشعار کا' یہ قصیدہ' مقصورہ شریف کے اندرونی جانب نہیں' بلکہ باہر کی جانب لکھا گیا تھا۔ مقصورہ شریف کی جالیوں کی گنتی اٹھارہ (18) بنتی ہے۔ مواجہہ شریف کی

طرف تین جالیاں ہیں اور باب جبریل سے داخل ہونے والے کے دل کی جانب بھی تین جالیاں ہیں' جبکہ روضۂ جنت اور قدمین شریفین کی جانب چھ' چھ جالیاں نصب ہیں۔ ہم ان جالیوں پر اس ترتیب سے حاضر ہیں کہ مواجہہ شریف کے بعد' روضۂ جنت کی طرف جائیں گے' پھر باب جبریل والی سمت سے ہوتے ہوئے قدمین شریفین کی طرف حاضری دیں گے۔ اس طرح اٹھارہ جالیوں پر لکھے گئے اشعار پڑھے جاسکتے ہیں۔ جالیوں پر نمبر نہیں لگائے گئے مگر اشعار کی ترتیب کے مطابق ہم نے یہ خیالی (imaginary) نمبر خود ہی ترتیب دیے ہیں تاکہ سمجھنے سمجھانے میں آسانی رہے۔ جالیوں کی ترتیب وار کچھ تفصیل اس طرح ہے:

جالی نمبر 1 تا 3 باب البقیع کے اندر' مواجہہ شریف پر بنی تین (3) سنہری جالیاں ہیں' جہاں زائرین حاضر ہوکر سلام عرض کرتے ہیں۔ ان مبارک جالیوں پر' ترک عثمانی خلیفہ' سلطان عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کے اِس مبارک قصیدے کے پہلے تین (3) شعر درج تھے۔ یہ شعر' قرآن مجید کی مبارک آیات والے مخطوطوں کے اوجھل ہو گئے ہیں۔

جالی نمبر 4 تا 9 راس مبارک (روضۂ جنت) کی طرف بنائی گئی چھ (6) جالیاں ہیں۔ اسطوانۂ سریر' اسطوانۂ وفود اور اسطوانۂ حرس اسی سمت واقع ہیں۔ روضۂ جنت کی پہلی صفوں میں حاضر ہونے والے' کعبہ رُخ بیٹھیں تو اپنے دل کی جانب جالی نمبر 4 پر لکھا ہوا' اس قصیدۂ مبارکہ کا چوتھا شعر بخوبی پڑھ سکتے ہیں:

يَا مَنْ يَّقُوْمُ مَقَامَ الْحَمْدِ مُنْفَرِدًا
لِلْوَاحِدِ الْفَرْدِ لَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَلِدِ

جالی نمبر 5 پر لکھا ہوا' اس قصیدہ کا پانچواں شعر اس طرح پڑھا جاتا ہے:

يَا مَنْ تَفَجَّرَتِ الْأَنْهَارُ نَابِعَةً

مِنْ إِصْبَعَيْهِ فَرَوَى الْجَيْشَ بِالْمَدَدِ

جالی نمبر چھ تا نو (6 تا 9) پر لکھے ہوئے' اس قصیدہ مبارک کے اشعار نمبر چھ تا نو (6 تا 9) پر نئے سرے سے رنگ نہیں کیا گیا۔ مدھم سی اصل لکھائی زائرین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنتی ہے۔

جالی نمبر 10 تا 12 دکۃ الاغوات کی طرف بنائی گئی تین (3) جالیاں ہیں:

باب جبریل سے داخل ہونے والے کے دل کی جانب جالی نمبر دس (10) پر لکھے گئے شعر کا رنگ مٹ گیا ہوا ہے۔ شعر کے چوکھٹے سے ذرا اوپر اس آیتِ مبارکہ کا مخطوطہ زائرین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنتا ہے:

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَراً﴾

(اپنے رب سے تقویٰ اختیار کرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف لیجایا جائے گا)

جالی نمبر 11 پر درج شدہ' اس قصیدے کا گیارھواں اور حاصلِ قصیدہ شعر اس طرح پڑھا جاتا ہے:

رَبُّ الْجَمَالِ تَعَالَى اللّٰهُ خَالِقُهُ

فَمِثْلُهُ فِيْ جَمِيْعِ الْخَلْقِ لَمْ أَجِدِ

جالی نمبر 12 پر لکھے گئے بارھویں شعر پر نئے سرے سے رنگ نہیں کیا گیا۔

جالی نمبر 13 تا 18 قدمین شریفین کی طرف کی چھ (6) جالیاں۔

جالی نمبر 13 اور 14 پر لکھے گئے تیرھویں اور چودھویں شعر پر نئے سرے سے رنگ نہیں کیا گیا لیکن ہر دو اشعار کی مدھم عبارت دیکھی جا سکتی ہے۔

جالی نمبر 15 کے سرے پر درج شدہ' اس قصیدہ کا پندرھواں شعر اب بھی بآسانی پڑھا جا سکتا ہے:

عَلَيْهِ أَزْكىٰ صَلَاةٍ لَمْ تَزَلْ أَبَداً
مَعَ السَّلَامِ بِلَا حَصْرٍ وَّلَا عَدَدٖ

جالی نمبر 16 کے سرے پر لکھا ہوا سولھواں اور آخری شعر بھی بخوبی پڑھا جا سکتا ہے:

وَالْآلِ وَالصَّحْبِ أَهْلُ الْمَجْدِ قَاطِبَةً
بَحْرِ السَّمَاحِ وَأَهْلِ الْجُوْدِ وَالْمَدَدٖ

جالی نمبر 17 اور 18 کے سرے پر، عشرہ مبشرہ بالجنۃ (اسی دنیا میں جنت کی بشارت دیے گئے دس صحابۂ کرام) کے لیے یہ دعاء درج ہے:

اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْ أَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَّطَلْحَةَ
وَالزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعْدٍ وَّسَعِيْدٍ وَّأَبِیْ عُبَيْدَةَ

ترجمہ: اے اللہ! تو (سیدنا) ابوبکر، (سیدنا) عمر، (سیدنا) عثمان، (سیدنا) علی، (سیدنا) طلحہ، (سیدنا) زبیر (بن عوام)، (سیدنا) عبدالرحمٰن (بن عوف)، (سیدنا) سعد (بن أبي وقاص)، (سیدنا) سعید (بن زید) اور (سیدنا) أبوعبیدہ (ابن الجراح) سے راضی ہو جا۔

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی صاحب نے، اپنے ایک مضمون میں، اُوپر ذکر کردہ، دو قصیدوں کے علاوہ، دو (2) اور قصیدوں کا بھی ذکر کیا ہے اور ہر چہار قصائد کا، صِرف اردو ترجمہ دیا ہے۔ انہوں نے، اپنے اس مضمون میں، کسی بھی قصیدے کا عربی متن، درج نہیں کیا۔ دوسرے دو (2) قصائد کے متعلق، ڈاکٹر صاحب کی طرف سے دی گئی معلومات کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے:

(1) يَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْمُنِيْرِ

شیخ طریقت، عالمِ جلیل، عارف باللہ، شیخ عبدالرحیم البرعی قُدِّس سِرُّہٗ یمن کے ایک عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بزرگ ہو

گزرے ہیں۔ اہلِ یمن، شیخ عبدالرحیم البرعی کی مناجاتیں اور درود وسلام سے معطر نظمیں، بڑے شوق اور عقیدت سے پڑھتے ہیں۔ آپ نے زیارتِ حرم نبوی کے لیے جو صلاۃ وسلام لکھا ہے، اس کا عنوان ہے:

"یَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْمُنِیْرِ"۔

ڈاکٹر صاحب نے اس قصیدہ کے ستائیس (27) منتخب اشعار کے اردو ترجمہ کو اپنے مضمون کا حصہ بنایا ہے، مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ قصیدہ حجرۂ نبوی شریف کے اندر کس جگہ نقش کیا گیا ہے۔

(2) قصیدہ بغدادیہ وتریہ

یہ قصیدہ سیدنا ابوعبداللہ مجدالدین محمد بن رشید بغدادی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 662ہجری) کا ہے۔ اس قصیدے کے اکثر اشعار، مواجہہ شریف والی دیوار کی پاک جالیوں کے اُوپر کے حصے میں نقش ہیں اور ان اشعار کا سلسلہ، نزولِ جبریل علیہ السلام کے مقام تک چلا گیا ہے۔ روضۂ جنت کے تین گنبدوں میں بھی، اس قصیدہ کے کچھ اشعار نقش تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس قصیدہ کے اِکّیس (21) شعروں کا، اردو ترجمہ مہیا کیا ہے۔

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی صاحب نے قصیدہ حدادیہ داخلیہ کے انتالیسویں شعر کا ترجمہ نہیں دیا اور ان کی تحقیق کے مطابق اس بابرکت قصیدہ کے کل چالیس (40) اشعار ہیں۔

(ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، حجرۂ نبوی کے اندر نقش عربی کی چند نایاب نعتیں، مجلسِ رضا کراچی، 1998ء، ص 7 تا 15)

جب کہ، علامہ محمد بدرالدین صاحب نے اکتالیس (41) اشعار شائع کیے ہیں۔ ہم نے انہی اکتالیس اشعار سے اس تحریر کو مزین کیا ہے۔

اس تحریر کے آخر میں ہم محترم قارئینِ کرام کو دعوت دیتے ہیں کہ آئیے آپ بھی

ہمارے ساتھ مل کر، مقصورہ شریف کی شمالی دیوار پر لکھے ہوئے، ترک عثمانی خلیفہ، سلطان عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی نغمگی اور دلوں میں گھر کر جانے والی ادبی چاشنی سے لطف اندوز ہونے کا شرف حاصل کرتے رہیے:

رَبُّ الْجَمَالِ تَعَالَى اللّٰهُ خَالِقُهُ
فَمِثْلُهُ فِيْ جَمِيْعِ الْخَلْقِ لَمْ أَجِدِ

لَب وا ہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے!

توہین رسالت اور اس کی سزا
(تاریخ کے تناظر میں)

پروفیسر منظور حسین سیالوی (رحمۃ اللہ علیہ)
سابق اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی
گورنمنٹ کالج فیصل آباد

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (البقرۃ:۱۰۴)۔

اے ایمان والو! (میرے حبیب سے کلام کرتے ہوئے) "راعنا" مت کہا کرو بلکہ کہو "انظرنا" اور (ان کی بات کو) غور سے سنا کرو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے بغیر ایمان تصور ہی نہیں ہوتا خواہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر کتنا ہی مکمل یقین کیوں نہ ہو۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان آپ کی محبت کے بغیر معتبر نہیں اگرچہ اطاعت اور اتباع کتنی ہی مثالی کیوں نہ ہو اور عقیدت اور احترام سے خالی محبت کا دعویٰ جھوٹ اور نفاق کے علاوہ کچھ نہیں اس لئے کہ

ع۔ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

ان مقامات کا حاصل یہ ہے کہ تعظیم وتوقیر رسالت ایمان کی اساس ہے اور بارگاہِ رسالت میں ادنیٰ بے ادبی اور گستاخی حتیٰ کہ غیر ارادی طور پر ایسے کلمات کا استعمال جن میں سوءِ ادب کا امکان ہو، ممنوع قرار پایا اور غارت گر ایمان ٹھہرایا گیا۔ کیونکہ نبی اس دنیا میں

اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہوتا ہے اس لئے اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کا انکار، اللہ تعالیٰ کا انکار ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو ان تمام تحفظات کے ساتھ مبعوث فرمایا تا کہ مقام نبوت کا تحفظ ہو سکے اور کوئی بد بخت اس عظیم منصب اور مقام مقدس کی اہانت اور استخفاف کی جرأت نہ کر سکے۔ اس لئے توہین رسالت جیسے سنگین جرم کی آخری سزا یعنی عدم قبول توبہ اور قتل مقرر کی گئی۔ آیئے قرآن مجید، حدیث نبوی اور سلف صالحین کے عمل کی روشنی میں موضوع کو آگے چلاتے ہیں:

لیکن ذرا ٹھہریئے۔ دل جو ایمان کا مرکز ہے اس کا فتویٰ سن لیجئے۔ میرے سمیت ہر وہ شخص جس کا دل حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہے وہ بغیر کسی دلیل کے، محبوب ربّ العالمین اور محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ کا وجود ایک لمحہ کیلئے بھی برداشت کرنے کا روادار نہیں۔ اسلام ہر انسان اور اس کی جان کی حرمت کا پاسبان ہے مگر جان ایمان، عین ایمان تخلیق کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت پر کائنات کی ہر چیز قربان۔ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا:

فَـاِنَّ اَبِـیُ وَوَالِـدَتِـیُ وَعِـرُضِـیُ

لِـعِـرُضِ مُـحَـمَّـدٍ (ﷺ) مِّـنُـكُـمُ وِقَـآء،

سن لیجئے، میرے والدین اور میری عزت، آپ لوگوں سے حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی عزت بچانے کے لیے ایک ڈھال (کے طور پر قربان) ہے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا سب سے معتبر حوالہ حضور ہی کی ذات گرامی ہے۔ ایک منافق نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثالثی کے بعد جب سیدنا عمر فاروقؓ سے رجوع کیا تو آپؓ نے اس گستاخ کا تلوار سے فیصلہ فرما دیا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِیٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء:٦٥)

نازل فرما کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی توثیق فرمادی۔ سیدنا عمرؓ کے اس فیصلے کی بنیاد اور اساس ایمان حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔ آپ کی غیرت عشق توہین رسالت کو برداشت نہ کرسکی جس کو بعض نادان توہین عدالت کا نام دیتے ہیں۔ نہ یہ توہین عدالت ہے اور نہ توہین عدالت کی سزا قتل ہے۔ سیدنا عمرؓ کے اس اقدام کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے توثیق وتصدیق غیرت عشق کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

عشق قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ (ﷺ)

صاحب ایمان کی عقلمندی کا تقاضا یہی ہے مگر عقل عیار منطقی استدلال کی متقاضی ہے۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ کریم نے ایمان والوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے محبوب کو لفظ راعنا سے خطاب نہ کرو کیونکہ یہ کلمہ ذومعنی تھا۔ اور اس میں گستاخی کا مفہوم نکل سکتا ہے۔ اگر مسلمانوں نے اس کلمہ کا استعمال ترک نہ کیا تو یہود اس لفظ کی آڑ میں بارگاہِ رسالت میں گستاخی کیا کریں گے۔ حلانکہ مسلمان اس کو مثبت معنوں میں استعمال کرتے تھے۔ مگر غیرت خداوندی نے یہ بھی برداشت نہ کیا کہ اہل ایمان کی زبانوں پر ایسا کلمہ بلانیت گستاخی جاری ہوجائے جس میں اہانت کا احتمال ہے۔ بلکہ ایسا کلمہ استعمال کرنے کا حکم دیا جس میں لفظی اور معنوی طور پر کسی طرح استخفاف کا امکان نہ ہو اور ساتھ ہی تنبیہ فرمادی کہ میرے محبوب کی باتوں کو ہمہ تن گوش ہوکر سنا کرو۔ تمہاری عدم توجہی یا غفلت کے باعث اگر تم کوئی بات کماحقہ نہیں سمجھ پائے اور دوبارہ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی ہے تو یہ بات میرے محبوب کی تکلیف کا باعث ہے اور ان کی بارگاہ کے آداب کے منافی ہے اگر تم اس ایذارسانی سے باز نہ آئے تو دائرہ ایمان سے خارج ہوجاؤ گے اور اس کفر کی سزا بہت شدید اور دردناک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا﴾ (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دینا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے ان کیلئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی محرومی اور بدنصیبی کا ذکر ہے جو کسی طرح بھی رسول اللہ (ﷺ) کو ایذا دیتے ہیں۔ بداعمالیوں کے سبب یا نازیبا کلمات کی وجہ سے اور جب کوئی شخص اللہ کریم کی رحمت سے بعید ہو جائے، ملعون و مردود ہو جائے تو اس کی جان بے قیمت ہو جایا کرتی ہے اور حرمت نفس ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا وجود زمین پر بوجھ بن جاتا ہے اور اس کا زندہ رہنا غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی غیرت ایمان اور حب رسول کا امتحان ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجۡہَرُوۡا لَہٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَہۡرِ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ﴾ (الحجرات:۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کریم (ﷺ) کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی بلند آواز سے آپ سے کلام کرو جس طرح تم بلند آواز سے ایک دوسرے سے بات کرتے ہو۔ اس (بے ادبی) سے کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں بارگاہ رسالت کے آداب سکھائے جا رہے ہیں کہ اگر تمہیں اس بارگاہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہو جائے اور ہم کلامی کا شرف حاصل ہو جائے تو

خیال رہے کہ تمہاری آواز میرے محبوب کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے۔ جب حاضر ہوتو سراپا ادب اور تصویر احترام بن جاؤ اور اگر اس سلسلے میں ذراسی غفلت اور معمولی کوتاہی سے کام لیا تو سارے اعمال حسنہ ہجرت، جہاد اور عبادات تمام اکارت ہو جائیں گے۔ یہ بارگاہ عام بارگاہ نہیں بلکہ اس بات پر تمہاری زندگی بھر کی نیکیوں کے مقبول اور نامقبول ہونے کا انحصار ہے۔ صاف فرمادیا کہ احترام رسالت کے بغیر تمہاری بڑی سے بڑی نیکی اور عبادت کی بارگاہ الوہیت میں ذرا برابر وقعت نہیں ہے۔ یاد رکھو:

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

کیا اعجاز بیان ہے! فرمایا: تمہیں اپنی نیکیاں برباد ہونے کا شعور ہی نہ ہوگا۔ تمہیں یہ غلط فہمی ہوگی کہ تم بڑے نمازی، مجاہد، پرہیز گار، محدث، مفسر اور شب بیدار ہو اور جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ وہاں پہنچ کر آنکھیں کھلیں گی کہ اعمال کا جو باغ تم نے لگایا تھا تو بے ادبی اور گستاخی کی صرصر نے اسے خاک سیاہ بنادیا ہے اس وقت سر پیٹ کر رہ جاؤ گے۔

جس بارگاہ کے آداب اللہ تعالیٰ اتنے زور سے بیان فرمارہے ہیں اگر کوئی بدنصیب کسی گستاخی کی جرأت کرے تو وہ اسلامی معاشرے کا ایسا ناسور ہے جس کا قلع قمع کرنا اسلام کی بقا کیلئے ضروری ہے کیونکہ دین اسلام کی بنیاد اور اساس ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

آپ حضور (ﷺ) کے زمانہ مبارک میں کعب بن اشرف نامی یہودی سردار آپ کی شان اقدس میں نازیبا کلمات استعمال کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا: کون ہے جو مجھے کعب بن اشرف سے نجات دلائے؟ تو محمد بن مسلمہ انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی حضور! یہ فریضہ میں انجام دوں گا۔ اور انہوں نے کعب بن اشرف کو کیفر کردار تک پہنچادیا۔ عبدالعزی بن خطل کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا وہ جہاں بھی ملے اسے قتل کر دیا جائے خواہ کعبہ کے غلاف میں ہی کیوں نہ چھپا ہو۔ ایک صحابی نے اسے غلاف کعبہ سے پکڑ کر مقام ابراہیم اور چاہ زمزم کے درمیان ذبح کر دیا اس کا جرم یہ تھا کہ وہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کیا کرتا تھا۔

زمانہ نبوی ہی کی بات ہے کہ سیدنا عمیر بن امیہ صحابی نے اپنی بہن کو قتل کر دیا۔ حضرت عمیر کے بھانجے مقتولہ کے بیٹے آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقدمہ قتل لے کر آئے اور بتایا کہ ہمارا ماموں ہماری ماں کا قاتل ہے۔ حضرت عمیرؓ نے حاضر ہو کر عرض کیا: حضور! میری بہن آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ منع کرنے کے باوجود اس نے اعادہ کیا اور میں نے قتل کر دیا۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: سن لو اس کا خون رائیگاں گیا اس کے ورثاء قصاص کا مطالبہ نہیں کر سکتے، عمیر کا فیصلہ درست ہے۔

حضور نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے زمانہ میں ایک نابینا صحابی نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا۔ صبح آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقدمہ پیش ہوا۔ لوگ جمع ہوئے مدعی نے دعویٰ کیا۔ آپ (ﷺ) نے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ قاتل کون ہے۔ وہ نابینا صحابی صفوں کو پھلانگتا ہوا بڑھا اور عرض کی حضور! میں نے رات کو اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ کر قتل کیا ہے کیونکہ یہ آپ کی شان میں گستاخی کی مرتکب ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا اس کا خون رائیگاں ہے اس کا مقدمہ خارج کیا جاتا ہے۔

سیدنا عمرؓ کے زمانہ میں عبداللہ بن نواحہ نامی شخص کو چند آدمیوں سمیت کوفہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے کچھ لوگوں کو سزا دی۔ چند ایک کو معاف کر دیا اور عبداللہ بن نواحہ کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وجہ قتل یہ بیان فرمائی کہ یہ شخص نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مسیلمہ کذاب کا سفیر بن کر آیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو گواہی نہیں دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو اس شخص نے جواب دیا: اے

محمد! کیا آپ گواہی نہیں دیتے کہ مسیلمہ (کذاب) اللہ کا رسول ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر سفیروں کا قتل جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کروا دیتا۔ اس وقت آداب سفارت مانع تھے اب کوئی امر مانع نہیں ہے۔ لہذا اس گستاخ رسول (ﷺ) کو قتل کر دیا جائے۔ یاد رہے کہ فقیہہ امت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں چیف جسٹس تھے۔

ہارون الرشید نے ایک دفعہ امام مالکؒ سے کہا کہ بعض لوگ توہین رسالت کے مرتکب کو کوڑوں کی سزا تجویز کرتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا: وہ قوم کیسے زندہ رہ سکتی ہے جو گستاخ رسول کو زندہ چھوڑ دے۔ حضرت امام مالک کا یہ جملہ ایمان افروز بھی ہے اور مبنی بر حقیقت بھی۔ آپ نے ہمارے دین کی بنیاد اور اس کے استحکام کی نشاندہی بھی کر دی اور ہماری قومی بقا کا راز بھی بتا دیا کہ ناموس رسالت کا تحفظ ہماری ملی بقا کا ضامن ہے اور علامہ اقبالؔ کا یہ شعر اسی حقیقت کا ترجمان ہے:

درد دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما زنام مصطفیٰ است (ﷺ)

مسلمانو! زندہ قوم کی حیثیت سے باقی رہنا ہے تو پھر گستاخ رسول کا روئے زمین پر صفایا کرنا ہوگا۔ یہ ناممکن بلکہ محال ہے کہ گستاخ رسول بھی دندناتے پھریں اور مسلم امت بھی۔ یہ دونوں ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اسلام میں گستاخ رسالت کی سزا قتل سے کم نہیں ہے۔ تاہم اپنے گستاخ کو معاف کرنا یہ آپ (ﷺ) کے صوابدیدی اختیارات ہیں جو کہ آپ اپنی ظاہری حیات طیبہ میں استعمال فرماتے رہے بعد میں آپ کی رضامندی سے عدم اطلاع کے باعث کسی قاضی یا حاکم وقت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔ مشرک اور مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا لیکن گستاخ سے نہیں کیونکہ یہ حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ ثابت ہوا کہ گستاخی کرنے والے کا جرم ناقابل معافی ہے بلکہ گستاخ کو توبہ کی توفیق ہی نہیں لہذا اس سے توبہ کی

توقع یا مطالبہ بھی درست نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ بھی واجب القتل ہے کیونکہ وہ بھی متوازی نبوت کا دعویٰ کر کے گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اسی لئے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب سے ختم نبوت پر نہ دلیل طلب کی اور نہ توبہ کا مطالبہ کیا بلکہ اس کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور اسے منطقی انجام تک پہنچا کر دم لیا۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ احترام رسالت کے مخاطب اور مکلّف تو صرف مسلمان ہیں اگر کوئی غیر مسلم اہانت کا مرتکب ہو تو اس کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جائے گا؟ تو گزارش ہے کہ توہین رسالت صرف عقیدے کا مسئلہ ہی نہیں بلکہ ایک سماجی مسئلہ ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی سے کروڑوں مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہیں اور یہ اہل اسلام کیلئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ جس پر وہ کسی سمجھوتے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ یہ ایسا فتنہ ہے جو علاقائی نہیں عالمی ہے جہاں جہاں مسلمان ہیں وہاں وہاں ردِ عمل ہو گا اور ﴿اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ تو عالمی امن کو تہہ و بالا ہونے سے بچانے کیلئے گستاخ کو فوری طور پر انجام تک پہنچا دیا جائے۔ اگر گستاخ کو مہلت دی گئی تو پوری دنیا میں بے چینی پھیلے گی اور اگر توبہ قبول کی گئی تو ہر گستاخ اہانت کا ارتکاب کر کے توبہ کر لے گا اور ناموس رسالت ایک مذاق اور کھیل بن جائے گا لہذا اس برائی کو سر اٹھاتے ہی ختم کر دیا جائے۔

یہاں ایک سوال فطری طور پر ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ آخر غیر مسلم اہانت رسول جیسی مکروہ سازش کیوں کرتے ہیں جب کہ ہر دور میں اس پر عالم اسلام کا ردعمل انتہائی شدید رہا ہے۔ گزارش ہے کہ دنیائے کفر صلیبی جنگوں کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ مسلمانوں کا مقابلہ میدان جنگ میں ناممکن ہے لہذا انہوں نے نظریاتی محاذ سنبھال لیا اور نظریاتی میدان میں ان کا ہدف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے وہ بھی اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ اسلام کی بقا ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کامل وابستگی

میں ہے۔ مسلمان کی عقیدت مندیوں کا محور رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ مسلمان سب کچھ چھوڑنے پر تیار ہیں گھر، زمین، وطن، جائیداد اور اولاد مگر دامان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دستبرداری کسی صورت قبول نہیں ہے۔ اس لئے معاندین اسلام مسلمانوں کے قلوب واذہان سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا بقول علامہ اقبالؒ "روح محمد" نکالنے کیلئے جتن کررہے ہیں اس لئے کہ مسلمانوں کی من حیث القوم موت کا واحد نسخہ انہیں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عاری کردینے میں ہے۔ اس مقصد کیلئے دینی موضوعات پر لٹریچر بھی شائع کروایا جارہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا موضوع جاہلانہ شخصیت پرستی کہہ کر نظرانداز کیا جارہا ہے اور پوری کتاب میں اس مہارت سے کسی بھی مقام پر آپ کی شخصیت پر رقیق حملے کئے جاتے ہیں کہ عام قاری بادی النظر میں اس خباثت کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ تحقیق کے نام پر تشکیک پیدا کی جارہی ہے اور آپ حضور (ﷺ) کی سیرت کا روحانی پہلو یا معجزاتی پہلو جس سے آپ کی عظمت وشان ظاہر ہوتی ہے کو شعوری طور پر زیر بحث نہیں لایا جارہا۔ اس طرح عظمت رسالت کے نقوش مسلمانوں کے دلوں پر دھندلا جائیں گے اور اس کام کیلئے کسی راجپال یا کرشن کو استعمال کرنے کی بجائے مسلمان کہلانے والے رشدی اور تسلیمہ نسرین کو سامنے لایا جارہا ہے۔ دشمن نے اپنی حکمت عملی بدل دی ہے جس کے مطابق ہمیں اپنا لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا اور وہ صرف اور صرف ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر مشروط مکمل وابستگی میں ہے۔

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا:

اے تہی از ذوق و شوق و درد
مے شناسی عصر ما با ما چہ کرد
عصر ما را زما بیگانہ کرد
از جمال مصطفیٰ (ﷺ) بیگانہ کرد

(اقبال مثنوی چہ باید کرد، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1985ء، ص24)

مثنوی چہ باید کرد میں "فقر" کے عنوان سے امتِ مسلمہ کو عشقِ رسالت مآب کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: اے ذوق وشوق و درد سے خالی مسلمان! غور کر، ہمارے زمانے (میں لاگو کیے گئے اسلام دشمن نظام) نے ہمارے ساتھ کیا کر دیا! زمانے (میں اسلام دشمن نظام کی اندھی تقلید) نے ہمیں ہماری اپنی خوبیوں سے بیگانہ کر دیا اور جمالِ مصطفیٰ ﷺ کو پہچاننے (اور شمعِ رسالت پر پروانہ جان قربان کرنے کے جذبہ سے) بیگانہ کر دیا۔

قرآن اور تزکیہ نفس

پروفیسر بشیر احمد رضوی
شعبہ انگریزی
گورنمنٹ ڈگری کالج پنڈی گھیپ

نفس، روح اور دل ایک ہی حقیقت کے مختلف نام ہیں۔ اسی حقیقت کو "باطن" سے بھی تعبیر کرتے ہیں کیونکہ حقیقت مخفی ہے اور ہمیں صرف اس کے اثرات ہی سے اس کا ادراک ہوتا ہے۔ خود اسے دیکھنے سے ہم قاصر ہیں۔ بقول مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ:

تن زجاں وجاں زتن مستور نیست
لیک کس را دید جاں دستور نیست

قرآن مقدس نے ہمیں یہی بتایا ہے کہ بشر کو روح کا تھوڑا سا علم بخشا گیا ہے۔ ارشاد رب کریم ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل:۸۵)

ترجمہ: ''اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا''۔

بشر، روح اور جسم سے مرکب ہے۔ جسم ظاہر ہے اور روح باطن ہے۔ جس طرح جسم کی آلودگیاں اور بیماریاں ہیں، اسی طرح روح کی بھی آلودگیاں اور بیماریاں ہیں۔ جیسے جسم کی صفائی اور صحت جسم کی صحیح کارکردگی کے لئے ضروری ہے ویسے ہی روح کی صفائی اور صحت بھی روح کی مطلوبہ کارکردگی کے لئے لازمی ہے۔

علامہ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ نے جلالین کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے:

اَلْمَرَضُ حَقِيقَةٌ فِيمَا يَعْرِضُ لِلْبَدَنِ فَيُخْرِجُه، عَنِ الْإِعْتِدَالِ اللَّائِقِ بِهٖ وَيُوجِبُ الْخَلَلَ فِيْ اَفْعَالِهٖ وَقَدْ يُؤَدِّيْ لِلْمَوْتِ، اُسْتَعِيرَ هُنَا لِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ مِنَ الْجَهْلِ وَسُوْءِ الْعَقِيْدَةِ وَعَدَاوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ فُنُوْنِ الْكُفْرِ الْمُؤَدِّيَةِ اِلَى الْهَلَاكِ الرُّوْحَانِيِّ۔

ترجمہ "بیماری ایسی شے ہے جو بدن کو لگ کر حد اعتدال سے ہٹا دیتی ہے اور بدن کے افعال میں خلل پڑ جاتا ہے اور کبھی موت کا سبب بھی بن جاتی ہے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ میں منافقوں کے دلوں میں پائی جانے والی جہالت اور بدعقیدگی اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی وغیرہ کفریات کے لئے بیماری کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے جو روحانی موت کا باعث بنتی ہیں"۔

دل تجلی گاہ ذات

دل ایک ایسا آئینہ ہے جس میں تجلیات حق تعالیٰ کا انعکاس ہوتا ہے۔ یہ آئینہ کفر سے یا گناہوں سے دھندلا جائے تو اس آنکھ کی طرح ہو جاتا ہے جس میں موتیا آ گیا ہو، جسے اتارے بغیر کچھ نظر نہیں آتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ (الحج:۴۶)

ترجمہ "یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ یہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿كَلَّا بَلْ سکتۃ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ

رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ (المطففین:۱۴۔۱۵)

ترجمہ ''کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

حدیثِ نبوی ہے: اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَآءُ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جَلَآئُهَا؟ قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ۔ (البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ ''ان دلوں کو بھی زنگ لگتا ہے جیسے لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) دلوں کی صفائی کیسے ہو سکتی ہے؟ فرمایا: ''موت کو بہت یاد کرنے اور قرآن کی تلاوت سے''۔

بیمار دل

جیسے دل کا آئینہ دھندلا سکتا ہے ویسے ہی دل بیمار بھی ہو سکتا ہے۔

﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ (البقرہ:۱۰)

ترجمہ ''ان کے دلوں میں بیماری ہے'' یعنی دل کفر میں مبتلا ہے۔

دل کی موت

جیسے جسمانی امراض سے جسم کی موت واقع ہوتی ہے ویسے ہی دل کی بیماریوں سے دل بھی مر جاتا ہے۔ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں وصیت فرمائی تھی: اِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضَّحِكِ فَاِنَّهٗ يُمِيْتُ الْقَلْبَ۔

(الادب المفرد، ص 85 مطبوع المصباح)

یعنی زیادہ ہنسنے سے بچو، کیونکہ یہ دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

دل کی صحت اور صفائی کی اہمیت

تزکیہ نفس یعنی دل کی اصلاح کے بغیر مقصد تخلیق پورا ہونا محال ہے کیونکہ مقصد تخلیق معرفت وعبادت ہے۔ معرفت کا انعکاس دل میں ہی ہوتا ہے۔ تو اگر دل پر گناہوں کے سبب پردے چڑھ جائیں تو انعکاس معرفت کا امکان ہی نہیں رہتا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اَلْمُؤْمِنُ اِذَا اَذْنَبَ ذَنْبًا کَانَتْ نُقْطَةٌ سَوْدَآء فِیْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰی تَعْلُوْ قَلْبَهٗ فَذٰلِكَ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ۔

ترجمہ "بندہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہے اگر گناہ سے باز آ جائے اور توبہ کرلے تو دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر پھر گناہ کرے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ پورا دل تاریک ہو جاتا ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ "لہذا تزکیہ نفس ہمارے لئے لازم ٹھہرا"۔

تزکیہ نفس والوں کو مژدہ

تزکیہ نفس کامیابی وحصول مراد کا ضامن ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی﴾ (الاعلی:14) بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔

یعنی جس نے اپنے باطن کو کفر وشرک کی آلودگی سے اور ظاہر کو ظاہری نجاست سے پاک کرلیا، اس نے مراد حاصل کرلی۔ گویا عرفان الٰہی کی دولت بیدار سے خزینہ دل معمور کرلیا۔

تزکیہ نفس کے لئے قرآنی رہنمائی

قرآن مقدس کو اللہ تعالیٰ نے مکلّف مخلوق کے ظاہر و باطن کو مصفا و مز کا بنانے اور ان کے اخلاق و کردار کو سنوارنے کے لئے اتارا اور اسے دلوں کے لئے شفا کا نام دیا ہے۔ آیت قرآنی ہے:

﴿وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾

"قرآن سینوں میں پائی جانے والی بیماریوں کے لئے شفا ہے"۔

اسی طرح:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (بنی اسرائیل:۸۲)

صدر الافاضل قدس سرہ العزیز اس آیہ کے تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس سے امراض ظاہرہ و باطنہ' ضلالت و جہالت وغیرہ دور ہوتے ہیں اور ظاہری و باطنی صحت حاصل ہوتی ہے۔ اعتقادات باطلہ واخلاق رذیلہ دفع ہوتے ہیں اور عقائد حقہ و معارف الٰہیہ وصفات حمیدہ واخلاق فاضلہ حاصل ہوتے ہیں۔

قرآن مقدس تزکیہ نفس کے لئے باطنی امراض اور نقائص سے خبردار بھی کرتا ہے اور ان کا علاج بھی تجویز فرماتا ہے۔ پس ہمارے لئے امراض باطن کا تدارک' دفعیہ اور علاج قرآن مقدس سے تلاش کرنا ضروری ٹھہرا۔

تزکیہ نفس کے لئے قرآن کی تلاوت' اس کے مطالب ومفاہیم کو سمجھنا اور اس کے بیان کردہ نسخوں کو استعمال میں لانا لازمی ہے۔ نفس ناپسندیدہ افعال و معاصی کے ارتکاب سے فاسد ہو کر اخلاق رذیلہ کی گندگی کی لپیٹ میں آ جاتا ہے اور ایسے افراد کی کثرت سے انسانی معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان مکروہات وممنوعات کو بیان فرمایا ہے اور ان سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے اور ان کے ارتکاب پر ملنے

والی سزاؤں سے بھی خبردار کیا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ (النحل:۹۰)

ترجمہ "بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان دو۔

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ﴾ (الاعراف:۳۳)

ترجمہ "تم فرماؤ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور گناہ اور ناحق زیادتی۔

دل کا سب سے بڑا مرض

امراض باطن میں کفر کی بیماری سب سے بڑی ہے اور سب امراض سے زیادہ مہلک ہے۔ یہ بیماری دل سے جلوہ محبوب کو بالکل محجوب کر دیتی ہے اور اسے دائمی عذاب کا حق دار بنا دیتی ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ (البقرہ:7)

ترجمہ "اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ (پردہ) ہے۔

یعنی کفار ضلالت و گمراہی میں ایسے ڈوبے ہوئے ہیں کہ حق کے دیکھنے، سننے اور

سمجھنے سے اس طرح محروم ہو گئے جیسے کسی کے دل اور کانوں پر مہر لگی ہو اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہو۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ (البقرہ:۱۶۱۔۱۶۲)

ترجمہ ”بے شک جو کافر ہوئے اور حالت کفر ہی میں مر گئے تو ان پر لعنت ہے اللہ کی فرشتوں کی اور سب انسانوں کی۔ ہمیشہ اس (جہنم) میں رہیں گے ان کے عذاب ہلکا نہ ہو گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

کافر کا دل ایمان کے نور کو قبول کرنے اور قرآن مجید سے فیض حاصل کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے:

﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا﴾ (الاعراف:۱۷۹)

”وہ دل رکھتے ہیں جو سمجھتے نہیں“

کفار جانوروں سے بھی بدتر

کفار کی زندگی انسانی زندگی نہیں ہوتی بلکہ محض کھانے پینے تک محدود ہو کر جانوروں کی زندگی بن جاتی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ (محمد:۱۲)

ترجمہ ”اور کافر استعمال کرتے اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھائیں اور آگ ان کا ٹھکانا ہے“۔

کفروشرک سے شفا کا قرآنی نسخہ

قرآن مقدس فلسفیانہ موشگافیوں کے بجائے عام فہم انداز میں کلام فرماتا ہے اور حقائق کو نہایت سادہ انداز میں پیش کر کے عام قلوب واذہان کے لئے قابل قبول بناتا ہے۔ قرآن کریم لوگوں کو کائنات پر غور وفکر کرنے اور حق کو پہنچانے کی نصیحت فرماتا ہے:

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (حٰم السجدة:۵۳)

ترجمہ ''ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں دنیا بھر میں اور خود ان کے اپنے اندر یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (آل عمران:۱۹۰)

ترجمہ ''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور دن رات کے باہم بدلنے میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے۔

قرآن مقدس کے بیان حق ترجمان، انبیاء ورسل علیہم الاسلام کے معجزات قاہرہ اور کائنات کے ذرے ذرے میں حق کے دلائل نمایاں ہونے کے باوجود جنوں اور انسانوں کی کثیر تعداد کفر پر قائم ہے کیونکہ انہوں نے جان بوجھ کر کفر کا ارتکاب کر کے خود کو ایمان کے نور سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم بنالیا ہے:

﴿وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ﴾ (الانعام:25)

ترجمہ ''اور ان میں کوئی وہ ہے جو تمہاری طرف کان لگاتا ہے اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بھاری پن

اور اگر ساری نشانیاں دیکھیں تو ان پر ایمان نہ لائیں گے۔

کفر سے نجات بتوفیق الٰہی

جب دلوں پر کفر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا جائیں تو اللہ کی توفیق ہی سے دلوں کی تاریکی دور ہوتی ہے اور ایمان کا نور نصیب ہوتا ہے۔ آیتِ قرآنی ہے:

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ (الانعام:125)

ترجمہ ''اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہئے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے''۔

اخلاق رذیلہ کا قرآنی علاج

قرآن کریم کفر و شرک کے بعد آنے والی دل کی بیماریوں کا علاج فرما کر دلوں اور روحوں کا یہ عظیم معالج انہیں مہبط تجلیات بنا دیتا ہے۔ باطنی امراض بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں ایک وہ جن کا تعلق شہوت شکن سے ہے اور دوسرے وہ جو شرمگاہ کی شہوت سے جنم لیتے ہیں۔

شہوت شکم کی آفت

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''معدہ شہوتوں کا منبع ہے اور آدمی پر سب سے زیادہ شہوت ہی غالب ہے سیدنا آدم علیہ السلام کا بہشت سے نکلنا اسی سبب سے ہوا۔ حقیقت میں یہ شہوت سب شہوتوں کی جڑ ہے اس لئے کہ جوں ہی پیٹ بھرتا ہے، نکاح کی شہوت پریشان کرتی ہے اور آدمی پیٹ اور شرمگاہ کے تقاضے بغیر مال کے پورے نہیں کر سکتا تو مال کا لالچ پیدا ہوتا ہے۔ مال بغیر جاہ و منصب بالعموم مشکل سے ملتا ہے تو جاہ کی حرص انگڑائیاں لیتی ہے اور جاہ کا انحصار لوگوں سے جھگڑے پر ہے، جس سے حسد، عداوت، تکبر اور کینہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے معدے کو اس کی حالت پر چھوڑ دینا سب گناہوں کی جڑ ہے

اور اس کو زیر دست رکھنا اور بھوکا رہنے کی عادت ڈالنا نیکیوں کی جڑ ہے۔

شہوت شکم کا قرآنی علاج

چونکہ جملہ امراض ورذائل کی اصل شہوت شکنی ہے۔ قرآن کریم نے اس کو حد میں رکھنے کے لئے ہمیں کامل رہنمائی عطا فرمائی ہے۔ جہاں قرآن حکیم نے حلال وطیب اشیاء کھانے کی اجازت دی ہے، وہاں حرام اشیاء سے دور رہنے اور حلال وطیب کے محتاط استعمال کی وصیت فرمائی ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ (المائدہ:3)

ترجمہ "تم پر حرام ہے اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا"۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (المائدہ:87)

ترجمہ "اے ایمان والو حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو پسند نہیں اور کھاؤ جو کچھ اللہ نے تمہیں روزی دی حلال پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اس سلسلے میں حکم الٰہی مشاہدہ ہو:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ (الاعراف:31)

ترجمہ "اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں"۔

یعنی نہ تو ایسے بھوکے پیاسے رہو کہ جان پر بن آئے اور نہ اتنا کھاؤ اور پیو کہ جان

پر بوجھ بن جائے بلکہ میانہ روی اختیار کرو۔ میانہ روی کی تشریح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے کہ معدے کا ایک تہائی کھانے کے لئے ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے ہونا چاہئے۔ بسیار خوری سے بخل اور حب المال جیسی رذیل خصلتیں جنم لیتی ہیں جو چوری، ڈکیتی، سود خوری، رشوت ستانی اور خیانت جیسی مہلک برائیوں کا باعث بنتی ہیں لہذا قرآن پاک نے بسیار خوری سے بچنے اور حد میں رہنے کا حکم دیا اور رمضان کے روزے فرض فرمائے ہیں اور روزہ داروں کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

روزہ اور تزکیہ نفس

تزکیہ نفس کا قرآنی نظام بہت موثر اور مفید ہے یہ عبادات بندے کو یاد حق سے غافل نہیں ہونے دیتیں بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگاتے رکھتی ہیں اور اللہ کی یاد سب برائیوں کا خاتمہ کردیتی ہے عبادات میں روزہ تزکیہ باطن کے لئے زبردست معالج ہے یہ بدن اور روح دونوں کی تطہیر میں یکساں کمال رکھتا ہے روزہ بندے کو متقی بنا کر ان گنت اخلاقی برائیوں اور بے شمار گناہوں سے بچالیتا ہے۔ علامہ مفتی شاہ محمد محمود الوری رحمتہ اللہ علیہ نے رکن دین کتاب الصیام (مطبوعہ اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ، ص: 18-17) میں لکھا ہے:

> شیطنت، بہیمیت اور سبعیت کے غلبہ سے انسان سے ایسے ایسے انسانیت سوز افعال وحرکات سرزد ہوتے ہیں کہ انسانیت بھی چیخ اٹھتی ہے ان سب بداعمالیوں کا علاج بھی روزہ میں ہے۔ بدی کے غلبہ کو روزہ ہی توڑتا ہے۔ جس طرح کسی سرکش ہاتھی یا حیوان کو بھوکا رکھ کر رام اور منقاد کیا جاتا ہے، اسی طرح انسان کی سرکش قوتوں کو بھی ترک طعام وشراب سے کمزور کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کا منقاد و مطیع بنایا جاتا ہے حقیقت میں روزہ انسانیت پیدا کر کے انسان کو انسان بناتا ہے۔

قرآن مقدس نے روزے کا مقصد حصول تقویٰ بتایا ہے اور تقویٰ ہی وہ آڑ ہے جو نفس و شیطان کے حملوں سے بچانے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ:183)

ترجمہ ''اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے اگلوں پر فرض کئے گئے تھے کہ کہیں تم پرہیزگار بن جاؤ۔

جب روزہ دار بروقت منافی صوم اشیاء سے اللہ کے ڈر سے بچتا رہتا ہے تو اس کے اندر حکم مولا کے خلاف چلنے کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور اطاعت خداوندی کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔

روزہ صبر سکھاتا ہے اور صبر صدہا برائیوں اور غلط خواہشوں سے بچائے رکھتا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے صبر اور نماز سے مدد چاہنے کا حکم دیا ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ﴾ (البقرہ:183)

ترجمہ ''اے ایمان والو مدد چاہو صبر اور نماز سے''۔

الغرض روزہ تزکیہ نفس میں اہم ترین کردار ادا کرتا ہے اور بندے کے ظاہر و باطن کو پاک صاف کر دیتا ہے۔

نماز اور تزکیہ نفس

نماز کے بے شمار فضائل و محاسن اور برکات و حسنات میں سے نہایت اہم شے نماز کا بندے کو برائی اور بے حیائی سے روکنا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہی نماز' نماز کہلانے کی مستحق ہے جس کے اثر سے بندہ مکروہات مہلکہ سے بچ جائے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ﴾ (العنکبوت:45)

ترجمہ ''بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے''۔

تفسیر خازن میں زیر آیہ مذکورہ لکھا ہے:

مَنْ دَاوَمَ عَلَی الصَّلٰوۃِ جَرَّہٗ ذٰلِکَ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ وَالسَّیِّئَاتِ کَمَا رُوِیَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ فَتًی مِّنَ الْاَنْصَارِ یُصَلِّی الصَّلَوَاتِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَمْ یَدَعْ مِنَ الْفَوَاحِشِ شَیْئًا اِلَّا رَکِبَہٗ فَذُکِرَ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ سَتَنْھَاہُ یَوْمًا فَلَمْ یَلْبَثْ اَنْ تَابَ وَحَسُنَ حَالُہٗ۔

ترجمہ ''یعنی جو نماز کی پابندی کرتا ہے نماز اسے گناہوں اور برائیوں سے روک دیتی ہے جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصاری نوجوان تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (پانچوں) نمازیں پڑھا کرتا تھا لیکن بے حیائیوں سے نہ رکتا تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی گئی تو فرمایا ایک دن ان کی نماز اسے تمام برائیوں سے روک دے گی۔ جلد ہی اس نوجوان نے توبہ کر لی اور اس کی حالت سنور گئی۔

نماز کی جملہ شرائط اور تمام ارکان وفرائض تزکیہ نفس میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مثلاً وقت کی پابندی کی شرائط میں سے ہے اور نماز وقت باندھا ہوا فرض ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء:133)

ترجمہ ''بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے''

لہذا نماز کا وقت بندے کو نماز سے غافل نہیں ہونے دیتا اور نماز بندے کو اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہونے دیتی۔

﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ﴾ (طٰہٰ:۱۴)۔ ''میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ''

زکات اور تزکیہ نفس

زکوۃ اسلام کا ایک رکن ہے جس کی اہمیت اس امر سے بخوبی واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید بار بار اس کا ذکر نماز کے ساتھ فرماتا ہے اور دونوں کی ادائیگی کا (ایک ساتھ) حکم دیتا ہے۔ زکات تزکیہ نفس کے لئے بہت ہی قوی الاثر مالی عبادت ہے۔ صدقہ دینے سے نہ صرف مال پاک ہوتا بلکہ صدقہ دینے والا خود بھی پاک ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾ (التوبۃ:۱۰۳)

ترجمہ ''ان کے اموال سے صدقہ لے کر ان کو اس ذریعے سے پاک اور آراستہ کردو''

زکات ادا کرنے والا بخل، حرص مال اور ہوس درہم و دینار سے پاک ہو جاتا ہے اور جب زکات دینے سے اس کے مال میں کمی نہیں آتی اور اسے غرباء و مساکین کی دعائیں نصیب ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان و یقین میں اضافہ فرما کر اسے اپنے قرض خاص کے لائق بنا دیتا ہے۔

حج اور تزکیہ نفس

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے لہذا اس کی تکمیل پر الام کی تکمیل کا مژدہ سنایا گیا۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ (المائدہ:۳)

ترجمہ ''آج (حج آخر کے دن) میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی''

حج لسانی، بدنی اور مالی تینوں طرح کی عبادات کا جامع ہے لہذا اس میں تینوں طرح کی عبادتوں کی تاثیر پائی جاتی ہے تزکیہ نفس کے لئے حج کی تاثیر حد بیان سے خارج ہے حاجی کبر و نخوت کے لباس کو ترک کر کے فقیرینہ لباس پہن لیتا ہے یوں انانیت اور خود

پرستی کے مہلک روح سے نجات حاصل کر لیتا ہے گھر بار چھوڑ کر مسافرت اختیار کرتا ہے جو کہ ترک دنیا کی طرف پیش رفت ہوتی ہے حج کا احرام حاجی کو شہوت رانی سے روک دیتا ہے اور یہی تزکیہ نفس کی بنیاد ہے۔

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ﴾ (البقرہ:۱۹۷)

ترجمہ ''حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے تو جو ان میں حج کی نیت کرے تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ، نہ کسی سے جھگڑا''۔

حج سے تزکیہ نفس کے حصول کا طریقہ

سفر حج کو سفر آخرت کا رنگ دیا گیا ہے لہذا حاجی جب اس حقیقت کو سامنے رکھ کر حج کے لئے روانہ ہوتا ہے اور ہر رکن ادا کرتے وقت اس میں سفر آخرت کی مشابہت تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے تو اس کا حج اس پر بہت ہی گہرے مثبت اثرات مرتب کرتا ہے اور وہ گناہوں کی آلودگی سے پاک صاف ہو کر گھر کی طرف لوٹتا ہے۔ ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے:

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّه‘۔

(البخاری، کتاب المناسک، باب فضل الحج المبرور)

ترجمہ: ''جو اللہ کے لئے حج کرے یوں کہ حج میں نہ کوئی فحش بات اور نہ کوئی حکم عدولی کرے تو ایسے پاک ہو کے لوٹتا ہے جیسے پیدائش کے دن تھا''

اس بحث سے معلوم ہوا کہ قرآن مقدس میں تزکیہ نفس کا ایک مرتب نظام موجود ہے جو اس قدر کامل اور اتنا جامع ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے جوگیوں، سادھوؤں اور

راہبوں وغیرہ کی بتائی ہوئی ریاضتوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ مذکورہ طبقوں کی ریاضتیں من کی خواہشات کی تہذیب کی بجائے انہیں کچلنے کے عمل پر مبنی ہوتی ہیں جو کہ فطرت کے سراسر خلاف ہے جبکہ اصلاح نفس کا قرآن نظام فطرت کے عین مطابق ہے اور اس وجہ سے کسی پر بوجھ نہیں بنتا اور نہ ہی اذیت کا باعث ہوتا ہے بلکہ اپنے اپنانے والوں کی زندگی کو نہایت خوشگوار اور دلکش بنا دیتا ہے اور ان کے من کو بے تکلفی سے مطہر و مزکی کر دیتا ہے۔

یہ قرآنی نظام تزکیہ ہی تھا جس کی بدولت دنیا کو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل جیسے متقی مجتہدین، اصحاب صحاح جیسے بے لوث محدثین اور سیدنا جنید بغدادی، بایزید بسطامی، علی ہجویری، سید شیخ عبدالقادر جیلانی، شہاب الدین سہروردی، بہاؤالدین شاہ نقشبند، سید معین الدین اجمیری، قطب الدین بختیار کعکی، بابا شیخ فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہم جیسے صوفیائے کرام نصیب ہوئے جن کے انفاس طاہرہ نے دنیا اور اہل دنیا کے سامنے ایسا رول ماڈل (Role Model) کردار پیش کیا جس پر قدسی بھی عش عش کر اٹھے ہوں گے۔ لہٰذا اہل دنیا کو اپنے تزکیہ نفس کے لئے قرآن مقدس کی طرف ہی رجوع کرنا چاہئے۔

قوموں کے عروج وزوال کی داستان

(قرآن کریم کی روشنی میں)

پروفیسر قاری محمد اقبال
سابق رئیس شعبہ عربی، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

(بنی اسرائیل:9)

''بلاشبہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب راہوں سے سیدھی راہ ہے اور مژدہ سناتا ہے ایمان والوں کو''۔

آج یہ موضوع زیر بحث ہے۔ اس سلسلے میں ضروری وضاحت یہ ہے کہ ایک امت کے علاوہ باقی جتنی اقوام اس دنیا میں ظاہر ہوئیں پھر انجام کار تباہی اور بربادی سے ہمکنار ہوئیں۔ ان کی تاریخ میں عروج وزوال نہیں ہے مثلاً قوم عاد جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام، قوم ثمود جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا، یا دیگر قومیں ان میں عروج وزوال کی بجائے ظہور واستحصال کی بات ہے۔ یہ قومیں تھیں، آبادیاں تھیں، چہل پہل رونقیں اور رزق کی فراوانیاں تھیں لیکن سب کچھ ختم ہو گیا اور اس طرح سے ختم ہوا کہ صفحہ ہستی سے نابود ہونے کے بعد یہ ویران شدہ بستیاں آج تک آباد نہیں ہوئیں۔ عروج کا مطلب نیچے سے اوپر ہونا اور زوال اوپر سے نیچے آنا۔ لیکن ان کے عروج کا پتہ نہیں چلتا۔ صرف یہ قومیں تھیں۔ انبیاء کرام نے دین حق کی دعوت دی۔ انہوں نے جھٹلایا، تنگ کیا اور

پھر جان کے دشمن ہو گئے اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور یہ قومیں صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئیں۔ کسی کو زلزلے کے ذریعے کسی کو بارش یا دخان کے ذریعے یا زمین کا حصہ الٹا کر کے یا پھر پتھروں کی بارش کے ذریعے ختم کر دیا۔

عروج وزوال صرف بنی اسرائیل کو ہی آیا۔ پہلے یہ ایک کمزور قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عروج عطا فرمایا، قوت عطا کی۔ پھر سرکشی کے نتیجے میں زوال اور ذلت و پستی کا شکار ہوئی اور طویل عرصہ تک ذلت میں غرق رہنے کے بعد پھر انہیں عروج حاصل ہوا پھر زوال ہوا گویا قرآن کریم کی رو سے صرف بنی اسرائیل ایسی قوم ہے جو عروج وزوال کی داستانوں کی حامل ہے۔

بنی اسرائیل کے عروج وزوال کا واقعہ پندرھویں سپارے کے شروع میں سورۃ بنی اسرائیل میں بیان کیا گیا ہے۔ پہلے رکوع کی ابتدائی تین آیات کے علاوہ باقی تمام اسی سے متعلقہ ہے۔ یہ سورت واقعہ معراج کے بعد نازل ہوئی۔ معراج مکی زندگی کے آخری سال ہجرت سے چھ (6) ماہ پہلے ہوئی۔ اس سورت میں معراج کا ذکر ہے۔ پھر بنی اسرائیل کے عروج وزوال کا تذکرہ آیا۔ پھر اس معاشرے میں فلاح و بہبود کے قواعد بیان کئے گئے۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واضح پیش گوئی کی گئی:

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

(اور اے حبیب) دعا مانگا کیجئے کہ اے میرے رب جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا، اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ، اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔

بشارت یہ تھی کہ آپ کو مکہ مکرمہ سے نکلنا ہے، پھر مدینہ طیبہ میں آپ داخل ہوں

گے، وہاں آپ کو اقتدار ملے گا۔ تاریخ پر نظر رکھنے والا آدمی جانتا ہے کہ جس کیفیت میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مکہ مکرمہ سے نکلے۔ تاریخ میں اس طرح سے نکلنے کی مثال ناپید ہے۔ جس شان سے آپ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اس طرح آمد کی مثال بھی نہیں ملتی۔ مدینہ طیبہ کی پوری آبادی بشمول مسلم، غیر مسلم، بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں، بچیاں گویا ہر فرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے گھر سے نکل آیا۔ آپ حیران ہوں گے کہ غیر مسلم بھی گھروں سے استقبال کو نکلے؟ تاریخ یہ کہتی ہے کہ اہل مدینہ وداع کی پہاڑیوں پر جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کیا کرتے۔ صبح سویرے جاتے، دھوپ تیز ہوتی، سورج ڈھلے تک منتظر رہتے اور جب ناامید ہو جاتے تو واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے۔۔ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچے ہیں، لوگ مایوس ہو کر واپس جانے والے تھے، ایک یہودی نے کہا کہ دور مجھے ایک سایا نظر پڑتا ہے ہوسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوں۔ چنانچہ سب نے انتظار کیا تو واقعی آقائے دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ گویا یہودی بھی منتظر لوگوں میں شامل تھے ہر آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کی مہار کو پکڑ کر کہتا۔ حضور! آپ میرے غریب خانے پر تشریف لائیں۔

آپ نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا ہے، یہ جہاں مناسب ہوگا، خود ہی بیٹھ جائے گی۔ یہ ہے سچائی کا واقعہ مکہ مکرمہ سے نکلنے اور مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کا۔ ضمناً عرض ہے کہ ترک خلیفہ سلطان عبدالمجید اپنے دور حکومت میں مکہ مکرمہ اور مسجد نبوی کی تعمیر نو اور تزئین و زیارت کے لئے جس دن آئے تو مدینہ منورہ کی مقامی انتظامیہ نے خلیفہ وقت کے استقبال کا فیصلہ کیا۔ لیکن مدینہ طیبہ کے علماء کرام نے اس فیصلہ کی دوٹوک مخالفت کی اور کہا کہ ہم اہل مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کر چکے ہیں اور آپ کے بعد کسی اور شخصیت کا استقبال نہیں کیا جائے گا۔ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ

سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا کے مطابق جو اقتدار ملا تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ تمام عہدے ایک شخصیت میں جمع ہو گئے۔ سربراہ ریاست، سپہ سالار Head of the Govt of State کمانڈر انچیف، چیف جسٹس، خطیب اعظم۔ ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (الاحزاب:6) "نبی مؤمنوں سے ان کی جانوں سے بھی قریب ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں"

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (الحجرات:۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کرو اور نہ آپ س بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولو جس طرح ایک دوسرے سے بولتے ہو کہ کہیں تمہارے سب اعمال ضائع نہ کر دیے جائیں اور تم کو اس کا شعور بھی نہ ہو۔

تاریخ انسانیت میں اس طرح کے اقتدار کی مثال نہیں ملتی۔ جسموں پر، دلوں پر، روحوں پر، افکار و شعور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانروائی ہوئی۔ کہنا یہ ہے کہ یہ ایک برزخی وقت تھا مکی اور مدنی زندگی کے درمیان یا پھر شاہراہ عروج کی جانب پہلا قدم۔

بنی اسرائیل کے عروج و زوال کی داستان مسلمانوں کو اس لئے سنائی گئی کہ مسلمانوں کے ساتھ بھی بعینہ اسی قسم کا معاملہ پیش آنے والا تھا۔ آیئے دیکھیں بنی اسرائیل کے ساتھ کیا ہوا؟ پہلے بخت نصر باطل کا حکمران تھا، اس نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا، ستائیس ہزار (27) یہودیوں کو ایک دن میں قتل کر دیا۔ لاکھوں اسرائیلیوں کو گرفتار کر کے غلام بنا لیا۔ یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ان کی عبادت گاہ ہیکل سلیمانی کو نہ صرف تباہ برباد کیا بلکہ اسے نذر آتش کر دیا اور اس کی بنیادوں میں سے پتھر اٹھا کر لے گئے۔ اس طرح کی

بربادی ان پر وارد ہوئی، ایک مدت تک ذلت و پستی ان کا مقدر بنی۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس نے ایران کی مشرک حکومت کے ذریعے سائرس یا دارا بادشاہ نے یہ اعلان کیا کہ بنی اسرائیل کو یروشلم واپس دیا جائے گا وہاں پہ یہ عبادت گاہ بھی بنائیں گے اور اس شہر کو آباد اور بارونق بنائیں۔ اس طرح یروشلم پھر سے ترقی وعروج کی جانب گامزن ہوا!

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل:6)

ہم نے عروج یا باری تم پر پھیر دی ہم نے اموال واولاد کے ساتھ تمہاری مدد کی اور عددی اعتبار سے تمہیں دنیا کی سب سے بڑی قوم بنادیا۔

تو گویا تم جو نیکی کرو گے اس کا اجر بھی تمہیں ملے گا اور جو بدی کرو گے وہ بھی تم بھگتو گے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا بالآخران کی سرکشی کے نتیجے میں وہ وقت آیا کہ ایک اور بادشاہ نے ان پر حملہ کر دیا وہ لوگ گھروں میں گھس گئے اور محتاط اندازے کے مطابق ڈیڑھ لاکھ یہودیوں کو اس نے قتل کر دیا باقیوں کو غلام بنا کر لے گئے۔ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ بنی اسرائیل کو زوال کی اس گہرائی میں گرا دیا کہ وہ پھر نہ تو وہ ترقی کر سکے اور نہ ہی وہ پرانی حیثیت برقرار رکھ سکے۔ یہ تھی بنی اسرائیل کی تاریخ۔

اب آیئے ذرا اپنی تاریخ کا جائزہ بھی لیں اور

من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

والا قصہ دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اور صحابہ کرام کی محنت کے نتیجہ میں اسلام کو دنیا میں غالب کر دیا۔ حتیٰ کہ کئی صدیاں یعنی سقوط بغداد تک اسلام کا پرچم پوری دنیا میں لہراتا رہا۔

پھر ملت اسلامیہ میں سرکشی پیدا ہوئی مسلمانوں میں عقائد و اعمال میں تزلزل، دین سے روگردانی، احکام الٰہیہ سے سرکشی، تفرقہ بازی، غیر ضروری مسائل پر الجھاؤ اور تکرار جیسی خصلتیں در آئیں، تو اللہ تعالیٰ نے ہلاکو خان جیسے ظالم بادشاہ کو مسلمانوں پر نازل کر دیا۔ قانون قدرت ہے، آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہلاکو خان نے کیا کیا۔ اس نے ایک کام یہ کیا کہ جتنے علماء، پیر، مشائخ اور صاحب جبہ و دستار تھے، ان سب کا سر قلم کیا اور ان کی کھوپڑیوں سے ایک مینار تعمیر کیا، جس کے اوپر اس نے اپنی کرسی رکھی۔ مسلمانوں کے کتب خانے اور لائبریاں جن میں لاکھوں کی تعداد میں ہاتھ سے لکھے نسخے موجود تھے ان کو اٹھا کر دریا کے شوریدہ پانی کی نذر کر دیا۔

یاد رہے ایک کتاب لکھنے کے لئے زندگیاں صرف ہو جاتی تھیں۔ کہتے ہیں ان کتابوں کی سیاہی کی وجہ سے دریا کا پانی کئی رور تک سیاہ رہا۔ منگولیا سے لیکر افریقہ تک پورے عالم اسلام پر ایک سکتے کی کیفیت طاری ہوگئی۔ تقریباً ایک صدی تک مسلمان زوال کا شکار رہے۔ اب شان خداوندی دیکھیے:

﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ﴾ (بنی اسرائیل:٦)

ایک صوفی بزرگ تھے۔ قطب الدین ان کا نام تھا وہ کندھے پہ مصلی ڈالے یکسوئی سے نماز و عبادات کی غرض سے ایک جنگل میں جا رہے تھے۔ ویسے ہی جب اسلامی حکومت نہ ہو تو اپنے ایمان کو بچانے کا یہی طریقہ رہ جاتا ہے۔ وہ جنگل بادشاہ کی شکار گاہ تھی۔ ان بزرگ کو شاہی آداب کا کیا پتہ! جنگل میں بادشاہ کا بیٹا بھی سیر و تفریح اور شکار کی غرض سے آیا ہوا تھا۔ شاہی محافظوں نے اس بزرگ کو پکڑا اور رسیوں میں جکڑ کر شاہزادے کے سامنے پیش کر دیا۔ کتابوں میں درج ہے کہ شہزادے کے ساتھ بڑی بڑی دموں والے شکاری کتے بھی تھے۔ شہزادہ حقارت سے کہنے لگا کہ او صوفی! تیری داڑھی بہتر ہے یا میرے کتے کی دم؟ انہوں نے اطمینان سے فرمایا کہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا اور میں جنت میں گیا

تو میری داڑھی افضل اور خدانخواستہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر نہ ہوا تو پھر تیرے کتے کی دم افضل۔ شہزادے کا دل پسیج گیا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

اس نے کہا کہ میں فی الحال ولی عہد ہوں، جب بادشاہ بن جاؤں گا تو میرے پاس آنا۔ کچھ عرصے کے بعد ان کا آخری وقت آ گیا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ بیٹا فلاں شہزادہ جب حکمران بن جائے تو تم میری طرف سے جا کر ملنا اور کہنا کہ میں اپنے والد کا وعدہ پورا کرنے آیا ہوں۔ وہ شہزادہ تخت نشین ہوا تو یہ صاحب اس سے ملنے شاہی محل جا پہنچے اور کہا میں نے بادشاہ کو اپنے والد گرامی کا پیغام دینا ہے لیکن کہاں وہ بے چارا غریب و نادار بندہ اور کہاں قصر شاہی اور آداب خسروانہ! شاہی محافظوں نے اس کو دھتکار دیا۔ اس نے وعدہ تو پورا کرنا تھا لہذا محل کے قریب ایک درخت کے نیچے ڈیرہ جمالیا۔ نماز کا وقت ہوتا تو اذان کہتے اور نماز ادا کرتے، لیکن دن گزر گئے، فجر کی اذان پڑھی تو بادشاہ کے کانوں سے جا ٹکرائی اور کانوں سے اتر کر دل میں جا ٹھہری۔ اس نے کہا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ شاہی محافظوں نے ساری بات بتائی۔ بادشاہ نے اس آدمی کو بلا بھیجا۔ ساری بات اس کے منہ سے سنی اور اسے شاہی مہمان خانے میں ٹھہرا دیا۔ خود وزیر اعظم کو بلایا اور کہا کہ میری بات مان لو گے؟ وزیر اعظم نے کہا کہ ہم تو حکم کے غلام ہیں۔ ہمارا مذہب تو وہی ہو گا جو بادشاہ کا ہو گا۔ بادشاہ نے اس طرح سے تمام وزراء و امراء کو اسلام کی ترغیب دی۔ پھر ان بزرگوں کو بلایا، ان کو گواہ بنا کر ان کے دست حق پرست پر کلمہ پڑھا اور قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔ اگلے دن یہ اعلان ہو گیا کہ تاتاری حکومت کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا۔ ایک رات کے اندر اندر منگولیا سے افریقہ تک ساری سلطنت کا مذہب اسلام ہو گیا اور اس کے بعد اسلام کا پرچم پھر سے بلند تر ہوتا چلا گیا اور ہو رہا ہے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہ عروج بتدریج حاصل ہو رہا ہے۔ پاکستان جب بنا تو

کرہ ارض پر چند ایک مسلمان ملک آزاد تھے۔آج یہ تعداد پچاس سے زیادہ ہے۔ ہر مسلم ملک کے اندر غلبہ اسلام کی جدوجہد ہو رہی ہے۔احیائے اسلام کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ قوانین کو شریعت کے سانچے میں ڈالنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ مسلم ممالک کے سیاسی اتحاد اور اقتصادی بلاک بن رہے ہیں۔قدرت خداوندی سے کیا بعید کہ جس طرح سے ایران کی مشرک حکومت نے اسرائیلیوں کی مدد کی تھی، اسی طرح کسی غیر مسلم پاور سے غلبہ اسلام کا کام لے لے۔ اکیسویں صدی ان شاء اللہ العزیز اسلام کی صدی ہے۔قرآن کریم نے انہی آیات میں کہا: اگر تم دوبارہ ہماری نافرمانی کرو گے تو ہم دوبارہ تم کو سزا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے عروج و زوال کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں ہی مسلمانوں کی ترقی اور تنزلی کی بات بھی کر دی۔

مولائے روم رحمتہ اللہ علیہ بڑے پیار اور سلیقے سے پیدونصائح سے بھرپور حکایات بیان کرتے ہیں۔فرماتے ہیں ایک شیر شکار کرنے کے لئے نکلا راستے میں ایک بھیڑیا اور لومڑی ملی۔انہیں بھی ہمراہ لے گیا۔انہوں نے ایک گائے، ایک ہرن اور ایک خرگوش کا شکار کیا۔شیر نے بھیڑیا سے کہا کہ شکار آپس میں تقسیم کرو۔بھیڑیے نے کہا کہ آپ بڑے ہیں۔آپ گائے تناول فرمائیں۔میں چھوٹا ہوں ہرن لے لیتا ہوں اور لومڑی کے لئے خرگوش کافی ہے۔شیر کو غصہ آیا کہ خود ہرن کا ذائقہ دار گوشت اور مجھے بڑا گوشت دے رہا ہے۔بھیڑے کے ایسا تھپڑ رسید کیا کہ اس کو موت کی نیند سلا دیا۔لومڑی سے کہا تم باہمی تقسیم کرو۔لومڑی ذرا سیانی تھی کہنے لگی:

آپ بادشاہ ہیں، ابھی دوپہر ہے، لنچ میں گائے کا گوشت کھالیں۔
رات کو لائٹ ڈنر کے طور پر ہرن کا ذائقہ چکھ لیں۔اور صبح ناشتے میں
خرگوش تناول فرمائیں۔

شیر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا: ہم تو بادشاہ ہیں۔سب شکار تم کھالو، لیکن یہ بتلاؤ

کہ اتنی اچھی تقسیم تمہیں آئی کیسے؟ تو اس نے متانت سے جواب دیا: بھیڑیے کے حال سے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پرانی قوموں کے واقعات اللہ تعالیٰ نے قصہ گوئی کے لئے بیان نہیں کئے۔ احکام دیئے جا رہے ہیں، ممنوعات بیان ہو رہے ہیں اور جب مسلمانوں کا دل ان سے تھک جائے تو قصہ کہانی پڑھ لیں۔ نہیں اس لئے نہیں بلکہ ان میں عبرت کا پہلو ہے۔ آیئے اس پہلو کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اگر ایسا نہ ہوا تو ہمیں انفرادی قومی اور عالمی سطح پر نقصان ہوگا، جس کا مداوا ممکن نہیں ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

جدید نعتیہ ادب
اور بارگاہ نبوت میں استمداد استغاثہ وفریاد

پروفیسر شبیر احمد قادری

نامور محقق اور نقادؒ

شعبہ اردو گورنمنٹ کالج فیصل آباد

نعت نگاری کے مختلف اسالیب و انداز کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ہر ہر اسلوب اور ہر ہر انداز خوبصورت اور بھلا لگتا ہے۔ نعت گو شعراء عشق رسول کے حقیقی تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر فنی لوازم کے ساتھ اپنی عقیدت اور نیازمندی ہی کا اظہار نہیں کرتے بلکہ دامن شعر وادب بھی ان گہر ہائے آبدار سے مالا مال کرتے چلے آئے ہیں۔ عربی اور فارسی کی نعتیہ شاعری میں بھی عقیدت و محبت کے مضامین بیان ہوئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ استمداد و استغاثہ اور عرض حال کا پہلو بھی نمایاں رہا ہے۔ اردو شاعری کا آغاز ہوا تو نعت نگاری کا آغاز بھی اسی وقت ہو گیا تھا۔ قدیم صوفیائے کرام کے ہاں نعتیہ عناصر ملتے ہیں۔ جنوبی ہند اور شمالی ہند کے اہم ادبی و شعری ادوار میں بھی کم و بیش ہر شاعر نے نعت لکھی اور دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ استمدادی رنگ بھی اختیار کیا۔

بقول ڈاکٹر ریاض مجید:

> ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغاثہ اور استمداد اور آپ کے حضور فریاد اور مشکل کشائی و حاجات روائی کیلئے آپ کی بارگاہ رحمت میں سوال، آغاز نعت ہی سے نعت کے اجزائے ترکیبی میں شامل رہا ہے۔ ہر عہد، ملک اور زبان کے شعراء نے رفع مشکلات،

شفائے امراض، حصول مقصد اور مصائب و مسائل سے نجات حاصل کرنے کیلئے سیّد کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اپنی عرض داشت پیش کی ہے"۔ (اردو میں نعت گوئی، ص:۵۰)

ڈاکٹر تحسین فراقی نے اپنے مضمون "جدید اردو نعت گوئی۔ایک جائزہ" میں قدیم اور جدید نعت کے موضوعات و اسالیب کے جو پانچ نمایاں فرق بیان کئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

"عہد حاضر نے جو روحانی اور تہذیبی کرب جنم دیئے ہیں ان کی گونج بھی آج کی نعت میں سنائی دیتی ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں تو جدید نعت نے شہر آشوب کی سی کیفیت پیدا کردی ہے۔ یوں قدیم نعت کے انفرادی کرب اور گداز کے مقابلے میں جدید نعت میں اجتماعی کرب اور گداز کا رنگ نمایاں ہے گویا جدید نعت فرد سے لے کر ملت اسلامیہ کے اجتماعی مسائل سے پیدا ہونے والے گہرے کرب اور درد سے مرتب ہوئی۔

(شام وسحر نعت نمبر صفحہ ۱۰۶)

استمداد انداز نعت گوئی انفرادی بھی ہوسکتا ہے اور اجتماعی بھی۔ جدید نعتیہ ادب میں یہ دونوں انداز ملتے ہیں۔ ذاتی دکھ تکلیفوں اور امراض سے تنگ آکر بھی اہل قلم بحضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فریاد کناں ہوتے ہیں اور قومی اور ملی سانحات سے متاثر ہوکر بھی شعراء اپنے کرب کا اظہار کرتے اور حضور سے استمداد کرتے ہیں۔ اس تناظر میں ہم جب جدید نعتیہ ادب میں استغاثہ و فریاد کی جہت کا جائزہ لیتے ہیں تو جو آواز اپنے انتہائی کرب اور تڑپ کی بناء پر اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ جدید اردو شاعری کے معمار اول مولانا الطاف حسین کی آواز ہے:

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

نظیر لدھیانوی نعت کا رشتہ، اردو قومی شاعری سے مولانا حالی کی اسی نعت سے جوڑتے ہیں بقول ان کے:

"غالباً اسی نعت سے متاثر ہو کر علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خان نے بھی نعتیہ نظموں میں قومی و سیاسی واقعات بیان کئے اور قومی شعراء نے سیاسیات کا مرکز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کو بنایا"۔

(اردو میں نعت گوئی' ڈاکٹر ریاض مجید صفحہ ۴۲۵)

استغاثہ و فریاد کا رنگ اردو شاعری میں پہلے بھی موجود تھا مگر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اس میں زیادہ شدت پیدا ہوئی اور شعراء کرام نے اپنی نعتیہ اور قومی و ملی نظموں میں رحمۃ للعالمین (ﷺ) کے حضور امت مسلمہ کی تباہی و بے کسی کے حوالے سے امداد طلب نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا اس لئے کہ حضور کی ذات والا صفات مسلمانوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز و محور قرار پائی ہے۔ ۱۸۵۷ء سے ایک سو سال پہلے اور ایک سو

سال بعد کا زمانہ بطور خاص بڑا پر آشوب اور کرب آفریں زمانہ تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نتیجہ میں مسلمانان ہند جس عذاب میں مبتلا ہوئے وہ تاریخ کا ایک روح فرسا باب ہے۔

مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی سید احمد خان، مولانا رضی الدین بدایوانی شہید، محمد اسماعیل، منیر شکوہ آبادی، امیر مینائی، مولانا کفایت علی کافی، مولانا فضل احمد اسیرؔ دہلوی وہ نمایاں بزرگ ہیں جنہوں نے نہ صرف یہ کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں قولاً وعملاً حصہ لیا بلکہ اپنی شاعری کے ذریعہ بھی مسلمانوں میں جہاد کی نئی روح پھونکی اور آقا کے حضور اس صورت حال کے حوالے سے فریاد کناں بھی ہوئے۔

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی اپنے ایک مضمون ''تخلیق پاکستان اور ہماری نعتیہ شاعری'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

> ''سیاسی بالادستی کے دنوں میں سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر زیادہ تر شمائل وفضائل تک محدود رہا لیکن دور زوال میں یہ ذکر استمداد واستغاثہ کی صورت میں سامنے آیا اور مسلمان شاعر اپنے شاندار ماضی کو یاد کرتے ہوئے دور ابتلا میں ایک بار پھر سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور التجائیں کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو دور ابتلا میں یہ تعلق یقیناً مستحکم تر ہوتا نظر آتا ہے۔''

(نعت رنگ کراچی صفحہ ۵۹)

یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ مدد اسی وقت چاہتا ہے جب مبتلائے ابتلا ہو، بے چینی اور بے بسی اس کا مقدر ٹھہرے، شاعر جب بارگاہ سرور دارین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض گزار ہوتا ہے تو اس کی غایت الغایات یہی ہوتی ہے کہ اس کے ذاتی دکھ درد دور

ہو جائیں۔امت مسلمہ کی ظلمتیں اجالوں میں بدل جائیں شب یلدا صبح روشن میں ڈھل جائے، استمداد طلب شاعر رنگ خوشبو اور روشنی کا خواہاں ہوتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو وسیلہ بنا کر ربّ عطا سے مانگنے کا یہ قرینہ دراصل محبت کے ان قرینوں میں سے ہے کہ جس سے مانگنا مقصود ہو، اسے اس کی محبوب ترین شے کا واسطہ دیا جائے اور اس وسیلہ بنا کر مانگا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور استغاثہ وفریاد کرنے اور استمداد یہ رنگ اختیار کرنے کے پیچھے یہی جذبہ خیر اور حسن نیت کارفرما ہوتا ہے۔حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اُمتیوں کی فریاد ضرور سنتے ہیں۔حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ اس کیفیت کو یوں دوٹوک الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانؒ یوں بارگاہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چارہ سازی کی درخواست کرتے ہیں:

شہا، بیکس نوازی کن، طبیبا چارہ سازی کن
مریض درد عصیانم اغثنی یا رسول اللہ

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

مانا کہ سخت مجرم و نکارہ ہے رضاؔ
تیرا ہی تو ہے بندہ درگاہ لے خبر

☆ حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ معروف معنوں میں نعت گو شاعر نہ تھے۔مگر ان کی متعدد اردو اور فارسی نظموں میں بحضور رحمۃ للعالمین سید المرسلین ذاتی کرب اور امت محمدیہ کی زبوں حالی کا پردرد بیان ملتا ہے جس میں چارہ سازی کیلئے التجا کی گئی ہے:

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی ، مرا ایماں ہے زناری
شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلماں کدھر جائے
ہر چند ہے بے راحلہ و قافلہ و زاد
اس کوہ و بیاباں سے حدی خوان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روح محمد (ﷺ)
آیات الٰہی کا نگہباں کدھر جائے

☆ مولانا ظفر علی خان کی نعتیہ شاعری کے جدید نعتیہ ادب پر اثرات بڑے گہرے اور انمٹ ہیں۔ان کی کئی معروف نعتیں استغاثہ وفریاد کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔فریاد بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عرض حال بدرگاہ ربّ العزت بتوسط حضور خواجہ دو جہاں اس سلسلے کی بہترین مثالیں ہیں۔مولانا کی شاعری میں عصری کرب کے حوالے سے استمدادیہ انداز کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

جاگ اے یثرب کی میٹھی نیند کے ماتے کہ آج
لٹ رہا ہے آنکھوں آنکھوں میں تری امت کا راج
سر چھپانے کو ٹھکانہ بھی انہیں ملتا نہیں
لے چکی ہے جن کی ہیبت ایک عالم سے خراج

☆ جوشؔ ملیح آبادی آزاد خیال شاعر تھے۔ان کے ہاں بھی نبی رحمت علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور التجائیہ انداز ملاحظہ ہو:

تجھ پہ نثار جان و دل مڑ کے ذرا یہ دیکھ لے
دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہ کافری

تیرے فقیر اور دیں کوچہ کفر میں صدا!
تیرے غلام اور کریں اہل جفا کی چاکری!

☆ ذاتی دکھ درد کا بیان اپنی ذات سے اجتماع تک سفر کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح یہ اجتماعی دکھ جغرافیائی حدیں پار کرتا ہوا برصغیر سے باہر جہاں کہیں بھی کلمہ گو موجود ہیں ان کا دکھ درد بن جاتا ہے۔ ان کے مسائل و معاملات اور مصائب و آلام کا تذکرہ بھی جدید اردو نعتیہ شاعری میں بہت ملتا ہے۔ فلسطین، افریقہ، افغانستان، بوسنیا، چیچنیا، کشمیر غرض ہر اندرونی اور بیرونی کرب کا بیان آج کی نعتیہ شاعری میں فنی حسن اور جذبہ اخوت کے تحت بالاخلاص ہوا ہے۔ جدید نعتیہ ادب میں استمداد یہ رنگ اس لئے بھی نمایاں ہوا ہے کہ اہل قلب ونظر سے جدید عہد میں روحانی اور اخلاقی قدروں کی پامالی نہیں دیکھی جاتی۔ انسانیت پر ظلم واستبداد کے جو پہاڑ توڑے جا رہے ہیں علی الخصوص حضور نبی الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیواؤں کے ساتھ جو امتیازی سلوک روا رکھا جا رہا ہے اس پر وہ تڑپ اٹھتے ہیں اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور فریاد کرتے ہیں، التجا کرتے ہیں، استغاثہ کرتے ہیں، مدد مانگتے ہیں۔ حافظ لدھیانوی کی ایک طویل نعت (مشمولہ آہنگ ثنا) کے آخری اشعار اس عہد پر آشوب کے ذاتی اور اجتماعی دکھوں کا پردرد اظہار ہیں۔

کفار کے نرغے میں ہیں اسلام کے داعی
امت پہ ہو اک چشم عنایت مرے آقا
تو اپنے غلاموں کے ہے احوال سے واقف
مل جائے سکوں کی انہیں نعمت مرے آقا
ہیں تیری توجہ کے طلب گار مسلماں
ہے دیدنی کشمیر کی حالت مرے آقا
بیچارے مسلماں پہ ہے اغیار کی یورش

دیکھی نہیں جاتی ہے یہ ذلت مرے آقا
اشکوں سے سناتے ہیں غم جاں کی حکایت
طاری ہے ہر اک قلب پہ رقت مرے آقا
اک حشر کا میداں ہے یہ خطہ کشمیر
ٹوٹی ہے کچھ اس طرح قیامت مرے آقا
تھامے ہوئے مظلوم ہیں اسلام کا پرچم
پرچم کو ملے عظمت و شوکت مرے آقا

☆ ملی احساس کے زیر اثر ذاتی مسائل کو بیان کرنے کے علاوہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مسائل کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرنے کا رجحان بڑھ گیا ہے جو اس دور کی نعتیہ شاعری کا بقول ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق وصف محمود ہے۔ (نعت رنگ کراچی)

اس تناظر میں جب ہم جدید شعراء کے استمد ادیہ رنگ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ایک طرح کا احساس ندامت بھی ملتا ہے اور مسائل و مصائب کے خارزاروں سے دامن چھڑا کر سکھ چین اور راحت کے گلزاروں میں لانے کی خواہش اور تمنا بھی پائی جاتی ہے۔

☆ حفیظ تائبؔ اس عہد کے بڑے مقبول اور محترم نعت گو ہیں۔ ان کے ہاں عالم اسلام کی تباہ حالی خاص طور پر افغانستان، کشمیر اور فلسطین میں اہل حق کو درپیش مصائب کا بیان دردخیز اور کرب انگیز لہجے میں ملتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ استمد ادیہ رنگ بھی:

آمادہ شر پھر ہیں ستمگر مرے آقا
امت کی خبر لے مرے سرور مرے آقا
افغانیوں پر کوہ الم ٹوٹ پڑا ہے

خوں زدہ ہیں کہسار کے منظر مرے آقا
فریاد کناں ہیں در و دیوار فلسطین
ہیں نوحہ بلب مسجد و منبر مرے آقا

علاوہ دیگر موضوعات کے رنگ استمداد کی بدولت حفیظ تائبؔ کی رائے میں:

"نعت زندگی سے پوری طرح ہم آہنگ ہو کر عہدہ حاضر کا مقبول ومحبوب موضوع سخن ٹھہری اور یوں ورفعنالك ذكرك کی صداقت صبح روشن کی طرح سب پر واضح ہوئی۔" (بہار نعت مرتبہ حفیظ تائب صفحہ ۹)

"امت مسلمہ ہی نہیں پوری انسانیت کو جو سابقہ ہے۔ اس دور کے نعت گو ذاتی، جماعتی اور کائناتی دکھوں کا مداوا حضور علیہ السلام کی سیرت اطہر سے تلاش کرنے لگے اور آپ کے منشور حیات اور تعلیمات کو نعت میں سمونے کی نہایت عمدہ کوششیں ہونے لگیں۔

(بہار نعت مرتبہ حفیظ تائب صفحہ ۹)

☆ انور مسعود نے ان اشعار میں اپنے استغاثہ وفریاد اور استمداد کو دائرہ مسلمؔ سے نکال کر پوری انسانیت کے دکھوں اور تمدنی آشوب کو سمولیا ہے جس کی طرف حفیظ تائبؔ نے اشارہ بھی کیا ہے۔ یوں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم کسی خاص قوم یا کسی ایک خطے کیلئے محدود نہیں بلکہ آپ تو محسن انسانیت اور رسول کائنات ہیں۔ سو انور مسعود نے اس پورے دور کا المیہ بیان کیا ہے حضور سے یوں مدد چاہی ہے کہ:

اے سید سادات عنایت کی نظر ہو
یہ عہد ہوس ڈوب چلا ظلمت شر میں
درپیش ہے بے سمت مسافت کی اذیت
اس دور کا انسان ہے دانش کے بھنور میں

احمد ندیم قاسمی کی مشہور نظم کا قطعہ استمداد لئے ہوئے ہے:

ایک بار پھر یثرب سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا

☆ استمداد کا شعری انداز بالعموم خطابیہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے ایسا خطاب جس میں التجا کا رنگ غالب ہو۔ مظفر وارثی کی مشہور نعت ''رحمتہ للعالمینؐ'' کے ان اشعار میں استمدادیہ رنگ ملاحظہ ہو:

پھر گدڑیوں کو لعل دے، جاں پتھروں میں ڈال دے
حاوی ہوں مستقبل پہ ہم، ماضی سا ہم کو حال دے
دعویٰ ہے تیری چاہ کا، اس امت گمراہ کا
تیرے سوا کوئی نہیں، اے رحمۃ للعالمین

☆ ''تھام لیجئے حضور'' کے عنوان سے نعیم صدیقی کی آزاد نظم کی چند سطریں ملاحظہ ہوں اس نعتیہ نظم میں بقول ڈاکٹر تحسین فراقی:

☆ ''نعیم صدیقی نے عہد حاضر کے تمام آشوب اور فکر و نظر کے فساد کو بڑے دردناک پیرائے میں ذکر کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد چاہی ہے''

(ماہنامہ شام وسحر نعت نمبر صفحہ ۱۲۱)

حضور میرے حضور:

میں وہ کہ آپ کے سرچشمہ محبت سے
مقام شرم کہ اب تک رہا ہوں دور ہی دور
میں تشنگی کا شکار
کئی سراب تھے جن کی طرف لپکتا رہا
یوں ہی بھٹکتا رہا

مرے ضمیر میں رستے ہوئے کئی ناسور
ہوس کے دیر کا میں اک مہاجر بے کس
بہت سی صدیوں کا صحرا کیا ہے میں نے عبور
لہو لہان قدم، تن کا انگ انگ ہے چور
مجھے بدست کرم بڑھ کے تھام لیجئے حضور!
میں واں سے آیا ہوں ٹھوکریں کھا کر
جہاں پہ چاروں طرف پڑے ہیں
عظمت انساں کے نقش چکنا چور
محبتوں کے چھلاوے مروتوں کے فریب
ہر آدمی ہے حقیقت میں آدمی سے نفور
شکار ظلم تمدن ہیں مرد و زن کے ہجوم
نیا جہاں ، نئے مزدور ہیں نئے فغفور
کسی کے ہاتھ میں مال و منال کے ترکش
ہے تیغ جاہ سے خوں ریز کوئی مست غرور
فراعنہ کی خدائی کا طنطنہ قائم
نہ واں کوئی ید بیضا ، نہ کوئی شعلہ طور
مجھے بدست کرم بڑھ کے تھام لیجئے حضور!

☆ نعتوں میں وہ شعر عوام وخواص کی خصوصی توجہ کا مرکز رہے ہیں جن میں کریم آقا کے حضور التجا کی گئی ہو اور حضور سے درماں طلبی کا بیان ملتا ہو تو اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ ہر شخص خود کو عصری آشوب کا شکار پاتا ہے اور حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کی ذات بابرکات سے وہ توقع نہیں بلکہ یقین رکھتا ہے کہ اسے اس کرب سے نجات دلائیں

گے، اس کی فریاد سنیں گے اور اس کے دکھوں کا مداوا بھی کریں گے۔ تیرگی کی جگہ روشنی اس کا مقدر ٹھہرے گی۔

چھا گئی تیرگی یا نبی یا نبی ، روشنی روشنی یا نبی یا نبی
ہر افق سے اندھیرے ابلنے لگے، کیا کرے آدمی یا نبی یا نبی
اور بے چارہ جعفر پکارے کسے، یا نبی یا نبی یا نبی یا نبی

جعفر بلوچ

نفاق ملت بیضا سے زخم زخم ہے جاں
عدوئے دین کی نگاہیں ہیں آج سوئے حرم
مرے حضور ، زمانہ ہمارا دشمن ہے
مرے حضور ، نگاہ کرم ، نگاہ کرم

عابد نظامی

کچھ دھوپ ہے کچھ حبس کا صحرا مرے آقا
ایسے میں ہوا کا کوئی جھونکا مرے آقا

سلیم کوثر

میں نواح شب میں بھٹک گیا نئے سرجوں کی تلاش میں
کوئی روشنی کہ بدل سکے مری شب کا حال مرے نبی

صبیح رحمانی

شہ دوسرا ، نگہ کرم ، مجھے پھر ستانے لگے الم
مجھے پھر ڈرانے لگا ہے اب نئی مشکلات کا سلسلہ

عزیز احسن

بصارتوں کو بصیرتوں کی کمک عطا کر اے میرے آقا

ہم ایک اندھے کنویں کی کمک کی جانب بڑی ہی تیزی سے چل رہے ہیں
ہمیں بھی کوئی کرم کا لمحہ صبا کی صورت ملے کہ اب تو
دلوں کے موسم اجاڑ خوابوں کے زرد سانچوں میں ڈھل رہے ہیں

محمد فیروز شاہ

☆ ڈاکٹر ریاض مجید کی نعت نگاری جدید نعتیہ ادب میں موضوعات و اسلوبیات کے حوالے سے ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ صوفی محمد افضل فقیؔر کے بقول ''مضامین نعت کی لامتناہی شان کو ریاض مجید نے وجدانی طور پر نہایت قریب سے دیکھا ہے اور جدید نسل کے دل و دماغ کو ان سواطع الالہام سے قریب تر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔''

(تقدیم اللھم صلی علی محمد صفحہ ۱۱)

ریاض مجید کے نعتیہ مجموعہ ''اللھم صلی علی محمدؐ'' کی بیشتر نعتوں میں ذاتی و ملی شکستگی اور پسماندگی کا بیان ملتا ہے اس تمنا کے ساتھ کہ:

ہو خاص کرم آقا! خطرات ہیں ہر جانب
گھر کیسا ہے جس کی بنیاد بھنور پر ہے
اس قافلے کے رہرو ظلمات گزیدہ ہیں
اے نور! نظر سب کی آغاز سحر پر ہے
کر رحم ریاضؔ اپنے پر اے شہ انس و جاں
وہ ان دنوں ہستی کے دشوار سفر پر ہے

☆ ع س مسلم حمد و نعت کی بہت سی کتابوں کے خوبصورت شاعر ہیں۔ ''زمزمہ درود'' میں شامل چند شعر ملاحظہ ہوں:

تہی دستی کا عالم ہے، قیامت کا سماں ہے
مرے خاموش لب، صامت فغاں ہیں مستغیث

دل آشفتہ میں آشوب محشر ہے بپا
مری وحشت مرے حرف زباں ہیں مستغیث

چند اور شعرا کا رنگ ملاحظہ ہو:

برق و مرمر کی دہشت انگیزی
ہے گریزاں گلوں سے باد مراد
اے رسول کریم (ﷺ) شاہ زمن
اب توجہ کا منتظر ہے چمن

عبدالکریم ثمر

آپ حرف شفاعت کی خیرات دیں
میری ساری متاع ہنر آپ کی
آج پھر کوہ رحمت پہ خطبہ کوئی
آج امت ہے پھر در بدر آپ کی

محسن نقوی

قصر ملت پہ عجب ضرب لگی ہے مولا
کوئی پہلو بھی نہیں اس کا سلامت آقا
بھائی بھائی سے جدا، خون سے ہے خون الگ
چشم مسلم میں نہیں آج مروت آقا
سیل آفات و بلیات سروں سے گزرا
اپنی کیا کیا نہ ہوئی خواری و ذلت آقا
استغاثہ مرا دربار عطا میں ہو قبول

از رہ بندہ نوازی ہو عنایت آقا
کیجئے سبطین کریمین کے صدقے میں کرم
کب سے منجدھار میں ہے کشتی امت آقا

محمد سبطین شاہجہانی

زوال حضرت انساں ہے آیئے اب تو
سوال عظمت یزداں ہے آیئے اب تو
جہان کفر کی طاقت کے خوف سے لرزاں
ثبات عزم مسلماں ہے آیئے اب تو

سید قمر زیدی

فریاد ہے فریاد یہ سلطان عرب ہے
پامال خزاں ، حسن گلستان عرب ہے
جز آپ کے امت کی کسے لاج ہے آقا
جز آپ کے کون آج نگہبان عرب ہے
ہے خاصہ خاصان رسل وقت کرم آج
پھیلائے ہیں ہاتھ اپنے عرب اور عجم آج

خلیق قریشی

ادھر برق تپاں ہے اور ادھر صیاد کا ڈر ہے
کرم کی اک نظر اے شاہ دیں میرے گلستاں پر

گل بخشالوی

شب تاریک سے بڑھ کر ہے سیاہی دل کی
اس طرف بھی کبھی فرما رخ انور شاہا

دولت دنیا کا سودا ہے زیاں کا سودا
میرا نقصان نہ ہو بال برابر شاہا

کوثر علی

☆ مرد شعراء کے ساتھ ساتھ خواتین شعراء کی نعتوں میں بھی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ملتجی وملتمس ہونے کا انداز جدید نعتیہ ادب میں استمدادیہ نعت گوئی کا بڑا روشن پہلو ہے۔ شاعرات نے بھی استغاثہ وفریاد کرتے ہوئے اور استمداد طلبی کا جواز بالعموم انہی موضوعات کو بنایا ہے جو مرد شعراء کے ہاں ملتے ہیں۔ جب مسائل ایک ہوں تو وہ مردوزن کی تخصیص وتفریق کے بغیر انسان کی شخصیت اور کردار وعمل پر انداز بھی کم وبیش ایک ہی طرح سے ہوتے ہیں:

اسلام کی کشتی کو بچاؤ میرے آقا
اب ڈوب رہی ہے یہ سنبھالو میرے آقا
ہے گنبد صخرا پہ یہودیوں کا قبضہ
قبضے سے یہودیوں کے چھڑا لو میرے آقا
سوئے ہیں بہت دیر سے غافل ہیں مسلماں
اب خواب غفلت سے جگا دو میرے آقا

رحمت بی بی بنگلوری

بطحا کی وادیوں سے فاراں کی چوٹیوں سے
پھر راستہ دکھا دے نور الھدیٰ محمد
اب کرم کر خدایا امت کے عاصیوں پر
پستی میں ہم پڑے ہیں صدر العلیٰ محمد
مثل نسیم گلشن ہر سو بھٹک رہے ہیں

کوئی نہیں سہارا تیرے سوا محمد
پھیلا کے اپنا دامن در پر تیرے کھڑی ہوں
بخشش کا ہے سہارا تیری رضا محمد

وحیدہ نسیم

☆ مسلمانوں کو تو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے عشق ہے ہی، غیر مسلم شعراء کے ہاں بھی نعت نگاری کا عمل حضور کی سیرت وتعلیمات کے ہمہ گیر اثرات کا پتہ دیتا ہے۔ غیر مسلموں کی نعت نگاری کے اولین نمونے حضور ہی کے دور کے عرب شعراء کے ہاں مل جاتے ہیں۔ مگر بقول ڈاکٹر ریاض مجید:

''اردو میں غیر مسلم شاعروں کی نعت کا جو میلان نظر آتا ہے اس کی مثال عربی و فارسی میں نظر نہیں آتی''۔ (اردو میں نعت گوئی صفحہ ۵۷۴)

☆ غیر مسلم شعراء کے ہاں نعتیہ مضامین اکثر و بیشتر شمائل وفضائل مصطفیٰ تک ہی محدود ہیں مگر بعض کے ہاں حضور سے استمداد کا رنگ بھی ملتا ہے۔ یہاں مثال کے طور پر صرف ایک ہندو شاعر ماسٹر مہادیو پرساد سامی کا تذکرہ کرنا چاہوں گا جنہوں نے اپنے نعتیہ کلام میں بقول ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتح پوری، اسلام کی عالمگیر حیثیت اور اسلام و مسلمانوں کی ملکی سطوت و جبروت پر روشنی ڈالی ہے اور عصری احوال وکوائف کا جائزہ لیتے ہوئے سرزمین ہند کی زبانی منبع نعت سے التجا کرتے ہوئے کہا ہے:

روبرو حضرت کے میں عاجز ہوں قیل وقال سے
قوم کس اِدبار کو پہنچی ہے کس اِقبال سے
ملت اسلام کی الٹی ہوئی تقدیر ہے
آپ کی امت کی یہ پردیس میں توقیر ہے

(مجلہ نعت حضرت حسان بک بینک کراچی ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۳)

☆ استمدادیہ رنگ کی شاعری میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ ذاتی دکھوں کے بیان کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ اور اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر پوری انسانیت کے دکھوں اور مصائب کا بیان اس بات سے مشروط و مربوط ملتا ہے کہ حضور سرور کائنات محسن انسانیت سے ان مسائل کے حل اور مشکلات کے خاتمہ کیلئے مدد چاہی گئی ہے۔ استغاثہ وفریاد اور استمدادیہ رنگ جدید نعتیہ ادب کا رنگ خاص ہے۔ اس سے نعت کے مضامین کے ساتھ ساتھ اسلوبیاتی سطح پر بھی کئی اضافے ہوئے ہیں اور صنف نعت کا دائرہ اور بھی وسیع ہو گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

چودھویں صدی ہجری کی عظیم ترین شخصیت

پروفیسر محمد یوسف صابر

سابق سربراہ شعبہ اردو، اسلامیہ کالج فیصل آباد

آج ہم یہاں ایک خاص مقصد کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اور وہ مقصد یہ ہے کہ چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت کی یاد تازہ کی جائے وہ عظیم بلکہ عظیم ترین شخصیت جس کی عظمت کا دائرہ کسی ایک علاقہ یا ملک تک محدود نہیں بلکہ اسے پوری دنیا میں انتہائی بلند مقام حاصل ہے اور وہ ہیں چودھویں صدی ہجری کے مجدد امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ۔

بات آگے بڑھانے سے پہلے ارباب فکر و دانش سے عموماً اور رضوی یا بریلوی کہلانے والے مسلمانوں سے خصوصاً ایک گلہ ہے کہ انہوں نے کماحقہ آپ کا تعارف نہیں کروایا۔ آپ کو ایک عرصہ تک محض ایک عام مولوی سمجھا جاتا رہا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے علم و حکمت اور فکر و دانش کے میدان میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں ایسے کارنامے یورپ امریکہ بلکہ پوری دنیا میں کوئی دوسرا شخص سرانجام نہیں دے سکا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میری کتاب ''چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت'' شائع ہوئی تو فیصل آباد کی ایک عظیم علمی و ادبی شخصیت ڈاکٹر پروفیسر سید احسن زیدی مرحوم نے اس کے مطالعہ کے بعد اپنے تاثر بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں تو امام احمد رضا خاں بریلوی کو ایک عام روایتی مولوی ہی خیال کرتا تھا لیکن اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ

وہ تو ایک ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ مقصد اس حقیقت کو آشکار کرنا ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت کا مکمل علمی و دینی تعارف کرایا جائے تو پوری دنیا آپ کو امام تسلیم کر لے۔ کہا جاتا ہے کہ لارڈ ولزلی کو دنیا کا کم عمر ترین گریجوایٹ ہونے کا اعزاز حاصل تھا لیکن اعلیٰ حضرت نے تو صرف 13 سال 10 ماہ اور 5 دن کی عمر میں تمام علوم منقولہ و معقولہ سے فراغت حاصل کر لی تھی۔

(محمد مسعود احمد ڈاکٹر پروفیسر امام احمد رضا کے ماہ و سال معارف رضا مرتبہ سید محمد ریاست علی قادری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی 1983ع، ص 81)

یہ عملی سطح کسی طرح بھی پوسٹ گریجوایشن سے کم نہیں۔

نہ صرف یہ بلکہ اعلیٰ حضرت کو دنیا کے کم عمر ترین مصنف ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے آپ نے صرف اٹھ سال کی عمر میں ''ہدایۃ النحو'' کی شرح لکھی۔

(بدر الدین احمد قادری مولانا سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، نوری بک ڈپو لاہور، ص 89)

مشرق و مغرب میں شاید کوئی فرد ایسا نہ ملے جس نے آٹھ سال کی چھوٹی سی عمر میں کوئی کتاب لکھی ہو اور وہ بھی اپنی مادری زبان میں نہیں بلکہ کسی دوسری زبان میں!

اعلیٰ حضرت نے صرف مذہبیات یا علوم دینیہ ہی میں اپنی فضیلت و برتری کے جھنڈے نہیں گاڑے بلکہ سائنسی اور تحقیقی میدان میں بھی اہل علم آپ کی عظمت کے قائل ہیں۔ آپ نے ریاضی، فزکس، کیمسٹری علم فلکیات غرضیکہ ہر اہم مضمون میں طبع آزمائی فرمائی اس سلسلے میں چند مثالیں پیش ہیں:

آج تو ایٹمی دور ہے لیکن بیسویں صدی عیسوی کے ربع اول میں سائنس دانوں کی اکثریت اس بات پر متفق تھی کہ ایٹم کو توڑنا ناممکن ہے ایٹم کو جزو لا تجزی کہا جاتا تھا یعنی وہ چھوٹے سے چھوٹا ذرہ جو نا قابل تقسیم ہوتا ہے اور اسے مزید توڑا نہیں جا سکتا۔ اعلیٰ حضرت سے بھی سوال ہوا کہ کیا قران مجید اس مسئلے پر کوئی رہنمائی کرتا ہے اگر آج کا عالم دین ہوتا تو کہتا کہ قرآن تو مذہبی علوم کی کتاب ہے اس کا سائنس سے کیا تعلق؟ لیکن امام احمد رضا خاں

بریلوی قرآن حکیم کو محض ایک مذہبی کتاب نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کا ایمان تھا کہ لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ (الانعام:56) کوئی بات اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا ذکر اور حل قرآن پاک میں موجود نہیں۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا اور قرآن پاک کی آیت کریمہ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ (سبا:19) سے ثابت کیا کہ ایٹم کو توڑا جا سکتا ہے۔

(سید ریاست علی قادری ایک عظیم مسلمان سائنس دان امام احمد رضا خاں معارف رضا کراچی ص 93)

اور پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد سائنس دانوں نے نہ صرف اس نظریہ کو تسلیم کر لیا بلکہ عملی طور پر بھی ایٹم کو توڑ دیا گیا ہے اور یوں موجودہ ایٹمی دور کا آغاز ہو گیا۔

آج کل سائنس کا دور دورہ ہے۔ جب کوئی سائنسدان کوئی نظریہ پیش کرتا ہے یا کوئی پیش گوئی کرتا ہے تو بات بات پر اپنے ہم مذہبوں پر بدعت و شرک کے فتوے لگانے والے علماء بھی اس پر آنکھیں بند کر کے آمنا وصدقنا کہہ دیتے ہیں لیکن اعلی حضرت سائنس دانوں سے مرعوب نہیں ہوتے بلکہ ان کے نظریات پر بھرپور تنقیدی نظر ڈالتے اور میرٹ پر انہیں قبول یا مسترد کرتے ہیں۔

18/ اکتوبر 1919ع کو امریکہ کے ماہر فلکیات پروفیسر البرٹ نے بیان دیا کہ 17/ دسمبر 1919 کو نظام شمسی کے چھ سیارے، عطارد و مریخ زہرہ زحل مشتری اور نیپچون قرن میں آ جائیں گے جس سے ان کی کشش ثقل کئی گنا بڑھ جائے گی نتیجتاً یہ قوت سورج کو اپنی طرف کھینچے گی جس سے سورج میں ایک بڑا اغار بن جائے گا جس سے کرہ ہوائی میں تزلزل پیدا ہو گا، زمین میں طوفانی بارشیں اور زلزلے ہوں گے اور یہ قیامت خیز کیفیت کئی ہفتوں تک جاری رہے گی۔ چنانچہ 18/ اکتوبر 1919ع کو جب یہ بیان روزنامہ پٹنہ ایکسپریس میں شائع ہوا تو ایک کہرام مچ گیا۔ عوام تو عوام بہت سے خواص اور تعلیم یافتہ لوگ بھی یہ خیال کر کے خوفزدہ ہو گئے کہ 17/ دسمبر 1919ع کو قیامت آنے والی ہے۔

اعلی حضرت کے خلیفہ اور شمس الہدیٰ کالج پٹنہ کے پرنسپل مولانا ظفر الدین بہاری

نے آپ سے دریافت کیا کہ واقعی 17 ردسمبر کو دنیا اس کیفیت سے دوچار ہونے والی ہے؟ آپ نے علم نجوم وفلکیات کے مطابق زائچے بنائے اور ثابت کیا کہ اس تاریخ کو یہ قران نہیں ہورہا اور جب یہ آپس میں مل ہی نہیں رہے تو پھر کشش ثقل یکجا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہذا یہ بات سرے سے غلط ہے۔ مسلمان اپنے اعمال کے سبب اپنے رب سے ڈریں اور 17 ردسمبر کی بے اصل بیہودہ پیشگوئی کا خوف نہ کریں۔ البرٹ کی پیشگوئی ایک باطل وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

(بدرالدین احمد قادری سوانح اعلیٰ حضرت امام رضا خان، ص95)

یہ بیان بھی اخبارات میں چھپا بعض لوگوں نے خیال کیا کہ یہ تو ایک مولوی ہیں یہ مذہبی فتوے تو دے سکتے ہیں سائنس کا انہیں کیا پتہ؟ لیکن جب 18 ردسمبر کا دن آیا اور سکون سے گزر گیا تو ہر کسی کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ سائنس دانوں کے مقابلے میں وہ شخص جس کا سینہ علوم قرآنی سے منور ہو بہت زیادہ صاحب بصیرت ہے۔ آسٹرونومی سے دلچسپی رکھنے والے اگر چاہیں تو پروفیسر البرٹ کے جواب میں کی گئی بحث اور زائچوں کی تفصیل مولانا ظفر الدین بہاری کی کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' (ظفر الدین مولانا، حیات اعلیٰ حضرت جلد اول مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی) ص295 تا 297 پر دیکھ سکتے ہیں۔

بیسویں صدی کا ابتدائی حصہ سائنس کے ارتقاء کا زمانہ ہے اس دور میں خود سائنس دان بھی یقین کے ساتھ کوئی حتمی بات کہنے سے ہچکچاتے تھے لیکن اعلیٰ حضرت نے اس زمانے میں سائنسی علوم میں اپنی دسترس کا مظاہرہ کیا مثلاً آپ نے پانی کے رنگ کے بارے میں بحث کی اس موضوع پر قلم اٹھایا کہ آئینہ یا موتی جو شفاف ہوتا ہے ٹوٹنے کے بعد سفید کیوں ہو جاتا ہے؟ اسی طرح شعاع کی جنس پر تحقیقی نظر ڈالی اور ثابت کیا کہ شعاعیں جتنے زاویے پر جاتی ہیں اتنے پر ہی پلٹتی ہیں۔

(محمد یوسف صابر پروفیسر، چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ص65 تا 66)

غرضیکہ آپ نے بیسیوں سائنسی موضوعات پر ایسی فلسفیانہ تحقیق و بحث کی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ آج جدید سائنس کی تعلیم عام ہونے کے باعث یہ باتیں عجیب معلوم نہیں ہوتیں مگر جس دور میں یہ تحقیقات منظر عام پر آئیں اس وقت واقعی حیران کن تھیں۔

فن زیجات اور علم جفر میں آپ کو عبور حاصل تھا اور فن توقیت میں تو ان کے کمال کا یہ عالم تھا کہ سورج کے طلوع و غروب اور نصف النہار کے اوقات بلا تکلف معلوم کر لیتے رات کو تارا اور دن کو سورج دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے یہاں تک کہ وقت میں ایک منٹ کا فرق بھی نہ ہوتا (سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ص 101)

ریاست رام پور کے نواب کی بیگم بیمار ہوگئی۔ اس کی بیماری کے انجام کے بارے میں نواب نے مولانا ہدایت رسول رامپوری کی وساطت سے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا آپ نے علم جفر کی رو سے تحقیق کی اور تحریر لکھ کر دے دی کہ اگر بیگم نے رفض سے توبہ نہ کی تو اسی ماہِ محرم میں رامپور کے اندر مر جائے گی۔

امام احمد رضا کی پیشگوئی پر نواب بڑا پریشان ہوا! وہ اپنی بیگم کو رافضی عقائد سے تو باز نہ رکھ سکتا تھا۔ ماہ محرم کو آنے سے روکنا بھی اس کے اختیار میں نہ تھا البتہ ایک بات ممکن تھی کہ وہ اسے رام پور شہر سے باہر بھیج دے۔ اس کا خیال تھا کہ شاید اس طرح موت ٹل جائے اور اگر وقت آ ہی گیا ہے تو کم از کم مولانا احمد رضا تو جھوٹے ہو جائیں گے۔ لہذا وہ اپنی بیگم کو لے کر نینی تال کے صحت افزاء مقام پر چلا گیا کہ اس طرح ایک تو گرمیاں اچھی طرح گزر جائیں گی اور دوسرے شاید اس طرح بیگم موت سے بچ جائے لیکن خدا کا کرنا یوں ہوا کہ مسجد شہید گنج کانپور کے ہنگاموں کے سلسلے میں انگریز گورنر نے رام پور کے دورے کا پروگرام بنا لیا اور نواب کو مجبوراً واپس آنا پڑا کیونکہ انگریز گورنر کا حکم تھا۔ جونہی رام پور کے اندر آئے آتے ہی بیگم موت کی وادی میں چلی گئی (نسیم البستوی مولانا، اعلیٰ حضرت بریلوی

مکتبہ نوریہ لاہور 1976ع)

آپ نے بڑے بوڑھوں سے سنا ہوگا کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے اس کے بعد دنیا ختم ہو جائے گی دراصل یہ ایک اندازہ تھا جو امام جلال الدین سیوطی نے اپنے علم کی روشنی میں لگایا تھا ایک حد تک یہ بات درست بھی ثابت ہوئی کہ اس صدی میں دو عالمی جنگیں ہوئیں اور ایٹم بم کی تباہ کاریوں کے سبب لاکھوں انسان اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا کہ قیام قیامت اور ظہور مہدی کے بارے میں آپ کا علم جفر کیا کہتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تاہم بعض علوم کے ذریعے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید 1837 ہجری میں دنیا میں کوئی اسلامی مملکت باقی نہ رہے اور 1900 ہجری میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔

(محمد مصطفےٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند (مرتب) ملفوظات مجدد مائۃ حاضرہ حصہ اول حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور ص 101)

اس قسم کی پیشین گوئی کسی سائنس دان کے بس میں نہیں۔

رام پور کے ایک بڑے منجم غلام حسین نے ایک ملاقات میں زائچہ بنا کر بتایا کہ اس مہینے میں بارش نہیں ہو گی آپ نے بھی اپنا حساب لگایا اور فرمایا کہ ستاروں کی چال کے لحاظ سے تو یہ بات درست معلوم ہوتی ہے لیکن اس پر عقیدہ رکھنا صحیح نہیں کیونکہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے تو آج ہی بارش ہو سکتی ہے وہ کہنے لگا یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا آپ ستاروں کی چال نہیں دیکھ رہے؟ آپ نے فرمایا کہ ستاروں کی چال بھی دیکھ رہا ہوں اور ستارے بنانے والے کی قدرت بھی دیکھ رہا ہوں بحث طول پکڑ گئی سامنے کلاک تھا آپ نے پوچھا کہ بارہ بجنے میں کتنا وقت ہے؟ وہ بولا 45 منٹ باقی ہیں آپ اٹھے اور انگلی سے سوئی کو بارہ کے ہند سے پر کر دیا اسی وقت ٹن ٹن ہونے لگا۔

آپ نے فرمایا تم تو کہتے تھے کہ 45 منٹ رہتے ہیں لیکن یہاں تو 45 سیکنڈ بھی نہیں ہوئے کہ بارہ بج گئے وہ ہنس کر کہنے لگا کہ یہ تو آپ کی انگلی کا کمال ہے آپ نے فرمایا

کہ اگر میری انگلی میں یہ کمال ہے کہ پون گھنٹے کی بجائے آن واحد میں بارہ بجادے تو کیا قدرت کاملہ یہ نہیں کرسکتی کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچادے۔

اگر چاہے تو کسی بندے کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے ایک مہینہ ایک ہفتہ یا ایک دن کیا ابھی بارش برسادے۔ اللہ کے بندے کی زبان سے بات کا نکلنا تھا کہ اسی وقت بادل آئے اور ہر طرف جل تھل ہوگیا۔ 12 (انوار رضا شرکت حنفیہ لمیٹڈ گنج بخش روڈ لاہور ص70 تا 369) آپ نے ثابت کردیا کہ اولیاء اللہ کی دعاؤں میں اس قدر اثر ہوتا ہے کہ تقدیر معلق بدل سکتی ہے۔

عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

برصغیر کے عظیم ریاضی دان ڈاکٹر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی کو ریاضی کا ایک مسئلہ پیش آگیا۔ برصغیر کے ماہرین ریاضی سے اس کا حل نہ نکل سکا تو انہوں نے جرمنی جانے کا پروگرام بنالیا۔ ان کے ایک دوست علی گڑھ یونیورسٹی صدر شعبہ اسلامیات خلیفہ اعلیٰ حضرت، سید سلیمان اشرف نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ اس سلسلے میں ایک بار مولانا احمد رضا خان سے مل لیں۔ وہ مسکرا کر کہنے لگے کہ کہاں علم ریاضی اور کہاں ایک مولوی۔ انہوں نے کہا کہ آپ جرمنی کے لئے بحری جہاز تو بمبئی کی بندرگاہ سے لیں گے اور بریلی تو بمبئی کے راستے میں ہے، جاتے جاتے مولانا احمد رضا سے مل لینے میں آخر حرج ہی کیا ہے؟ شاہ صاحب کے اصرار پر وہ بریلی میں رکے اور ان کی معیت میں اعلیٰ حضرت سے شرف ملاقات حاصل کیا، ریاضی کا وہ مسئلہ پیش کیا تو اعلیٰ حضرت نے کوئی کتاب دیکھے بغیر وہ مسئلہ فوراً حل کردیا۔ ڈاکٹر صاحب کی زبان پر اسی وقت یہ الفاظ آگئے کہ میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی چیز ہے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

(سوانح اعلیٰحضرت امام احمد رضا 5 تا 103)

ڈاکٹر ضیاء الدین پر اس ملاقات کا اتنا اثر ہوا کہ اس وقت داڑھی مونڈنے سے توبہ کرلی نماز کی پابندی کرنے لگے اور پھر سید سلیمان اشرف کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کرلی۔ مقام افسوس ہے کہ اعلیٰ حضرت کی علمی و دینی حیثیت کو کماحقہ اجاگر نہیں کیا گیا بلکہ ایک طبقے نے تو ایک منظم سازش کے ذریعے ان کے خلاف منفی پروپیگنڈا کر کے انہیں محض ایک فتوی باز مولوی قرار دینے کی کوشش کی ان کے فتوئ تکفیر پر بے جا تنقید کی گئی حالانکہ اس سلسلے میں جتنی احتیاط انہوں نے کی ہے شاید ہی کسی نے کی ہو۔

اہل اسلام کو اپنے اندر احساس کمتری کی بجائے احساس برتری پیدا کرنا چاہئے ہمارے اکابر کے مقابلہ میں دنیا بھر کی کوئی شخصیت نہیں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ان کے کارناموں کو تحقیقی انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ 1970ع کے بعد اس سلسلے میں کچھ کام ہوا ہے مرکزی مجلس رضا (مرکزی مجلس رضا نعمانیہ بلڈنگ اندرون ٹکسالی گیٹ لاہور پوسٹ بکس 2206 بانی حکیم محمد موسی امرتسری موسسہ 1968ع) ادارہ تحقیقات امام رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا 37 بی 11 سی ون سر سید ٹاؤن نارتھ کراچی) اور اس قسم کے دوسرے ادارے اس سلسلے میں خاصہ کام کر رہے ہیں۔

یوم رضا ہر سال منایا جاتا ہے بڑی شاندار تقریبات منعقد ہوتی ہیں، اس سلسلے میں میری تجویز ہے کہ اس موقع پر ہر سال امام احمد رضا پر کام کرنے والے اہل تحقیق اور اہل علم کی ایک ورکشاپ کا اہتمام کیا جائے تا کہ اس موضوع پر ٹھوس منصوبہ بندی کے ذریعے تحقیقی کام کو منظم طریقے سے آگے بڑھایا جائے۔ اس وقت تک ایک صورتحال یہ ہے کہ باوجود کہ اعلیٰ حضرت پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں لیکن ان کی تمام تصانیف کو ابھی تک شائع نہیں کیا جاسکا۔ اس سے بھی بڑھ کر افسوسناک امر یہ ہے کہ ابھی تک ان کی تصانیف کی مکمل فہرست بھی شائع نہ ہوسکی۔ سب سے بڑی فہرست انوار رضا اور بعد میں معمولی اضافہ کے ساتھ چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت میں شائع ہوئی ہے۔

اول الذکر میں 548اور ثانی الذکر 541 کتابوں کے ناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔حیدرآباد دکن میں جناب الیاس برنی نے اعلی حضرت کی ایک ہزار کتابوں کی فہرست مرتب کی لیکن وہ بھی ناپید ہے۔اگر تحقیقی کام میں ربط اور تسلسل پیدا کر لیا جائے تو نہ صرف یہ کہ وہ فہرست منظر عام پر آسکتی ہے بلکہ اس میں اضافہ بھی ہوسکتا ہے۔آیئے المصطفے تھنکرز فورم کے زیر اہتمام یوم رضا کی اس محفل سے یہ سوچ لے کر نکلیں کہ اعلی حضرت کی شخصیت کے تمام رخ کما حقہ دنیا کے سامنے پیش کریں گے اور ان کی سیرت وتعلیمات کو اپنی زندگی کے لئے مینار نور بنائیں گے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خانؒ کی نعتیہ شاعری

پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد قادری

نامور محقق اور نقاد

شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج فیصل آباد

نعت گو شعراء میں حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو بڑا معتبر مقام حاصل ہے، وہ نہ صرف پختہ گو اور راست فکر شاعر تھے بلکہ معتبر عالم دین بھی تھے اردو کے علاوہ عربی فارسی اور ہندی پر بھی انہیں قدرت حاصل تھی ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

"وہ بلاشبہ جید عالم معتبر حکیم عبقری فقیر صاحب نظر مفسر قرآن عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے لیکن ان تمام درجات رفیع سے بھی بلندتر ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عاشق رسول (ﷺ) کا"

گویا مولانا احمد رضا خاں کی نظم ہو یا نثر، ہر تخلیق حب مصطفے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور ہے ان کی نعتیہ شاعری میں اس کا پرتو بڑا اصاف اور واضح نظر آتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے وسیع مطالعہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے "اردو میں نعت گوئی" میں رقمطراز ہیں:

"حدائق بخشش" مولانا احمد رضا خاں کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے اس کے مطالعہ سے سب سے پہلا تاثر جو قاری کے ذہن پر مرتسم ہوتا ہے وہ مولانا کے علم کے امتیاز کا ہے۔ مولانا اردو نعت کی تاریخ میں واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے وسیع مطالعے کو پوری طرح اپنے فن نعت میں برتا۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کے بیان میں قرآن وحدیث سے لے کر منطق و

ریاضی ہیئت ونجوم، ہندسہ و مابعد الطبیعات وغیرہ علوم وفنون کی مختلف اصطلاحوں کونہایت سلیقے سے برتا"۔

حدائق بخشش کوتین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اوراس ایک مجموعہ میں غزل کی ہیئت کے علاوہ مثنوی، مسدس، قطعات ورباعیات وغیرہ مختلف اصناف ملتی ہیں۔ایسانہیں کہ مولانا کا وسیع المطالعہ ہونا ابلاغ کی راہ میں رکاوٹ بنا ہو۔ یہ درست ہے کہ بعض مقامات پرقاری اردو کے علاوہ دیگر زبانوں سے عدم واقفیت اورکم علمی کے باعث کلام رضا سمجھنے میں وقت محسوس کرتا ہے مگر مولانا کی نعتوں میں جوترنم اورموسیقیت ملتی ہے اس سے پڑھنے والے پرایک عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔مولانا نے تین تین چارچار زبانوں میں ایک نعت لکھی مگر سننے اور پڑھنے والے جھوم جھوٹ اٹھتے ہیں مولانا احمد رضا خاں نے وسعت مطالعہ کی بدولت اردونعت میں لفظی ومعنوی مضامین ومفاہیم کے اعتبار سے بیش قیمت اضافہ کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ مولانا نے معاصر شعراء کے علاوہ اپنے بعد آنے والے شاعروں ادیبوں خاص طور پرناعتین پرسب سے زیادہ اثرات چھوڑے ان کے تتبع میں بہت سے شعراء نے نعتیں لکھیں، جو بہت مقبول ہوئیں۔مولانا احمد رضا خاں عروض وبحور پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ساتھ ہی ساتھ زبان وبیان کی خوبیاں بھی ان کے کلام کی جاذبیت اوراثر پذیری میں بے حد اضافہ کرتی ہیں۔نعتیں مختصر ہوں یا طویل، چھوٹی بحر میں ہوں یا طویل، فنی باریکیاں اورشعری لطافت اپنے اندر بہر حال رکھتی ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں بلاشبہ امام نعت گویاں ہیں اردوشاعری کا نعتیہ تذکرہ ان کے نام کے بغیر ادھورااورنامکمل ہے۔انہوں نے اس درجہ کمال عقیدت سے نعتیں لکھیں کہ ان کے زیر اثر بہت سے شعراء نے نعتیں لکھیں اورقبول عام حاصل کیا۔مولانا کے ہاں عربی فارسی کے الفاظ اورتراکیب توعام ملتی ہیں مگران کی قادرالکلامی کا اندازہ اس کثیراللسان نعت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جس میں بیک وقت عربی فارسی ہندی اردوزبانوں کے الفاظ

استعمال ہوئے ہیں اور لطف کی بات یہ کہ اپنی تمام تر مشکل پسندی کے باوجود آج بھی یہ نعت بڑے ذوق وشوق سے پڑھی اور سنی جاتی ہے اس کا مطلع ہے:

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُكَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

مولانا کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو سبھی معترف ہیں۔ ان کے شعری وفنی کمالات کو بھی اہل نظر بحسن نظر دیکھتے ہیں۔ مولانا کے ہاں لفظی شکوہ بھی ملتا ہے اور عقیدت وشیفتگی اور عجز وانکسار بھی، تلمیحات بھی ملتی ہیں اور حسن تراکیب بھی، آپ کی نعتوں میں صاحب نعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عقیدت محبت اور عشق کا اظہار ملتا ہے اور پڑھنے والوں کو تعلیمات نبوی پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب بھی۔ ایک صاحب نظر کی طرح مولانا احمد رضا خاں نے امت مسلمہ کی خستہ سامانی کا تذکرہ بھی پرسوز اور دلگداز انداز میں کیا ہے۔ سرزمین طیبہ دیکھنے اور روضہ اقدس چومنے کی تمنا کا اظہار بھی ملتا ہے اور بحضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقیدت کی ڈالیاں پیش کرنے کا عمل خیر بھی۔ گویا حدائق بخشش اپنے اندر حضوری کی خواہش اور مہجوری کی تڑپ ہر دو کیفیات لئے ہوئے ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں نے فن نعت کو ایک ایسے مقام بلند پر لا کھڑا کیا جو بعد کے آنے والوں کے لئے ایک معیار قرار پایا اور آج صنف نعت جس تیزی سے ارتقا پذیر ہے وہ مولانا احمد رضا خاں ہی کی نعت گوئی کی اتباع اور تقلید کی دین ہے۔ ان کی نعتوں میں فکری بلندی بھی ہے اور جذبے کا نکھار بھی، فنی لطافتیں بھی ہیں اور شعری گھلاوٹیں بھی۔ قسیم کوثر وتسنیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور دست طلب بھی پھیلا ہوا ملتا ہے اور صاحب لواء الحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شفاعت طلبی کے لئے عرض گزاری بھی۔

امام احمد رضا خاں کی نعت گوئی کا منبع حقیقی قرآن وحدیث ہے۔ آپ کی نعت گوئی آداب شریعت کے تابع ہے خود کہتے ہیں:

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ

نعت گوئی ایک سعادت ہے جو ہر کسی کا مقدر نہیں بنتی مگر یہ کام ہے بڑا مشکل۔ نعت نگار کو حد درجہ احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔خود مولانا احمد رضا خاں نے نعت نگاری کے حوالے سے جو معیار قائم کیا انہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

> ''حقیقت میں نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے، البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض حمد میں ایک جانب اصلا کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے''۔

اور اس حد بندی کو مولانا احمد رضا خاں نے ہر ہر حوالے سے پیش نظر رکھا اور نعت کو حمد نہیں بننے دیا۔ڈاکٹر ریاض مجید نے بجا طور پر لکھا ہے کہ اردو نعت کی تاریخ میں اگر کسی فرد واحد نے شعرائے نعت پر سب سے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں تو وہ بلاشبہ مولانا احمد رضا کی ذات ہے۔انہوں نے نعت گوئی کو ایک تحریک کی شکل دی۔سینکڑوں شاعروں کے ذوق نعت کو جلا مولانا کی نعت گوئی سے ہی ملی۔ڈاکٹر صاحب موصوف کی یہ بات بالکل مبنی برحقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی نعت نگاری ایک فرد واحد کی نعت نگاری نہیں بلکہ ایک دبستان اور ایک تحریک کی شاعری ہے۔آپ نے بہت سے نعتیہ قصیدے لکھے مگر جو مقبولیت آپ کے سلامیہ قصیدہ کو ملی وہ کم از کم اردو زبان میں یکتا مثال ہے۔اس قصیدے میں فنی نزاکتیں اور شعری لطافتیں ایک سچے عاشق رسول کے دل کی آواز ہیں۔یہ قصیدہ آپ نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوب کر لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
جن کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
جس کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

ایک سوستر کے قریب اشعار پر مشتمل یہ وہ سلامیہ قصیدہ ہے جو آج بھی میلاد کی محفلوں میں پڑھا جانے والا مقبول ترین قصیدہ ہے۔اس کی کئی تضمینیں لکھی جا چکی ہیں۔

الغرض مولانا احمد رضؔا خاں کی نعتیہ شاعری کو قبول عام حاصل ہوا تو یہ سراسر اس عشق کے والہانہ اظہار کی بدولت ہے جو آپ کو حضور سرورِ دارین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ذات بابرکات سے تھا۔مولانا احمد رضؔا خاں کی نعتوں میں وفور جذبات کے ساتھ ساتھ سیرت طیبہ کو منظوم کرنے کا انداز بھی ملتا ہے۔امت محمدیہ کی تباہ حالی کا نوحہ بھی ہے اور تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرنے کی ترغیب بھی۔ محاسن شعری اور حسن بیان بھی پڑھنے سننے والے کو متاثر کرتا ہے۔

....

اسلام اور روشن خیالی

پروفیسر محمد جعفر قمر سیالوی

اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات

گورنمنٹ کالج چنیوٹ

اسلام کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم لفظ اسلام کے صحیح معنوں سے کما حقہ واقف ہوں۔سَلِمَ کے ابتدائی معنی ہیں:

سکون۔قرار۔فرض سے عہدہ براہونا۔قرض سے سبکدوشی۔کامل امن و آشتی، مان لینا، سر تسلیم خم کرنا۔

اس کے ثانوی معنی ہیں: اس ہستی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا جس سے انسان نے رشتۂ آشتی قائم رکھا ہے۔اس مادے سے جو اسم ماخوذ ہے، اس کے معنی ہیں: امن، سلام، سلامتی، نجات۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس لفظ میں مشیت ایزدی کے سامنے مکمل سپر اندازی کا مفہوم مضمر ہے لیکن یہ خیال غلط ہے اس کے برعکس اس لفظ کا مطلب ہے تقویٰ کی خاطر جدوجہد۔ اسلام میں جو اخلاقی اصول مضمر و مجسم ہیں ان کا لب لباب سورۃ البقرہ کے آغاز میں حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا گیا ہے:

"وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن پاک) جس میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں، ان پرہیز گاروں کیلئے ہدایت ہے جو ہر غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اس پر اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ لوگ ہیں جو

اپنے ربّ کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں"۔(البقرہ:5-1)

اسلام کے بنیادی اصول حسبِ ذیل ہیں:

(۱) خالقِ کل کی وحدت، غیر مجسمیت، قدرت اور ہمہ گیر محبت پر ایمان۔

(۲) نوع انسانی میں باہمی اخوت و ہمدردی۔

(۳) سفلی جذبات کی تسخیر۔

(۴) تمام نعمتوں کے بخشنے والے کا شکریہ احسان۔

(۵) حیات بعد الممات میں تمام انسانی اعمال کی باز پرس۔

☆ ذات باری تعالیٰ کے بارے میں اس کی قدرت ومحبت کے جو اعلیٰ اور عظیم الشان تصورات قرآن نے پیش کیے ہیں ان کے مقابلے میں کوئی چیز دنیا کی کسی زبان میں نہیں ملتی، خدا کی وحدت اس کی نورانیت اور غیر مادیت، اس کی عظمت و جبروت اور اس کا رحم وکرم قرآن کی سب سے فصیح و بلیغ اور روح میں ہیجان پیدا کر دینے والی عبارتوں کے مستقل اور لامتناہی موضوع ہیں۔

☆ پھر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ومحبت آپ کی نورانیت ورحمت کے جو تصورات اور اس کی عمل صورت قرآن حدیث میں پیش کی گئی ہے وہ کسی نبی رسول یا مذہبی پیشوا کے بارے میں نظر نہیں آئی۔ اور وہ نبی جو کتاب لیکر آئے ہیں جو پیغام لیکر آئے ہیں وہی نور علیٰ نور ہے جو نہ صرف خود نور ہے بلکہ منور کر دینے والا ہے۔ اس پیغمبر کی آل واولاد اور صحابہ نور ہدایت کے پیکر ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زندگی، نور اور روحانیت کا پاک دریا ہے جو رکے اور تھمے بغیر موجزن ہے اذعانیت وادعائیت کا شائبہ بھی موجود نہیں شروع سے لیکر آخر تک کوئی دعویٰ بے دلیل نہیں ہے۔ ہر بات میں انسان کے شعورِ باطنی اور اس کی عقل و وجدان سے خطاب کیا گیا ہے۔

اس بارے میں چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں:

ا۔ اللہ نور السموات والارض:

اللہ تعالیٰ زمین آسمان کی ہر چیز کو روشن کرنے والا ہے۔

۲۔ یخرجھم من الظلمات النور:

وہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے کر جاتا ہے۔

۳۔ قد جاء کم من اللہ نورو کتابٌ مبین:

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں) اور ایک روشن کتاب (قرآن کریم) آ گئی ہے۔

۴۔ وننزل من القرآن ماھو شفاء و رحمة للمؤمنین:

اور ہم جو قرآن کریم نازل کرتے ہیں وہ مومنوں کیلئے شفا اور رحمت ہے۔

۵۔ ھدی للمتقین: وہ پرہیز گاروں کیلئے ہدایت کا نور ہے۔

۶۔ ھدی للناس: وہ تمام لوگوں کیلئے ہدایت کا نور ہے۔

اسلام سے پہلے کا دور جاہلیت کا دور ہے جو تنگ نظری ہٹ دھرمی، بے جا غیض وغضب اور تعصّب سے عبارت ہے۔ یہ وہ دور ہے جو علم کے نور سے منور نہیں ہے۔

اس کے مقابلے میں اسلام کا دور ہے۔ جو روشن خیالی، وسعتِ قلبی، انسانی عظمت وشرف اور علم کے نور کا پیغام ہے۔ اس کی پہلی وحی جس پہاڑ کی غار میں نازل ہوئی۔ وہ پہاڑ جبل نور کہلایا۔ اور پہلی وحی جن الفاظ سے عبارت ہے وہ نور علم سے مزین ہیں۔ حکم ہوتا ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ۔

یعنی پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے تخلیق فرمایا، جس نے انسان کو

خون کے لوتھڑے سے بنایا، پڑھ جب کہ تیرا ربّ سب سے زیادہ عزت والا ہے، جس نے قلم کے ساتھ علم سیکھایا، اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا۔

یہ پہلی وحی علم کی اہمیت کو واضح کر رہی ہے۔ علم ایک ایسا نور ہے جو انسان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی عطا کرتا ہے۔ اسلام میں علم کی اہمیت پر اس قدر زور دیا گیا ہے کہ اسے ہر مسلمان مرد عورت کیلئے فرض قرار دیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں) (القرآن)۔

اور فرمایا: کیا اندھیرا اور اُجالا برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں) (القرآن)۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک امّی نبی تھے اور ایک امی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر آپ نے علم پھیلانے کیلئے بہت سے اقدامات کئے۔ جن کی بدولت آپ کی قوم نہ صرف خود علم کے نور سے منور ہوئی بلکہ اس نے پوری دنیا کو علم کے نور سے منور کیا۔ لہذا مسلمان دنیا میں جہاں بھی گئے وہاں اندھیرے چھٹ گئے اور علم کا نور پھیل گیا۔ مسلمانوں نے بہت سے نئے علوم کی بنیاد رکھی۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور کے سائنسی علوم کی بنیاد بھی مسلمانوں نے رکھی جو اسلام کی روشن خیالی کی واضح دلیل ہے۔

اگر لفظ جاہلیت پر غور کریں۔ اس دور کیلئے بولا جاتا ہے جو اسلام کے ظہور سے پہلے کا دور ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے لوگوں کے تعصّب، بے جا غیض و غضب ہٹ دھرمی اور تنگ نظری کی وجہ سے اس دور کو دور جاہلیت کہا جاتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں اسلام کا زمانہ ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے حلم، بردباری، عفو و درگزر رحمت و شفقت، وسعتِ قلبی اور روشن خیالی کی وجہ سے اسلام کا دور کہا جاتا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی وجہ سے اس دور کے جاہل اور اجڈ لوگ نہ صرف زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوئے بلکہ ان کے ذہنوں سے کفر و شرک، رنگ و

نسل کے تعصبات اور بے شمار اخلاقی بدحالیوں کے اندھیرے چھٹ گئے اور وہ تنگ نظری چھوڑ کر روشن خیال انسان بن گئے۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی رنگ و نسل کے تعصب کا اظہار کرتا تو آپ فوراً اُسے ٹوکتے تھے۔ جیسا کہ ایک صحابی نے کسی کالے رنگ کے آدمی کو یہ کہا: اے کالی ماں کے بیٹے! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ناراض ہو کر فرمایا:

"اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ الْجَاهِلِيَّةُ" یعنی تو ایک آدمی ہے جس میں جاہلیت پائی جاتی ہے۔

مطلب یہ تھا کہ اس قسم کے تعصبات جاہلیت کی علامت ہیں اور اسلام ان تعصبات کے خلاف ہے۔ گویا اس تنگ نظری کے مقابلے میں اسلام کی روشن خیالی ہے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دورِ جاہلیت میں جہاں یہ گمراہی پائی جاتی تھی کہ لوگ مختلف قسم کے بتوں کو خدا اور خدا کا شریک قرار دیکر ان کی پوجا کرتے تھے، وہاں رنگ و نسل اور وطن کے بتوں کی پوجا بھی کی جاتی تھی، لوگ ان بڑے بتوں کیلئے انسان کا خون بہانا جائز خیال کرتے تھے۔ حسب و نسب کی بنیادوں پر فخر و غرور اور مباہات عام تھی۔ اگر ہم موجودہ دور میں غیر مسلم ممالک خصوصاً امریکہ برطانیہ اور دیگر مغربی ملکوں کا جائزہ لیں۔ تو واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی رنگ و نسل کی بنیاد پر دوسری قوموں کو کمتر گھٹیا اور محکوم خیال کرتے ہیں اور دوسرے قوموں پر اپنی حکومت اور تسلط کو جائز سمجھتے ہیں اور اس مقصد کے حصول کیلئے انسانوں کا خون بہانا اور زمین میں فساد برپا کرنا اسکا شعار ہے۔ ہمارے خیال میں یہ لوگ پڑھے لکھے جاہل ہیں۔ جو اُن اَن پڑھ جاہلوں سے بدتر ہیں جنہوں نے دورِ جاہلیت میں چند سو لوگوں کا خون بہایا۔ مگر ان پڑھے لکھے جاہلوں نے پہلی اور دوسری عظیم جنگوں میں اور پھر اس دور میں افغانستان فلسطین عراق بوسینا چیچنیا وغیرہ میں ہزاروں نہیں لاکھوں بے گناہ انسانوں کو قتل کر دیا اور ان کی قتل و غارت گری کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

جس طرح دورِ جاہلیت میں بے حیائی عام تھی۔ شراب نوشی، جواء اور زنا کاری عام معمول تھا۔ عورتوں کی بے پردگی اور ناچ گانا کوئی برا نہیں سمجھتا تھا۔ یہی حال دورِ جدید کی

جاہلیت میں بھی ہے بلکہ اس دور سے کئی گنا زور وشور سے جاری ہے اور اس قسم کی چیزوں کو روشن خیالی کے نام پر عام کرنے کی کوشش اپنے عروج پر ہیں۔ حالانکہ یہ جاہلیت کے کام ہیں اور موجودہ دور کے پڑھے لکھے جاہل اس گمراہی اور اس اندھیرے کو روشنی اور روشن خیالی کا نام دیکر عام کرنے کی کوشش کرر ہے ہیں۔

اگر کوئی عورت ان یورپی ملکوں میں پردہ کرتی ہے تو اس کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر مختلف طریقوں سے تنگ کیا جاتا ہے اور اس پر ملازمت کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی مرد داڑھی رکھ لیتا ہے اور برائیوں سے اپنے آپ کو دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اُسے مختلف طریقوں سے تنگ کیا جاتا ہے بلکہ اُسے دہشت گرد قرار دے کر اس کے خلاف سخت کاروائی کی جاتی ہے۔ آپ غور کریں یہ سب کچھ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر ہورہا ہے۔ کیا اس درجہ تعصب، ہٹ دھرمی اور انسانیت کی تذلیل روشن خیالی اور اعتدال پسندی قرار دی جاسکتی ہے، نہیں ہرگز نہیں، یہ تو جہالت ہے اور بدترین جہالت ہے۔ یہ ہے مغربی تہذیب جس کو پوری دنیا کے ہر ملک میں عام کرنے کیلئے ہر قسم کے وسائل بروئے کار لائے جارہے ہیں۔ روپیہ پیسا خرچ کیا جارہا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس جدید جہالت کبریٰ کا علاج کیسے ہو؟ یہ اندھیرا کیسے دور ہو؟

اس کا جواب بالکل سیدھا اور صاف یہی ہے کہ اس کا علاج ویسے ہی ہوگا جیسے اس جاہلیت کا علاج ہوا تھا جو اسلام سے پہلے پوری دنیا پر اندھیرے کی طرح چھائی ہوئی تھی۔ لہٰذا آج پھر ضرورت ہے کہ:

ا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان اور اس کے عشق ومحبت کو عام کیا جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ رسولوں خصوصاً سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق محبت سے

اس دنیا کو روشن و منور کیا جائے۔

بقول اقبالؔ:

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دھر میں عشق محمد (ﷺ) سے اجالا کر دے

۳۔قرآن کریم کے نور سے جہالت کے اس اندھیرے کو دور کیا جائے اور روشن خیالی کا وہ حقیقی تصور دنیا کے سامنے پیش کیا جائے جو انسانی اذہان کو جلا بخشے۔

ایک اور مقام پر علامہ اقبال نے کہا ہے:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن

نیست ممکن جز بقرآں زیستن

مزید فرمایا:

درس قرآں نہ اگر تم نے بھلایا ہوتا

یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

۴۔صحابہ کرام، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین اور اولیاء کاملین کی روشن زندگیوں کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور ان کی روشن خیالی کو اپنایا جائے کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہدایت کے ستارے ہیں۔جن کی روشنی سے انسان کو راہِ ہدایت مل سکتی ہے اور صحابہ کرام میں سے خصوصاً اہل بیت اطہار منارۂ نور اور کشتی نوح کی طرح نجات کا نشان ہیں اس لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؒ نے فرمایا:

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول

نجم ہیں اور ناؤ عترت رسول اللہ (ﷺ) کی

۵۔اہل ایمان اپنی عظمت وحیثیت کو پہچانیں اور اپنی طاقت وقوت پر یقین کریں ان کی خودی بیدار ہوگی تو بات بنے گی جیسا کہ قلندر لاہوریؒ نے فرمایا:

خودی کے زور سے دنیا پر چھا جا
مقام رنگ و بو کا راز پا جا
برنگ بحر ساحل آشنا رہ
کفِ ساحل سے دامن کھینچتا جا

اور فرمایا:

دلِ بیدار فاروقی ، دلِ بیدار کرّاری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

مزید فرمایا:

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

یہ دل ہی مرکزِ ایمان اور مرکزِ نور وعرفان ہے۔ اگر دل نورِ ایمان سے روشن ہوں گے تو دماغ روشن ہوگا اور روشن خیالی حاصل ہوگی۔ اگر دل مردہ ہوں گے، اُن میں ایمان وایقان کی بجائے کفر والحاد کا اندھیرا چھایا رہے گا تو روشن خیالی کہاں سے آئے گی۔ پھر تو خام خیالی ہی ہوگی۔ فحاشی آئے گی اور منکرات کو روشن خیالی کے نام سے عام کیا جائے گا۔ یاد رکھیں۔ کفر والحاد اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کے اندھیروں سے کبھی روشنی حاصل نہیں ہوسکتی ہے اور نور مل سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل سکتا ہے۔ جو نور ہیں اور منور کرنے والے ہیں اور روشنی قرآن وسنت سے مل سکتی ہے۔ جو نور ہیں اور روشن کردینے والی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور سارے عالم کو اپنے نور سے منور کرے اور منور کرنے والے بنادے۔ آمین ثم آمین۔

اسلام کا نظام عدل اور ہم

پروفیسر محمد جعفر قمر سیالوی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات

گورنمنٹ کالج چنیوٹ

عدل کا لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم:

عدل کا لغوی معنی ہے سیدھا کرنا، برابری کرنا، مشابہ ہونا، اور انصاف کرنا، عادل انصاف کرنے والا (مصباح اللّغات)

اصطلاح میں عدل سے مراد ایسا انصاف کرنا ہے جس سے ہر کسی کو اس کا حق ملے یعنی کسی پر ظلم نہ کرنا عدل کرنا ہے۔ اور کسی کو اس کا حق نہ ملنا عدل کے منافی ہے یعنی ظلم عدل کی ضد ہے۔

عدل کیلئے جو دیگر الفاظ لغت میں مستعمل ہیں وہ ہیں: انصاف اور قسط وغیرہ، انصاف کبھی سب کو برابر کا حصہ دینے کے معنے میں بھی آتا ہے مگر اکثر عدل کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور قسط کا معنی ہے حصہ یعنی جتنا کسی کا حق بنتا ہے اتنا اس کو حصہ دیا جائے۔

عدل اور قانونِ فطرت

اگر ہم قانونِ فطرت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا سارا نظام ہی عدل پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بالکل صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق جتنا حق بنتا ہے اتنا دیا گیا ہے۔ خود اگر انسان اپنے جسم پر اور اس کی ساخت پر غور کرے تو معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے تمام اعضاء میں عدل کے قانون کا اطلاق کیا گیا ہے۔ جسم کے ہر عضو کو اس کا پورا پورا حصہ ملتا ہے۔

اسلام قانونِ فطرت ہے

حدیث شریف میں فطرت کو اسلام کے مترادف لفظ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے: "كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ"۔
ترجمہ: ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت یعنی فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔

یہ امر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے یعنی اسلام کا نظام فطرت کے اصولوں کے مطابق ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ فطرت کی ہر چیز عدل کے اصولوں پر قائم ہے۔

اسلام اور معاشرتی عدل

اسلام کی تعلیمات کے مطابق معاشرے میں ہر شخص کو دوسروں کی مساوی معاشرتی حیثیت حاصل ہے۔ کسی اونچ نیچ یا امتیاز کی اجازت اسلام میں نہیں ہے کسی کالے کو کسی گورے پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اگر کسی کو کوئی فضیلت ہے تو تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع۔
قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ الحجرات:۱۳) بے شک تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔

عائلی زندگی میں عدل:

عائلی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ (۱) میاں بیوی، (۲) ماں باپ اور اولاد۔
اسلام میں میاں بیوی کے ایک دوسرے پر یکساں حقوق ہیں اور ایک جیسے فرائض ہیں۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یعنی عورتوں کے لئے حقوق ہیں مثل ان کے فرائض کے، دستور کے مطابق، اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔ (البقرۃ:۲۲۸)۔

اس درجے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ:

"اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ"۔

یعنی مرد عورتوں کے نگران ہیں وہ اپنی بیویوں کے نان ونفقہ کے ذمہ دار اور گھر کے سربراہ ہیں۔

اگر کسی کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس کا فرض ہے کہ وہ ان میں ہر معاملے میں عدل کرے۔ اگر وہ عدل نہ کر سکے تو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء:۳)

ترجمہ: پس اگر تمہیں افسوس ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی سے نکاح کرو"۔

اولاد کے بارے میں ہر طرح سے عدل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ کسی کے ساتھ بھی امتیازی سلوک کرنے کی ممانعت ہے۔ خوراک، لباس، تعلیم، صحت اور دیگر سہولیات کی فراہمی کے معاملے میں بیٹوں اور بیٹیوں میں عدل کرنے کا خصوصی حکم ہے۔

☆ سیدنا ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے ہاں لڑکی ہو وہ اسے زندہ در گور نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور بیٹوں کو اس پر ترجیح نہ دے (اس حکم پر عمل کرنے والے کو) اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ)

یہ تو اپنی اولاد ہے مگر اسلام میں تو غلاموں اور کنیزوں کو بھی اپنی اولاد کی طرح رکھنے کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا کہ جو تم کھاؤ ان کو بھی کھلاؤ، جو تم پہنو ان کو پہناؤ، اور جہاں تم رہو ان کو بھی وہاں رکھو۔ اس سے بڑھ کر عدل کیا ہوگا کہ غلاموں اور کنیزوں کو بھی کھانے پینے پہننے اور رہنے کی یکساں سہولیات مہیا کرنے کا حکم ہے۔

قرآن حکیم میں یتیموں کے معاملے میں عدل کرنے کی سخت تاکید آئی ہے اور ان سے بے انصافی کرنے کی وعید سنائی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنْ تَقُوْمُوْ لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ﴾ اور یتیموں کے ساتھ عدل قائم کرو۔

اسلام کا معاشی عدل

خوش حال اور پر امن معاشرے کے قیام کیلئے معاشی عدل ناگریز ہے اس حوالے سے اسلام نے متعدد اقدامات کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

ا۔قدرتی وسائل معاش

اسلام کی رو سے قدرتی وسائل سب کیلئے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (البقرۃ:۲۹)

یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔

اب جو محنت کرے اس کو حاصل کرسکتا ہے۔فرمایا:

﴿لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى﴾ (النجم:۳۹)

یعنی انسان کے لئے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرے۔

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ قدرتی وسائل کی تقسیم عدل کی بنیاد پر کرے تاکہ چند افراد ان پر طاقت سے قبضہ نہ کرلیں۔اس مقصد کیلئے بہت سے اقدامات کئے گئے ہیں۔

۲۔سود کا خاتمہ

سود کے ذریعے سے ایک طبقہ باقی سب لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور ان کو معاشی عدل سے محروم کردیتا ہے۔اس لئے سود کا لین دین کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔اور سود کا لین دین کرنے والوں اور ان کے درمیان مددگار بننے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

۳۔رشوت کا خاتمہ

رشوت کے ذریعے ناانصافی ہوتی ہے چند لوگ دوسروں کو مجبور کر کے ان کا معاشی استحصال کرتے ہیں یا کچھ لوگ اپنے مفادات کے حصول یا دوسروں پر ظلم کرنے کیلئے حکام کو رشوت دیتے ہیں۔لہٰذا دونوں کو منع کیا گیا ہے اور فرمایا:

رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔(الحدیث)

۴۔باطل طریقوں سے دوسروں کا مال کھانے کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ﴾(النساء۲۹)

یعنی اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ﴾(البقرۃ:۱۸۸)

اور تم باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض سے پیش کرو کہ تمہیں دوسرے کے مال کا کچھ حصہ دانستہ طور پر ظالمانہ طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے۔

اسی لئے اسلام میں سود ناپ تول میں کمی،غصب،ڈکیتی،چوری،حرام کی چیزوں کی تجارت،ذخیرہ اندوزی،غبن ملاوت اور رشوت وغیرہ سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں کیلئے سخت سزائیں رکھی گئی ہیں۔

اسلام میں عدالتی عدل

لوگوں میں کسی حق کی بات تنازعہ ہو جانا ایک نظری بات ہے۔اس کے پرامن تصفیہ کیلئے فیصلہ عدالتیں قائم کی جاتی ہیں۔عدالت کا فرض ہے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے تا کہ حقدار کو حق مل جائے۔قرآن وحدیث میں عدالتی انصاف کو بے حد اہمیت دی

گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ اِذَاحَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ (النساء:۵۸)

یعنی تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔

۲۔ وَاِنۡ حَکَمۡتَ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ (المائدہ:۴۲)

یعنی اگر تو فیصلہ کرے تو انصاف سے فیصلہ کر، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند رکھتا ہے۔

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ (النحل:۹۰)

سچی گواہی اور عدالتی عدل:

عدالتی انصاف میں سچی گواہی کا بہت اہم کردار ہے کیونکہ عدالت نے تنازع کا فیصلہ گواہوں کی شہادت پر کرنا ہوتا ہے۔ گواہوں کو بھی عدل اور انصاف کی سخت تاکید کی گئی ہے خواہ کسی کے بھی خلاف جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ وَاِذَاقُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَلَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی (الانعام:۱۵۲)

ترجمہ: اور جب بات کرو تو عدل وانصاف سے بات کرو چاہے وہ بات اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) جو رشتہ دار ہو۔

۲۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ۚ اِنۡ یَّکُنۡ غَنِیًّا اَوۡ فَقِیۡرًا فَاللّٰهُ اَوۡلٰی بِهِمَا ۟ فَلَا تَتَّبِعُوا الۡهَوٰۤی اَنۡ تَعۡدِلُوۡا ۚ وَاِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا (النسا:۱۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ تعالیٰ کیلئے گواہی دینے والے بن کے رہو خواہ وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو یا والدین یا رشتہ داروں کے خلاف ہو، وہ شخص امیر ہے یا غریب ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے پس تم خواہش نفس کی پیروی مت کرو تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم لگی لپٹی کہو گے یا پہلو تہی کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

۳۔ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (البقرۃ:۲۸۳)

یعنی گواہی کو مت چھپاؤ اور جو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گنہگار ہوگا۔

دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف

اسلام وہ نظام عدل ہے جس میں اپنوں کے ساتھ تو کیا دشمنوں کے ساتھ بھی عدل کرنے کا حکم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ (المائدہ:۸)

ترجمہ: اور نہ اکسائے تمہیں عداوت کسی قوم کی اس پر کہ تم انصاف نہ کرو، تم انصاف ہی کیا کرو۔

اسلام میں جنگی قوانین کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں کے ساتھ کس قدر انصاف کرنے کا حکم ہے اور ان سے یا ان کی قوم کے افراد سے زیادتی اور ظلم کی کس قدر ممانعت ہے۔

نیز غیر مسلم افراد کے حقوق اسلام میں بیان کئے گئے ہیں اور اسلامی حاکم جس طرح مسلمانوں کی جان و مال اور عزت کا بھی محافظ ہے۔ اسلام کا نظام عدل ان کو ہر قسم کے ظلم اور زیادتی سے محفوظ رکھتا ہے۔ مسلمان اپنی جان پر کھیل کر ان کی جان و مال اور عزت

بچاتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عدل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن ہی سے عدل کا مظاہرہ شروع کر دیا تھا۔ آپ اپنی رضاعی ماں کا دودھ ایک طرف سے پیتے تھے اور دوسری طرف سے دودھ اپنے رضاعی بھائی کیلئے چھوڑ دیتے تھے۔ لوگ آپ کو صادق اور امین کے لقب سے جانتے تھے کیونکہ آپ کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے بلکہ عدل کرنے میں دوسروں کی بھی مدد کرتے تھے۔

اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر بہت ظلم کیئے مگر آپ نے کسی پر ظلم نہیں کیا، نہ ایسا کرنے کی اپنے کسی صحابی کو اجازت دی۔ کسی قسم کی دہشت گرد کاروائی کیلئے نہ مکہ بھیجا اور نہ اس پر کسی کو اکسایا کیونکہ اس قسم کی کارروائیوں سے اکثر بے گناہ بھی مارے جاتے ہیں اور یہ بات عدل کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مسلمانوں کے علاوہ یہودیوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حکم (یعنی فیصلہ کرنے والا) مان لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی یہودیوں کے بارے میں فیصلہ کرتے تو ان کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ ان کو عبادت اور مذہبی رسومات کی بھی آزادی تھی۔ جب انہوں نے خود ہی معاہدہ ''میثاق مدینہ'' توڑ دیا تو آپ نے ان کی کتاب کے مطابق ان کے مقرر کیئے ہوئے حکم سے فیصلہ کروایا اور اس سلسلہ میں انصاف کے تمام تقاضے پورے کیئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کرنے کے بعد بھی اُن ظالموں پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ عدل کے علاوہ، احسان فرماتے ہوئے ان کو معاف کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدالتی انصاف کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے اور بطور حکمران اور قاضی اس کی اعلیٰ مثالیں قائم فرمائیں۔

سیدہ عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ:

"قریش کو اس مخزومی عورت کے بارے میں بڑی پریشانی تھی جس نے چوری کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر حد جاری فرمائیں گے۔ وہ کہنے لگے اس بارے میں کون رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بات کرے گا؟ مشورہ یہ ٹھہرا کہ اسامہ بن زیدؓ کے علاوہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی بات نہیں کرسکتا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہیتے ہیں۔ چنانچہ اسامہ بن زیدؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں بات کرتے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب فرمایا:

"تم سے پہلے لوگوں کو اس بات سے تباہ کردیا کہ اگر ان کا کوئی معزز چوری کرتا تو وہ اُسے چھوڑ دیتے اور اگر ان میں سے کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر فاطمہ بنتِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔ (بخاری مسلم)

عدالتی عدل اور خلافت راشدہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم کردہ اصولوں کے مطابق صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین نے عدالتی انصاف کی اعلیٰ مثالیں قائم فرمائیں۔ سیدنا عمرؓ نے خود اپنے بیٹے پر زنا کی حد جاری فرمائی اور مہر کی حد مقرر کرنے کے ضمن میں ایک عورت کے کہنے پر حد مقرر کرنے کا فیصلہ بدل لیا اور فرمایا: کہ ایک عورت نے میری توجہ قرآن کریم کی ایک آیت کی طرف کروادی جو پہلے نہ تھی۔

نیز سیدنا علیؓ جو عدالتی عدل کے حوالے سے خاص مہارت رکھتے تھے۔ آپ ان سے ہر فیصلے میں رہنمائی لیتے تھے اور فرماتے تھے:

"لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ یعنی اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے فیصلے بہت مشہور ہیں۔ ان کی یہ شہرت اصل میں

نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کی وجہ سے تھی۔

حاکم قاضی مقرر کرنے کے اسلامی اصول اور اسلامی قانون عدل کے اصول

اسلام میں حاکم اور قاضی مقرر کرنے کیلئے جو اصول مقرر کئے گئے ہیں وہ بے مثال ہیں۔ دورِ نبوی میں حاکم ہی قاضی ہوتا ہے اور اس کے دروازے سب کیلئے کھلے ہوتے تھے کوئی حاکم یا قاضی نہ پہرے دار یا دربان مقرر کرتا تھا اور نہ عدالت میں مقدمہ کرنے کی کوئی فیس مقرر تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاکم یا قاضی مقرر کرتے وقت کسی قسم کی سفارش کی بنیاد پر فیصلہ نہ کرتے نہ ہی رشتہ داری یا تعلق داری کا خیال کرتے۔ سیدنا عباسؓ نے یمن کا گورنر (قاضی وحاکم) بننے کیلئے عرض کیا تو انکار کرتے ہوئے ''سبحان اللہ'' کیا خوب اصول ہے کہ صرف اور صرف میرٹ پے انتخاب ہوگا اور اس آدمی کو انتخاب کے قابل ہی نہ سمجھا جائے گا جو خود اس کا طلبگار ہوگا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرٹ کی بنیاد پر سیدنا معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم مقرر فرمایا اور جب وہ جانے لگے تو پوچھا: اے معاذ فیصلہ کیسے کرو گے؟ عرض کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق، فرمایا: اگر وہ بات کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا: اگر میری سنت میں بھی وہ نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟ عرض کیا پھر خود فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قاصد کو حق بات کی تلقین فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کو منتخب کیا جو:

ا۔ قرآن پاک کا اور اس کے احکام کا پورا علم رکھتا تھا۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمکی سنت کا پورا علم رکھتا تھا۔

۳۔ جو قرآن وسنت سے مسائل کے استخراج کی مہارت رکھتا تھا۔

۴۔ جو ایسے مسائل کے بارے میں اجتہاد سے فیصلہ کرنے کی استعداد رکھتا تھا جو قرآن وحدیث میں مذکور نہ ہوں۔

لہٰذا ہم دیکھتے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ایسے معاملات میں باہمی مشورہ سے فیصلہ کرتے تھے۔ اور اجمائی فیصلہ کو انفرادی فیصلے پر ترجیح دینے کی نبوی سنت پر عمل کرتے تھے۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ کے دور میں بہت سے فیصلے مشورہ سے اور اجماع صحابہ سے کئے گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ:۳۸)

اس بنیاد پر اسلامی قانون عدل کی بنیاد پر چار چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

۱۔ قرآن کریم

۲۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۳۔ اجماع امت

۴۔ قیاس (قاضی یا مجتہد کا انفرادی فیصلہ)

انفرادی فیصلہ کی اجازت اسی وقت ہے جب اجماع موجود نہ ہو اگر کسی معاملہ میں اجمائی فیصلہ موجود ہو یا قرآن وسنت کا فیصلہ موجود ہو تو قاضی انفرادی فیصلہ اس کے خلاف نہیں کرسکتا ہے یہ پابندی اس لئے لگائی گئی ہے کہ

''قرآن وسنت کے تمام اصول عدل کی بنیاد پر ہیں اور ان میں سے کسی میں بھی غلطی کا شائبہ تک نہیں ہے''

اس امت کی خصوصیت ہے کہ یہ کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

''لَنْ تَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَىٰ ضَلَالَةٍ'' یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

لہٰذا قرآن وسنت کے بعد اجماعی فیصلوں کو عدل کی بنیاد پر بنایا گیا تا کہ کسی پر ظلم یا زیادتی کو کم از کم کیا جائے اور پھر فیصلہ کرنے والوں کو عدل سے فیصلہ کرنے پر بہت بڑی فضیلت کی نوید سنائی ہے اور عدل نہ کرنے پر وعید بھی سنائی:

۱۔ عادل حاکم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے ہوگا۔ (الحدیث)

۲۔ عدل نہ کرنے سے قیامت کے دن ذلت ورسوائی ہوگی۔ (ملخص من حدیث)

چونکہ حاکم اگر انفرادی فیصلہ کرے تو اس میں غلطی کا امکان موجود ہے اس لئے حکم دیا:

''مسلمان پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے خواہ وہ حکم اسے اچھا لگے یا بُرا۔ البتہ اگر (اللہ تعالیٰ اور رسول (ﷺ) کی) نافرمانی کا حکم دیا جائے تو نہ سننا لازم اور نہ ماننا'' (بخاری ومسلم)

اسلامی تاریخ کے سنہری ابواب:

اگرچہ دور ملوکیت میں ہمیں مسلمان بادشاہوں کے بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ وہ عدل وانصاف قائم کرتے اور عدل قائم کرنے والے قاضیوں کی عزت کرتے تھے اور مسلمان قاضی بھی عدالت میں بادشاہ اور غیر بادشاہ کی تمیز کئے بغیر سب کو ایک جیسا مقام دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں اسلامی تاریخ کا مطالعہ مفید ہوگا۔ مضمون کی طوالت سے بچنے کیلئے ہم ان واقعات کی طرف صرف اشارہ کرتے ہیں۔

اسلامی عدل کے ان اصولوں پر عمل کے سلسلہ میں جب ہم اپنی اور اپنی قوم کی طرف دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اسلامی عدل کے اصولوں کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً:

۱۔ ہم اپنی زندگی میں حق بات نہیں کر سکتے ہیں۔

۲۔ ہمارے قاضی (جج) اسلامی اصولوں کے مطابق منتخب نہیں ہوتے ہیں۔

۳۔ ہمارے قاضی (جج) اسلامی اصولوں کے مطابق فیصلے نہیں کرتے ہیں۔

امت مسلمہ خصوصاً سواد اعظم کا زوال،

اسکا قرآنی حل اور ہماری ذمہ داری

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری

نامور مبلغ اور دانشور

چیئر مین پیس مشن امریکہ

اللہ رب العزت کی بے حد تعریف اور حمد وثناء اور اس کے پیارے رسول نور مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور دل کی گہرائیوں سے انتہائی عاجزی اور محبت سے ہدیہ درود وسلام کے بعد باعث مسرت اور لائق اطمینان ہے کہ آپ نے علمی وفکری کام کی جانب آگے بڑھنے کا بیڑا اٹھایا۔ادب برائے فروغ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمدہ نعرہ پیش کر کے آپ نے ان دانشور مفکرین اور مصنفین کے لئے ایک اچھوتی اور نئی بات کہہ دی ہے، جو سالہا سال سے ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی کے معروف سلوگن پر خیال آرائی فرمارہے ہیں۔ادب برائے ادب میں گم ہونے سے بہتر ہے کہ اس اس عظیم ذات کی طرف بڑھا جائے' جو ادب کو ادب بنانے والی ہے۔ادب برائے زندگی کے گورکھ دھندوں میں کھو جانے کی بجائے اس عظیم وجود سے رابطہ مستحکم کیا جائے جس نے آدمی کو انسان بنایا اور اسے انسانیت کے شعور سے آشنا کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت جو عربی ادب تخلیق ہو رہا تھا وہ اپنے عہد کا بہترین ادب تھا اور یہ کام ادب برائے ادب میں گم لوگ سرانجام دے رہے تھے۔لیکن جب قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تو عربی ادب دم بخود ہو گیا۔ اہلِ عرب کے قلم ہاتھ سے گر پڑے، ان کے الفاظ ساقط و جامد ہو کر رہ گئے اور قرآن مجید کا

اعزاز دیکھئے کہ وہ ان سب پر حاوی ہو گیا۔

المصطفیٰ تھنکرز فورم کے احباب نے حضرت علامہ اقبال کا یہ مصرعہ بھی خوب منتخب فرمایا ہے:

"لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب"

اس لئے کہ ہم جس خمیر میں گوندھے ہیں، ہمارا وجود، ہماری فکر اور ہماری سوچ جس طرح سے تشکیل ہوئی ہے، اس کا مرکز و محور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے۔

بقول اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ:

فیض ہے یہ رضاؔ احمد پاک کا
ورنہ ہم کیا سمجھتے خدا کون ہے

آیئے ذرا غور فرمائیں، عالم اسلام اور سواد اعظم اہلسنت کے زوال کے اسباب کیا ہیں؟ اگر آپ غور کریں تو اس وقت امت مسلمہ کو کسمپرسی اور استحصال کی جو صورتحال درپیش ہے بالکل وہی کیفیت پاکستان کے اندر سواد اعظم اہلسنت کی دیگر فرقوں اور گروہوں کے سامنے ہے۔ وہ کیا اسباب ہیں جو ہمیں سب سے پیچھے لے آئے ہیں؟ کون کون سے عناصر و عوامل ہیں، جنہوں نے سواد اعظم کو زوال اور پستی کی وادیوں میں دھکیل رکھا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسباب سیاسی بھی ہیں، سماجی بھی، تعلیمی بھی ہی اور اقتصادی بھی۔ ہم اس مقام پر ان سب کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

اسباب زوال

(1) جہالت اور علم سے دوری

علم سے گریز ایک رویہ ہے، جس نے پوری ملت اسلامیہ کو زوال کی گہرائیوں کے راستے میں ڈال دیا ہے اور اسی سے مناسبت رکھتی ہوئی بات ہمارے ملک میں سواد اعظم اہلسنت کے لوگوں کی ہے۔ اگر ہم جائزہ لیں تو ہمارے عوام اور خواص اپنے بچوں کی تعلیم

وتربیت پر جس قدر توجہ دیتے ہیں اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ توجہ دیگر مسالک کے لوگ دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو اقلیت میں ہیں، ان کے کسی چھوٹے بچے سے آپ پوچھ کر دیکھیں تو اپنے مسلک کا پورا تعارف اور شناخت رکھتا ہے۔ دوسرے لوگوں سے مختلف ہونے کی وجوہات رکھتا ہے کہ ہم کیوں مختلف ہیں؟ اگر ہم رفع یدین کرتے ہیں تو کیوں کرتے ہیں؟ اگر ہم ہاتھ سینے پر باندھتے ہیں تو کیوں باندھتے ہیں؟ اس طرح اپنے اختلافی مسئلوں کے بارے میں بھی بخوبی علم رکھتے ہیں، جبکہ ہم علمی طور پر اپنی نئی نسل کو اپنے نظریات متعارف کرانے میں ناکام رہے ہیں۔ ہمارے بچے بڑے ہو جاتے ہیں مگر پھر بھی ان کو اپنی بنیادی باتوں اور مسائل کا پتہ نہیں ہوتا۔ میرے تجربے اور مشاہدے کی بات ہے کہ ہمارے اہلسنت کی بچیاں اگر بیاہ کر کسی اور گھر میں چلی جاتی ہیں جن کا مسلک کچھ اور ہوتا ہے تو وہ اس گھر میں اپنے مسلک کی چھاپ گہری نہیں کر پاتیں بلکہ وہ الٹا اپنے آپ کو اس ماحول میں گم کر لیتی ہیں۔ دوسری جانب بیسیوں مثالیں موجود ہیں کہ دوسرے فکر کے گھروں کی بچیاں جب اہلسنت کے بڑے معروف گھرانوں میں بھی آئیں تو وہاں کا نقشہ بدل دیا گیا۔ حتی کہ سادات کے گھروں میں اہل تشیع کا غلبہ ہو جاتا ہے اور پھر پوری نسل کو اپنی فکر میں ڈھال لیتی ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ علمی طور پر ہم اپنی نسل کو وہ خوراک اور غذا مہیا نہیں کرتے اور اپنے فکر کا پورا افہام نہیں کراتے، اس لئے علم کی دوری کے باعث ہم ناکام رہ جاتے ہیں۔

جب انگریز کا دور آیا، اقتدار ہمارے ہاتھ سے چھینا گیا، تو دینی مدارس کی سرپرستی کم ہوگئی اہل علم اور اہل ہنر اور اہل عرفان لوگ معاشرے میں سب سے پیچھے دھکیل دیئے گئے۔ علم وعرفان جیسی شناختیں، جو کسی زمانے میں عزت ووقار کی علامت تھیں، یہ پستی کی علامت اور طور بن گئیں اور اس وجہ سے لوگ علم وہنر سے دور ہوتے چلے گئے۔ اس دور کے علماء کی ایک بہت بڑی کامیابی اور ہم پر احسان ہے کہ وہ چٹائی پر بیٹھے، بھوکے رہے،

انہوں نے جیسے تیسے گزارہ کیا، لوگوں سے مانگ مانگ کر مساجد بنائیں، دین اسلام کو مضبوط کیا لیکن پاکستان بننے کے بعد دینی علم کے فروغ کے راستے مسدود ہوئے اور علمی طور پر ہم ایسے توانا اور مضبوط لوگ پیدا نہ کر سکے جو اپنے مسلک کی ترویج واشاعت کا وہ سلسلہ جاری رکھتے جو ہمارے اسلاف میں موجود تھا۔

بڑے افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ اگر آپ ایک ڈائریکٹری یا انسائیکلوپیڈیا پڑھیں تو حیران ہونگے کہ سیرت کے موضوع پر ہمارے پرانے اسلاف کی عربی اور فارسی میں بے شمار کتب موجود ہیں لیکن اردو زبان میں بہت ہی کم۔ ہم سیرت رسول عربی (ﷺ) اور ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور خاص نام بتانے سے قاصر ہیں، جبکہ دوسرے لوگوں نے سیرت النبی (ﷺ) پر بیسیوں کتب لکھی ہیں۔ یہ پہلی وجہ ہے کہ علمی میدان میں ہمارے عوام رہنما، جنہوں نے عوام کو Educate کرنا تھا، اپنے آپ کو کما حقہ مضبوط نہ کر سکے اور ایک Networks نہ بنا سکے جو لوگوں کی اس کمی کو پورا کرتے۔

(2) معاشرے کی مادہ پرستانہ سوچ

اس مادہ پرستانہ سوچ نے ہم میں اپنی اپنی قبر، اپنا اپنا حشر اور اپنا اپنا گھر کا ایسا تصور پیدا کر دیا ہے کہ جس میں مجھے آرام وسکون پہنچتا ہے وہی چیز فائدہ مند، آرام دہ اور پرسکون ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور چیز قابل توجہ نہیں ہے یعنی کہ ایثار اور ذاتی مفادات قربان کرنے کا جذبہ کم ہوا ہے، جس نے ہمیں شدید نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اہلِ ثروت اور صاحبِ استطاعت احباب نے جن افراد یا تنظیمات کو اپنے مالی وسائل مہیا کیے اور مادی معاونت کی وہ بھی ذاتی یا انفرادی نشوونما اور نمود ونمائش پر صرف کرنے کا رجحان پایا گیا اور اجتماعی فلاح و بہبود کا عنصر ناپید رہا۔

(3) انتشار، گروہ بندی اور متحدہ قیادت کا نہ ہونا

انتشار، گروہ بندی اور کسی ایک متحدہ قیادت کا نہ ہونا اور ہر شہر اور قصبہ کے رہنما کا

رہنمائے ملت بلکہ رہنمائے امت بن جانا بھی ہمیں زوال کی جانب لے گیا ہے۔اس طرح
ہم نے اپنے آپ کو مختلف گروہوں میں بانٹ لیا۔سب باتیں کرم فرماؤں کے لئے چبھتے
ہوئے نشتر ہیں۔اس لئے میں بڑے ادب اور احتیاط سے یہ لفظ لا رہا ہوں کہ:

لفظ چنتا ہوں تو مفہوم بدل جاتا ہے
اک طرح خوف بھی لاحق ہے جرأت اظہار کے ساتھ

میں پاکستان کے قریہ قریہ،شہر شہر گیا ہوں۔میں نے دیکھا ہے کہ جس شہر یا قصبے
میں چار مدارس موجود ہیں یا جید علماء ومشائخ تشریف رکھتے ہیں یا کچھ تنظیمیں یا جماعتیں
مصروف جہاد ہیں،ان میں رابطہ کا فقدان ہے۔باہمی افہام وتفہیم،رواداری اور قوت
برداشت ناپید ہے۔ساری جدو جہد محض انفرادی دائروں تک محدود ہے۔

(4) بے عملی اور سست روی

بے عملی سے مراد معاشرتی زندگی میں مسلسل کام کرنا اور اپنے نظریات کے مطابق
اپنی زندگی ڈھالنا ہے۔مثال کے طور پر ایک محلہ ہے،جس میں ہمارے بیشمار لوگ رہتے
ہیں،وہاں ہمارے دوہزار(2000)افراد میں سے صرف بیس(20)نمازی ہیں جبکہ وہاں
مخالف مکتبِ فکر کے دوسو(200)افراد میں سے ایک سو(100)نمازی ہوتے ہیں۔ظاہر
ہے مسجد تو ان کے ہاتھ میں ہی رہے گی جن کے نمازی محلے میں زیادہ ہیں اور یہ ایسی عملی
کمزوری ہے کہ اگر نماز روزے اور اچھائی کی بات کی جائے تو ہم لوگ بڑے فخر سے اس کو
عامیانہ رنگ دیتے ہیں۔جی ہم تو قلندر بادشاہ ہیں،رند لوگ ہیں،ہمیں اس کی ضرورت نہیں
ہے اور یہ حقیقت ہے کہ عملی طور پر سست اور کمزور لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔

(5) جماعتی تشخص کے ادراک کی کمی

ہمارا جماعتی تشخص کیا ہے؟ ہم اہلسنت کیوں ہیں؟ اور اہلسنت کے Basis
نظریات کیا ہیں؟ اہلسنت کی Idealogy کیا ہے؟ ہم اگر اہلسنت ہیں تو ہم کیسے اہلسنت

ہیں؟ ہمارے عام لوگوں کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کتنے لوگ ہم سے نکل چکے ہیں اور کتنے شامل ہوئے ہیں جیسے کسی نے کہا ہم نے اسے اہلسنت مان لیا۔

(6) کثرت عددی کی خود فریبی

اس میں ہمارے لوگ اکثر اس سوچ اور گمان میں رہے کہ ہم تعداد میں سب سے زیادہ ہیں، اگر کچھ لوگ نکل بھی گئے تو کوئی بات نہیں، ہم اتنا بڑا سمندر ہیں، اس میں سے کوئی کتنے ڈول نکال لے گا؟ کوئی کتنی مچھلیاں پکڑ لے گا؟ یہ تو ایک صحرا ہے، اس میں سے کتنے ذرے کوئی کم کرے گا؟ یہ تو ایک مہکتا گلستاں ہے، اس میں سے کتنے پھول توڑے گا؟ اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم اس خیال میں رہے، ہم کثرت عددی کے گمان میں رہے اور اقلیتیں اپنے آپ کو منظم کرتی چلی گئیں۔ یہ بھی ایک وجہ تھی کہ ہم زوال کی طرف گامزن رہے۔

(7) دعوتی اور تربیتی کام کی کمی

پورے پاکستان میں ہمارے مدارس اور دیگر مدارس کا موازنہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ ان کے مدرسے ہمارے مدرسوں کی نسبت کہیں زیادہ ہیں۔ لاہور کے مدرسوں کا یہ عالم ہے کہ ان کے صرف ایک دار العلوم میں چین روس اور افغانستان اور غیر ملکی طلبہ سمیت پاکستانی طلباء اتنی تعداد میں پڑھ رہے ہیں کہ لاہور کے تمام مدارس کے طلباء کی مجموعی تعداد بھی ان سے کم ہے۔ اسی طرح برطانیہ میں ہمارے تمام پیروں، مشائخ اور علماء کے مدارس میں پڑھنے والے طلباء کی مجموعی تعداد وہاں کے صرف ایک مدرسہ کے طلبہ سے کہیں کم ہے۔

یہ کام تھا جس نے نظریہ کو فروغ دینا تھا۔ یہ مدارس ہماری تعلیم کے قلعے اور ہماری علمی وفکری حوالے تھے۔ ان اداروں کو ہم نے کمزور کر دیا۔ نتیجتاً ہم خود بھی کمزور ہو گئے۔ یہ قلعے اور تربیت گاہیں جہاں معلم، مبلغ اور عالم وفاضل ہوتے تھے وہ اس کام میں پیچھے رہ گئے جبکہ اغیار ہم سے آگے نکل گئے۔ آپ حیران ہوں گے اور یہ ہمارے لئے خطرے کی گھنٹی

ہے کہ برطانیہ میں مخالف لوگ حکومت سے مطالبہ کرر ہے ہیں کہ پاکستان سے علماء کو بلانا بند کردیں، جب ہم یہاں پر تعلیم دے رہے ہیں تو آپ خواہ مخواہ کیوں اپنا پیسہ ضائع کرر ہے ہیں۔ انگریز استادانہیں انگریزی کی اوہ ان کو عربی کی تعلیم دیتے ہیں۔ لمحہ فکریہ ہے ہمارے اتنے بڑے مدارس نہیں جتنے بڑے بڑے ان کے مدارس کے Playgrounds ہیں۔

ہماری خانقاہیں صدیوں سے تربیت کا فریضہ سرانجام دے رہی تھیں۔ جب دور انحطاط آیا اور جو صورت حال اتنی بگڑگئی کہ اب شاید ہی کوئی خانقاہ یہ کام انجام دے رہی ہو گی۔ آپ کو بے شمار ایسے آستانے ملیں گے جو تربیت گاہ نہیں رہے۔ مریدوں کے رجسٹر بن گئے ہیں۔ ایک پیر صاحب کہتے ہیں کہ میرے اتنے ہزار مرید ہیں اور دوسرے پیر صاحب کہتے ہیں کہ میرے اتنے ہزار مرید ہیں، بلکہ ایک شیخ صاحب نے مجھ سے کہا کہ ہم اپنے مریدوں کو دوسرے کے پاس نہیں بیٹھنے دیتے کہ وہ مریدوں کو کھینچ لیتے ہیں۔ یہ تربیتی ڈھانچہ تھا جس نے ہماری فکر کی ترویج کرنا تھی، وہاں دنیا پرست اور جہ پسند لوگ آ کر مسلط ہوگئے تو یہ بھی ہمارے زوال کا سبب بنے۔

(8) سیاسی میدان میں ناکامی اور مایوسی کا غلبہ

ملک میں ایسی بہت سی مذہبی جماعتیں موجود ہیں جو میدان سیاست میں سرگرم عمل ہیں۔ ان جماعتوں کے گلی گلی، قریہ قریہ، شاخیں اور یونٹ موجود ہیں۔ ممبر سازی پورے زور وشور سے ہوتی ہے۔ عوامی اجتماعات، تربیتی کنونشن، بڑی بڑی ریلیاں اور جلوس انعقاد پذیر ہوتے ہیں۔ سیاسی وغیر سیاسی اتحادوں میں وہ اپنے قد سے بڑھ کر حصہ وصول کرتی ہیں۔ دوسری جانب ہماری سیاسی قیادت و سیاست عہدوں اور مفادات کی باہمی جنگ میں مصروف ہیں۔ گروہ در گروہ تقسیم کا عمل چل رہا ہے۔ ہر آدمی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رہا ہے۔ نہ ممبر سازی ہے، نہ مقامی عہدے داروں کا وجود ہے۔ تنظیمی اجلاس اور تربیتی کنونشن کار فضول تصور کیا جاتا ہے۔ بہت بڑا جلسہ یا بڑی بڑی کانفرنس کرالینا ہی منزل

مقصود بن چکا ہے۔ باہمی اتحاد و یگانگت کی بیل منڈھے نہیں چڑھ پاتی۔ جونہی اتفاق واتحاد کا عمل شروع ہوتا ہے کوئی نادیدہ ہاتھ سدراہ بن حائل ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً مایوسی، بے یقینی اور بے حسی کا چاروں جانب بسیرا ہے۔ ہماری سیاسی تنظیموں کا ادغام ناممکن ہے تو نہ سہی، کم ازکم باہمی اشتراک عمل تو کیا جا سکتا ہے۔ رواداری، برداشت اور محبت واحترام کے جذبات کو اپنا کر مشنٌ کے حصول کے لئے کام کیا جا سکتا ہے لیکن افسوس ایسا ہوتا نظر نہیں آتا جیسے دیگر سیاسی جماعتیں ہیں، ہر گلی اور محلے میں ان کی ممبر سازی ہوتی ہے۔ اگر اسی طرح ہماری جماعتیں بھی ممبر سازی کریں، اجتماعات کریں، تربیتی کنونشن کریں تو کوئی بات نہیں کہ ہم ان سے پیچھے رہ جائیں۔

(9) فضول رسوم ورواج کی بھرمار

ہمارے عوام نے فرائض و واجبات کی نسبت فضول رسوم ورواج کو زیادہ اپنالیا ہے۔ ہمارے اندر ایسی باتیں جڑ پکڑ چکی ہیں، جو ایک جانب تو ہمارے وسائل کا ضیاع ہے تو دوسری جانب مخالفین کو تنقید کا موقع ملتا ہے۔ مثلاً: ہمارے کم علم اور کم فہم لوگ جتنا زور تیجا، دسواں، چہلم اور کونڈوں کے ختم وغیرہ پہ دیتے ہیں، اس سے کہیں کم قیام الصلوۃ پہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جس اہتمام اور ذوق وشوق سے گیارہویں شریف کا ختم ہوتا ہے، اتنا اہتمام گیارہویں شریف والے پیارے پیا حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کو اپنانے یا ان کی فرمودات وارشادات پہ عمل پیرا ہونے کے لئے نہیں ہوتا۔ اسی طرح اہل وطن جس جوش و جذبے اور عجز وانبساط کے ساتھ مخدوم ملت حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش کے عرس میں شامل ہوتے ہیں اتنے ولولے سے آپ کی تعلیمات کو اپنانے کی کوششیں نہیں ہو سکیں۔ اسی طرح کی چند اور باتیں ہیں جو ہیں تو مستحب، لیکن ہم نے ان کو فرائض کا درجہ دے رکھا ہے۔ یہ ایک عام سی معاشرتی وجہ ہے جس کی وجہ سے نسبتاً تعلیم یافتہ طبقہ مثلاً ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر یا آفیسرز، مسلک سے کنی کترا کر

گزر جاتے ہیں اور ان کا رویہ معذرت خواہانہ سا ہوتا ہے لہذا یہ عوامل ہمارے زوال کا سبب بنے ہیں۔

(10) مخالفین کی ہمارے خلاف منظّم کوششیں

غیر مسلم لادینی قوتیں ملکی اور غیر ملکی ہر سطح پر ہر طریقہ، ہر ذریعہ اور ہر لحاظ سے ہمارے مخالفین کی مدد کر رہی ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے ایسے ادارے موجود ہیں جو اسلام کو مٹانے کے لئے علماء، دانشوروں اور لکھاری حضرات کو خرید تے ہیں۔ ان کی سوچوں میں تبدیلی لا کر پوری اسلامی قوم کو گمراہی کی طرف راغب کرنا چاہتے ہیں۔ بعینہ دیگر مسالک کی باقاعدہ تنظیمیں موجود ہیں، جو تسلسل سے سازشوں کے جال بنتی رہتی ہیں کہ کیسے اہلسنت کو ناکام کیا جائے۔ افسوس ہمارے پاس کوئی ایسی جماعت نہیں، جو ان کا مقابلہ کر سکے اور اپنا دفاع کر سکے۔ ان کا ایک جوش آہنگ نعرہ اتحاد بین المسلمین بھی ہے، جس کے تحت وہ اتحاد کا خوبصورت نعرہ لگا کر اپنی شخصی اور تنظیمی نمود اور تعارف بناتے ہیں۔ اس طرح وہ ہمارے سادہ لوح رہنماؤں اور عوام کو اپنے مخصوص مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں اور ہماری جڑیں کاٹ رہے ہیں۔

پھر بھی ہمارے اندر یہ سب اسباب بجا، لیکن مقامِ صد شکر ہے کہ اب بھی سوادِ اعظم اہل سنت کے اندر ایسے عوامل موجود ہیں جو باعث طمانیت ہیں۔ کسی طبقہ میں جذبہ خیر اور ولولۂ نور ایسی فراوانی سے تقسیم نہیں ہوا، جو سواد اعظم کے دامن میں موجود ہے اور وہ جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

ہم کچھ ہوں، کتنے گئے گزرے ہوں؟ ہم کتنے کمزور ہوں؟ ایک سہارا ہے جو ہمیں گرنے نہیں دیتا اور وہ سہارا ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا ہے۔ یہی جذبہ ہے جو ہمارے لوگوں کے دلوں میں موجزن ہے اور شاہراہ کامیابی پر ہمارے چلنے کی بنیاد بن سکتا ہے۔ امید کی دوسری کرن خانقاہوں سے نسبت ہے۔ آج کے

مادی دور میں بھی ایک شخ کی بہت عزت کی جاتی ہے۔ اگر ہم اس تعلق کو صحیح استعمال کریں تو کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ایک اور عنصر، ایک واہمہ ہے جس کی کوکھ سے یقین بھی پھوٹتا ہے وہ ہے ''کثرت عددی کی خودفریبی'' یہ حقیقت بھی ہے کہ کثرت عددی ہماری ہی ہے اب اس Factor کو مثبت انداز میں اپنے لئے استعمال کر لینا اور زوال کی تمام وجوہات کو دور کر کے ان کو پھر سے حاصل کر لینا ہی ہمارا کام ہے پس اس کثرت کو Maintain کرنے کی ضرورت ہے۔

قرآنی حل اور ہماری ذمہ داری

ان سب کا قرآنی حل صرف ایک آیت کے ترجمے پر مختصر کرتا ہوں ''اور تم سستی نہ کرو اور غم نہ کھاؤ''۔ غم کیا ہے؟ ماضی کی باتوں کو یاد کر کے روتے رہنا، ایک تو ہمیں سستی چھوڑ دینی چاہئے اور دوسرا اس بات کا خیال ذہن سے نکال دینا چاہئے کہ ہم پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان شاء اللہ ہمارے پاس بڑی زبردست قوت متحرکہ موجود ہے۔ یہ قوت اور یہ مشعل محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ادب برائے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اگر ہم بے یقینی و بے حسی کو دور کر دیں تو دیکھتے ہی دیکھتے ہم ایک سے دو، دو سے گیارہ اور گیارہ سے ایک سو گیارہ ہو جائیں گے۔ چراغ چلے گا اور گل سے گلستان مہکے گا۔ بس شرط یہ ہے کہ ہم مایوسی و بے دلی کو ذہن سے نکال دیں۔

دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے، انسان جو چاہتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے۔ اگر آپ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہیں اور مایوسی کا شکار ہیں تو پھر یقین کیسے پھوٹے گا؟ اگر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہمارے بے یقینی کو نہیں بدل سکتا تو پھر کونسی وحی اور کونسا نظریہ اترے گا جو ہماری بے یقینی کے اندھیروں کو اجالے میں بدلے گی۔ ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور اب ہم سب ساتھیوں نے مل کر آگے بڑھنے کا فیصلہ کرنا ہے۔ اب ہر ایک کے ہاتھ کو پکڑنا ہوگا اور سمجھانا ہوگا۔ مثال کے طور پر نہ سہی

چراغ، نہ سہی شمع، دیا سلائی ہے تو یہی سہی، جتنی دیر یہ جلے گی، اتنی دیر تو ماحول روشن ہو گا۔ چلیں سارا پاکستان نہ سہی، فیصل آباد میں ہی سہی، اگر آپ خیر کا کام لے کر نکل پڑیں گے تو جتنی دیر آپ یہاں رہیں گے اتنی دیر تو اجالا پھیلے گا۔ پھر ان شاء اللہ کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے معاشی نظریات کی تعلیم دیتے ہوئے کہا کہ تجارت کرو بنک بناؤ اور علم دین کی ترویج کرو۔ میرے ایک دوست نے کہا کہ یہ نقطہ معاشی نہیں۔ اس نے کہا بچت کرو، بچت اکٹھی کرو، بنک بناؤ۔ مسلمان آپس میں خریدیں ہندو کی دکان سے نہ خریدیں، تو معاشی نقطے ہیں۔ لیکن ان میں یہ کہنا کہ ''علم دین کو فروغ دو'' معاشی نقطہ نہیں ہے جبکہ میرے خیال میں یہ بھی ایک معاشی نقطہ ہے۔ کیونکہ یہ نقطہ لوگوں کی فکر کو مضبوط کرنے، ان کی سوچ کو پختہ کرنے اور اپنے نظریہ حیات سے وابستہ رہنے کے لئے بہت ضروری ہے۔ جب تک کسی کے قوم دینی مدارس کامیاب نہ ہوں گے تمام کام ادھورے رہ جائیں گے اور میں سمجھتا ہوں ہم ان ساری باتوں کو ایک نقطے پر سمیٹ لیتے ہیں کہ محبت رسو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کامل بھروسے کے ساتھ بے یقینی کو دور کیجئے۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد (ﷺ) سے اجالا کر دے

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق دے۔
آمین۔ بجاہ طٰہٰ ویٰس ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کارکردگی رپورٹ

قارئین کرام! عہد رواں میں امت مسلمہ کی حالت زار کے پیش نظر ہر دردمند مسلمان متفکر و مغموم ہے خصوصاً عاشقان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء دل میں خلش سی لئے پھرتے ہیں کہ آخر کیا وجہ ہے جو آج کا مسلمان اپنے دین اور اپنے مسلک سے متعلق ایک معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ اسی کسک نے المصطفیٰ تھنکرز فورم کے احباب کو راغب کیا کہ ایک علمی وفکری فورم کے تشکیل دیا جائے اور فورم کے تاسیسی اجلاس کے موقع پر ایک ایسے فکر انگیز لیکچر کا اہتمام کیا جائے یا ایک لائحہ عمل تیار کیا جائے جو دور حاضر کے مسلمانوں خصوصاً سواد اعظم کے باشعور حضرات کو دعوت فکر وعمل دے۔ اس مقصد کے لئے مورخہ 11رنومبر 1994ع بروز جمعہ ایک فکری وعلمی لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ جس کا موضوع تھا: ''امت مسلمہ خصوصاً سواد اعظم کا زوال، اس کا قرآنی حل اور ہماری ذمہ داری''۔

مقرر تھے ڈاکٹر ظفر اقبال نوری مرکزی امیر مصطفائی تحریک۔ نقابت کے فرائض ڈاکٹر عبدالشکور ساجد نے ادا کئے اور صدارت علامہ محمد افضل کوٹلوی نے کی۔ ڈاکٹر ظفر اقبال نوری نے نہایت ہی پراثر تقریر کے ذریعے حاضرین کے ایمان کو تازگی بخشی۔ ڈاکٹر صاحب نے امت مسلمہ کے زوال کے جو اسباب بیان کئے درج ذیل ہیں:

۱۔ علماء اسلام عموماً اور علماء اہلسنت کی کم علمی اور خطابت کا عامیانہ رنگ۔

۲۔ بے عملی اور سست روی اور آخرت کے بارے میں کم علم علماء کے پرفریب نظریات۔

۳۔ جماعتی تشخص کے ادراک کی کمی، اہلسنت کے بنیادی نظریات کیا ہیں یہ بہت کم

لوگ جانتے ہیں۔

۴۔ کثرت عددی کی خود فریبی۔ تعلیمی مدارس کا پست معیار تعلیم

۵۔ دعوتی کام کا فقدان

۶۔ تربیتی کام کی کمزوری۔ ہماری خانقاہیں تربیت گاہ تھیں۔ اور اب عرسوں پر بعض خانقاہوں پر کتوں اور ریچھ کی لڑائی ہوتی ہے۔

۷۔ سیاسی میدان میں ناکامی۔ کوئی مرکزی قیادت نہیں ہے۔

۸۔ اجتماعی طور پر مایوسی اور بے یقینی۔

۹۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مخالفین کی منظم کوششیں۔

۱۰۔ جذبہ ایثار کی کمی۔

یہ تو ہیں سواد اعظم کے زوال کے اسباب۔ انہی اسباب کو اگر عالمی سطح پر پھیلا دیا جائے تو غیر مسلموں کے مقابلہ میں امت مسلمہ کے زوال کے اسباب بھی کم وبیش کچھ ایسے ہی ہیں۔ اس سارے منظرنامے کے باوجود ڈاکٹر صاحب مایوس نہیں ہیں ان کے نزدیک مسلمانوں کو جو چیز اب تک سنبھالے ہوئے ہے وہ عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشاری ہے، اس گئے گزرے دور میں بھی خانقاہوں سے تعلق اور مشائخ کی عزت وتکریم یہ ایسے پہلو ہیں کہ ان کے استعمال سے امت مسلمہ میں ایک نئی روح پھونکی جاسکتی ہے اور پھر کثرت عددی کا صحیح استعمال، ہمیں پھر سے توقیر عطا کرسکتا ہے۔ انہوں نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک قوت متحرکہ کا نام دیا جو اس کو مایوسی اور بے یقینی کی کیفیت سے چھٹکارا دلاسکتی ہے۔

مہمان خصوصی علامہ افضل کوٹلوی نے تھنکرز فورم کے قیام کو سراہا اور ”ادب برائے فروغ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کے نعرہ کو بے حد پسند کیا۔ آپ نے امت مسلمہ کی نشأۃ ثانیہ کا واحد حل فروغ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرار دیا۔

☆☆☆☆☆

المصطفیٰ تھنکرز فورم کا دوسرا پروگرام فورم کے سلوگن ''ادب برائے فروغ عشق رسول'' کی ہی عملی صورت ثابت ہوا۔اب کی بار المصطفیٰ تھنکرز فورم کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ نبی آخرالزماں تاجدار مدینہ راحت قلب وسینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں ہدیہ تبریک نعتیہ اشعار کی صورت میں پیش کیا۔ایک نہایت ہی پروقار نعتیہ مشاعرہ کا اہتمام بتاریخ ۱۷ فروری ۱۹۹۵ء بروز جمعۃ المبارک کیا گیا، جس کی صدارت جناب سید امین نقوی نے کی۔مہمان خصوصی پروفیسر عارف رضا اور ڈاکٹر ریاض مجید تھے۔نقابت جناب ریاض احمد قادری کے حصہ میں آئی۔مہمان شعراء کرام کے کلام میں سے منتخب اشعار درج ذیل ہیں:

گھر آمنہ دے آئے لاگیاں نوں ملن لطف و کرم دے لاگ لگے
آمد سوہنے محمد (ﷺ) دی ہوئی ایسی پنچھی گون توحید دے راگ لگے
آقا نبی کریم دے آوندیاں ای قائم دھیاں دے ہون سہاگ لگے
محلاں والیاں دے چن نصیب کتھے جو حلیمہ دی جھگی نوں بھاگ لگے

(دلشاد چن)

میرے ہاتھوں میں شفاعت کی سند ہو آقا
جب مدینے سے ہوتا ہوا مکے پہنچوں

(شاہد اشرف)

شفاعت کی کرن بھی پھوٹتی ہے، ملائک کے قدم بھی ڈولتے ہیں
مجھے اذنِ گویائی عطا ہو، تیرے کہنے سے پتھر بولتے ہیں

(ذوالفقار زلفی)

بڑے آداب ہیں اس احترام آباد طیبہ کے
یہاں نبض جہاں تیز اور ہوا چلتی ہے
وہ جس کا نور حسن افزونیٔ جنت کا باعث ہے

خوش قسمت وہ مشعل ہے جو میرے تک جاں میں جلتی ہے

(پروفیسر ریاض مجید)

☆☆☆☆☆
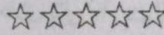
المصطفیٰ تھنکرز فورم کے پلیٹ فارم سے تیسری کاوش تب کی گئی جب شاتمان رسالت کو نام نہاد انسانی حقوق کی زرہ بکتر میں محفوظ کر کے وطن عزیز سے بھگا دیا گیا۔ اپنوں کی اس بے حسی اور مصلحت پسندی پر شمع رسالت کے پروانے خون جگر پی کر رہ گئے۔ انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں نے تو توہین رسالت کے قانون کو ہی چیلنج کر دیا۔ تب المصطفیٰ تھنکرز فورم نے یہ ضروری سمجھا کہ اس ناپاک جسارت کے توڑ کے لئے اپنے پلیٹ فارم پر ایک ایسے لیکچر کا اہتمام کیا جائے جو عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اطمینان قلب کا باعث ہو۔ لہذا ۲ رجون ۱۹۹۵ء بروز جمعۃ المبارک (گستاخ رسول کی سزا قرآن وسنت اور تاریخ کے تناظر میں، نیز دور حاضر میں اس کی اہمیت) کے موضوع پر ایک لیکچر کا اہتمام کیا گیا، جس کے مقرر تھے پروفیسر منظور حسین سیالوی شعبہ عربی گورنمنٹ کالج فیصل آباد۔ تقریب کی صدارت علامہ گل احمد عتیقی شیخ الحدیث جامعہ شیخ الحدیث منظرِ اسلام فیصل آباد نے کی۔

پروفیسر منظور حسین سیالوی نے درج بالا موضوع پر سیر حاصل بحث کی۔ آپ نے فرمایا کہ موضوع کا تعلق فکر سے کم عشق سے زیادہ ہے۔ پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ کفر والحاد نے عسکری میدان میں مسلمانوں سے شکست کے بعد اب نظریاتی جنگ شروع کر رکھی ہے اور یہی سبب ہے کہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی پہلو نکال دیا گیا۔ ہماری اسلامیات کی کتاب سے معجزات کا باب ہی ختم کر دیا گیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اہانت رسول کو مذہبی ہی نہیں معاشرتی جرم بھی قرار دیا۔ آپ نے فرمایا کہ کفر والحاد کی ان مذموم کوششوں کا توڑ اسی میں ہے کہ ہم سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا لیں۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے گوشہ دل کو ہمہ وقت روشن رکھیں۔ تقریر کے آخر میں مقرر سے سوال وجواب کا دور ہوا۔

☆☆☆☆☆
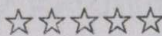
مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلویؒ کی دینی، ملی، علمی وادبی خدمات کوخراج تحسین پیش کرنے کے لئے یوم رضاؒ کا بھرپور انعقاد المصطفیٰ تھنکرز فورم کے مقاصد میں شامل ہے۔ یہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا کا ہی فیض ہے کہ آج برعظیم پاک و ہند میں شمع رسالت کے پروانے ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی صدائیں بلند کررہے ہیں۔

المصطفیٰ تھنکرز فورم نے ۲۸ر جولائی ۱۹۹۵ع بروز جمعتہ المبارک فرید گنج (گورونانک پورہ) فیصل آباد میں اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلوی کی دینی وملی، علمی وادبی خدمات کواجاگر کرنے کے لئے ''امام احمد رضا سیمینار'' کا اہتمام کیا، جس کی صدارت علامہ سید امین علی نقوی ناظم ادارہ باب الہدیٰ فیصل آباد نے کی۔ مقررین میں شامل حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

☆ پروفیسر عابد میر قادری (کراچی)

☆ صاحب زادہ سید ہدایت رسول (ناظم جامعہ نوریہ رضویہ گلبرگ)

☆ پروفیسر جاوید اسلم باجوہ (شعبہ انگریزی گورنمنٹ کالج فیصل آباد)

☆ میاں رفعت جاوید قادری (روزنامہ صورت حال)

جناب رفعت جاوید قادری نے مسلمانان برعظیم کی جدوجہد آزادی میں مسلمانوں کے لئے اعلیٰ حضرت کی خدمات پر سیر حاصل گفتگو کی۔ قادری صاحب کا لیکچر اعلیٰ حضرت کی شخصیت پر ایک محققانہ کوشش تھی۔ یوں تو ہر مقرر نے اعلیٰ حضرت کی خدمات کو اجاگر کیا لیکن کراچی سے آئے ہوئے مہمان پروفیسر جناب عابد میر نے اعلیٰ حضرت کی شخصیت پر اس انداز سے روشنی ڈالی کہ حاضرین کے دل جیت لئے۔ پروفیسر عابد میر صاحب نے اعلیٰ حضرت کی دیگر دینی وملی خدمات کے ساتھ ساتھ ادبی شعبہ میں ان کی مہارت پر بھی نہایت خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ صنعت تضاد اور

تلمیع استعارہ اور تشبیہ کا استعمال جس طرح اعلیٰ حضرت کے ہاں ملتا ہے اس کی مثال اردو شاعری میں ملنا محال ہے۔

تقریب کے آخر میں صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ نوری نے اپنے مخصوص انداز میں کلام رضاؒ پیش کیا تو چند لمحوں کے لئے حاضرین محفل کو تو گویا دربار نبوی میں لا کھڑا کیا۔ صدر مجلس نے بھی اپنی طرف سے منقبت کے چند اشعار پیش کئے۔

☆☆☆☆☆
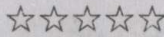
ربیع الاول کے دن تو گویا اہل ایمان کے لئے حیات نو کا پیغام لاتے ہیں۔ ہر عاشق رسول، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درود و سلام کی محافل سجا کر اپنے ایمان کو جلا بخشتا ہے۔ المصطفیٰ تھنکرز فورم کی تو اساس ہی حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ لہذا عید میلا دالنبیؐ کے دنوں میں ہمارا ہر رکن شادمان و کامران نظر آیا۔ اراکین فورم کے گھروں میں محافل میلاد کا انعقاد کیا گیا۔ سب سے پہلی محفل ڈاکٹر عبدالشکور ساجد کے گھر مورخہ یکم ستمبر ۱۹۹۵ء بعد نماز عصر منعقد ہوئی۔ صدارت کا شرف صاحبزادہ عطاء المصطفےٰ نوری جنرل سیکرٹری المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کو حاصل ہوا۔ مہمان خصوصی ممتاز نعت گو شاعر جناب ڈاکٹر ریاض مجید تھے۔ جن شعراء حضرات نے نعتیہ کلام پیش کیا ان میں ریاض احمد قادری، حمید شاکر، شاہد اشرف، اظہار احمد گلزار اہم ہیں۔ نعت خواں حضرات میں فیصل آباد کے مشہور نعت خواں حاجی محمد رشید اور ساتھی رفیق چشتی، اختر کمال، عبدالستار قادری اور محمد بلال شکور وغیرہ تھے۔ ان سب حضرات نے شرکاء محفل کے دلوں کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور کر دیا۔ صدر محفل نے اپنے مخصوص انداز میں ہدیہ نعت پیش کیا۔ محافل نعت کا یہ سلسلہ چلتے چلتے اراکین فورم جناب ڈاکٹر ریاض احمد، پروفیسر اشفاق احمد، ڈاکٹر زاہد رشید اور راقم الحروف کے گھر تک بھی پہنچا۔ ان محافل پاک میں سے ضروری ہے کہ ڈاکٹر زاہد رشید کے ہاں کی محفل کا ذکر خصوصی طور پر کیا جائے۔ اس دن نماز فجر کے بعد

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مفتی محمد امین دامت برکاتہم العالیہ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ آپ نے درود شریف کے فیوض و برکات کچھ اس انداز سے بیان کئے کہ شرکاء محفل کے دل منور کر دیئے۔

☆☆☆☆☆

المصطفیٰ تھنکرز فورم کے زیر اہتمام محافل میلاد کا یہ سلسلہ نوجوان طلباء کے مابین مقابلہ حسن نعت خوانی تک پہنچا۔ نوجوان طلباء کے مابین یہ مقابلہ ۳ر نومبر ۱۹۹۵ع بمقام دفتر المصطفیٰ قرآن اکیڈمی بعنوان "مقابلۂ کلامِ رضاؔ" منعقد ہوا۔ صدارت علامہ محمد افضل کوٹلوی نے کی جبکہ خصوصی خطاب پروفیسر شبیر احمد قادری (شعبہ اردو گورنمنٹ کالج) نے کیا۔ مقابلہ میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے خوش نصیب طلباء کو انعامات دیئے گئے جن میں سے اول انعام عدنان سعید، دوئم مرزا اعجاز لطیف اور سوئم انعام کے حقدار محمد اسرار ٹھہرے۔ مقابلہ میں شریک تمام طلباء کو حوصلہ افزائی کے خصوصی انعام دیئے گئے۔ یہ مقابلہ نعت خوانی المصطفیٰ تھنکرز فورم کے مقاصد میں شامل Talent Hunt Scheme کا حصہ تھا۔ اس قسم کے مقابلہ جات کا انعقاد جہاں نوعمر طلباء میں خود اعتمادی کا باعث ہے وہاں طلباء کو موقع ملتا ہے کہ وہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع فروزاں سے اپنے اذہان کو منور کر سکیں۔

قارئین محترم آپ کے زیر مطالعہ سیرت رنگ کا پہلا شمارہ بھی فورم کے مقاصد کا حصہ ہے (جو کہ 1995ع میں شائع ہوا)۔ الحمد للہ ہماری یہ اولین کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے علاوہ بفضلہٖ تعالیٰ فورم کے زیر اہتمام عربی زبان کی ہفتہ وار کلاسز کا اجراء بھی کر دیا گیا ہے۔ جو ہر جمعہ کو صبح ۹ ربجے سے ۱۱ ربجے تک راقم الحروف کے گھر واقع گلی نمبر ۲ چک نمبر ۲۷۹ (کلاں) فیصل آباد میں ہوا کرے گی۔ اس کے لئے استاد محترم پروفیسر جناب عطاء المصطفیٰ نے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ آپ گورنمنٹ کالج گوجرہ میں شعبہ عربی سے منسلک ہیں۔

کارکردگی رپورٹ کے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تھنکر زفورم کے اراکین کا مختصر تعارف بھی نذر قارئین کردیا جائے۔لیکن اس سے پہلے میں اس بابرکت رات کا ذکر ضرور کروں گا کہ جب بغدادی جامع مسجد میں ''نعتوں کی بارات'' سجی تھی رات کے پچھلے پہر محفل میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے شباب پر پہنچی۔ دل عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز تھے، جب دل میں ابھرنے والی ہر خواہش اور زبان سے نکلنے والا ہر لفظ قبولیت کے درجہ پر سرفراز ہونے کو تھا،تو محترم ڈاکٹر عبدالشکور ساجد نے راقم الحروف کے ساتھ المصطفیٰ تھنکر زفورم کے قیام کی خواہش کا اظہار کیا۔اس متبرک رات کی برکت ہی ہے کہ میں نے جب اس بات کا ذکر اپنے دیگر دوستوں سے کیا تو سب نے نہایت خوشی کا اظہار کیا اور یوں ہم سب دوست جو عشق مصطفیٰ (ﷺ) سینوں میں دبائے پھرتے تھے ہمیں اس مقدس جذبے کے اظہار کا نہایت موثر ذریعہ المصطفیٰ تھنکر زفورم کی شکل میں میسر آ گیا۔ تھنکر زفورم کے اراکین کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

پروفیسر عطا المصطفیٰ طاہر:

آپ المصطفیٰ تھنکر زفورم کے سرپرست ہیں۔ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سمن آباد میں شعبہ اسلامیات میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ درسِ نظامی کے فاضل اور جامعہ امینہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد کے وائس پرنسپل بھی ہیں۔قرآن مجید کی تعلیم وتدریس اور قرآن فہمی کے شعبے سے خصوصی لگن ہے۔ بہت اچھے مفسر، مقرر، خطیب اور اُستاد ہیں۔ جدید وقدیم دینی علوم کا مرقع ہونے کے ناطے نابغۂ روزگار شخصیت کے مالک ہیں۔ گہری، دینی بصیرت، اور روشن افکار کے مالک ہیں۔ عشقِ رسول ﷺ کی دولت سے مالا مال ہیں اور بہت خوش الحانی سے نعت شریف بھی پڑھتے ہیں۔ المصطفیٰ تھنکر زفورم کے پروگراموں کی شروع سے ہی مکمل سرپرستی فرماتے ہیں۔

محمد شبیر انصاری:

المصطفیٰ تھنکرز فورم فیصل آباد کے بانی ارکان میں شامل ہیں۔زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے ایم ایس سی آنرز کیا اور ایگری کلچرل ڈیپارٹمنٹ میں کئی سال تک پنجاب کے مختلف اضلاع میں ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔کچھ عرصہ، ریڈیو پاکستان کے زرعی پروگرام انچارج بھی رہے۔پاکستان میں قیام کے دوران فہم القرآن سیمینارز اور دیگر محافل اور مذہبی پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں۔اب بھی ان کے مشاورت حاصل رہتی ہے۔

ڈاکٹر محمد زاہد رشید:

المصطفیٰ تھنکرز فورم کے قیام سے لے کر اب تک بہت فراخ دلی اور مہمان نوازی کے ساتھ فورم کے تقریباً تمام پروگراموں کی میزبانی کرتے ہیں۔دین کا شوق بدرجہ اتم موجود ہے اور قرآن فہمی اور فروغِ عشق رسول ﷺ کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔پیشہ کے لحاظ سے ماہرِ امراضِ چشم ہیں اور فیصل آباد شہر کے قابل ترین آئی سرجنز میں شامل ہوتے ہیں۔فلاحی اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں بھی پیش پیش رہتے ہیں۔گردونواح میں فری میڈیکل کیمپ اور ڈسپنسریاں لگا کر دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہیں۔اس کے علاوہ مرضی پورہ جیسے پسماندہ علاقے میں بچوں کی تعلیم کے لیے ایک اعلیٰ معیار کا رفاہی سکول بھی چلا رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اطہر:

دین کا درد رکھنے والے اور اعلیٰ ذہنی تحیلات کے مالک ہیں فورم کے بنیادی ارکان میں شامل ہیں۔زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے اینیمل ہزبینڈری میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور آج کل لاہور کے ایک پرائیویٹ ادارے میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔فورم کے پروگراموں میں باقاعدگی سے حصہ لیا کرتے تھے۔لیکن لاہور منتقل ہو

نے کے بعد یہ سلسلہ کم ہو گیا۔ دینی گھرانے سے تعلق ہے۔ دین کے فروغ اور عشقِ رسول ﷺ کے مشن کو عام کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیمات کے ادراک اور انہیں عام کرنے کے لئے ہمیشہ متحرک رہتے ہیں۔

پروفیسر محمد اشفاق بٹ:

المصطفیٰ تھنکرز فورم کے اساسی ارکان میں شامل ہیں۔ شعبہ تدریس سے وابستہ ہیں اور اسلامیہ کالج سرگودھا روڈ میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ انجمن اساتذہ پاکستان کے اہم راہنما ہیں اور اساتذہ کی سیاست میں بہت سرگرم کردار ادا کرتے ہیں۔ قرآنی افکار اور جذبہ عشق مصطفیٰ ﷺ کے فروغ کے لئے ہمہ وقت حاضر ہیں۔ متحرک شخصیت کے مالک ہیں۔ دین اور مسلک کا احساس رکھتے ہیں اور غلبہ اسلام کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

محمد ریاض:

المصطفیٰ تھنکرز فورم کے بانی ارکان میں سے ہیں۔ مکینکل انجینئرنگ کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ دینی اقدار اور تعلیماتِ قرآنی کے فروغ کے لئے شروع سے ہی متحرک ہیں المصطفیٰ تھنکرز فورم کے تمام پرگراموں بشمول فہم القرآن سیمینارز، ہفتہ وار درسِ قرآن وغیرہ میں شامل ہوتے ہیں۔ ملنسار، غمگسار اور سب کے کام آنے والی شخصیت ہیں۔

ڈاکٹر طارق سلیمی:

المصطفیٰ تھنکرز فورم کے اساسی ممبر ہیں آجکل کاروبار کے سلسلہ میں کمالیہ میں مقیم ہیں۔۔ رزعی یونیورسٹی فیصل آباد کے شعبہ اینمل ہسبینڈری سے ایم ایس سی کر رکھی ہے۔ انجمن طلبأ اسلام سے بھی تعلق رہا۔ دینی کاموں میں باقاعدگی سے حصہ لیتے ہیں اور اور بہت سے مذہبی اور رفاہی اداروں کی سرپرستی بھی فرماتے ہیں۔

ملک محمد اشرف:

اسلامیات میں ایم اے ہیں۔میڈیکل آلات اور لیبارٹری کی ضروریات سپلائی کرنے کا کام کرتے ہیں۔المصطفیٰ تھنکرز فورم میں بہت طویل عرصے سے سرگرم ہیں۔ڈاکٹر زاہد رشید اور ڈاکٹر منور حسین کے ساتھ مل کر قرآن سیمینارز کے کامیاب انعقاد کی ذمہ داری نبھاتے ہیں۔فلاحِ عامہ کے کاموں سے بھرپور لگاؤ ہے۔دین سے لگاؤ اور سیرت نگاری سے گہرا اشغف ہے۔

ڈاکٹر منور حسین:

پیشے کے لحاظ سے ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں فورم کے تمام پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔خاص طور پر ماہانہ فہم القرآن کے سیمینار کے انتظام وانصرام کی تمام تر ذمہ داری ان کے کاندھوں پر ہے جسے بخوبی نبھاتے ہیں زیارتِ حرمین سے مشرف ہو چکے ہیں۔قرآنی تعلیمات کے فروغ کے لئے ہمیشہ سرگرم رہتے ہیں۔

ملک محمد یونس:

تعلیم کے لحاظ سے ایم بی اے اور پیشہ کے لحاظ سے سٹیٹ بینک آف پاکستان سے منسلک ہیں۔دینی ذوق ورثہ میں ملا ہے۔ہفتہ وار درسِ قرآن کے باقاعدہ ساتھی رہے ہیں اور اب بھی ہر پروگرام میں شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد رفیق عاصی:

کیمسٹری میں پی ایچ ڈی ہیں اور سرکاری شعبہ سے وابستہ ہیں۔دین کے کام میں گہرا شغف ہے۔درسِ قرآن کے بہترین ساتھی ہیں۔مذہب اور مسلک کے لئے گہرا احساس رکھتے ہیں اور مختلف اداروں سے تعاون فرماتے ہیں۔

محمد احسان:

اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ ثانوی تعلیمی بورڈ فیصل آباد سے منسلک ہیں۔ فہم القرآن کی محافل سے گہرا تعلق ہے اور کوشش کر کے ان میں شامل بھی ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد امین:

پیشہ کے لحاظ سے ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں۔ اعلیٰ دینی ذوق کے حامل ہیں اور گہری دینی بصیرت رکھتے ہیں۔ پہلے بہت باقاعدگی سے درسِ قرآن میں شامل ہوتے تھے لیکن خرابی صحت کی وجہ سے اب کم شامل ہوتے ہیں۔ تاہم ان کا ہر قسم کا پُر خلوص تعاون فورم کو حاصل ہے۔

محمد شبیر الدینؒ:

یہ ہمارے انتہائی پیارے، مخلص اور سرگرم کارکن تھے رضائے الٰہی سے 2 سال قبل انتقال کر گئے۔ بہت متحرک اور درویش صفت انسان تھے۔ گہرا دینی ذوق رکھتے تھے۔ اپنے تین بچوں کو قرآن پاک کی حفظ کرانے کی سعادت پائی۔ اپنی کالونی میں ایک خوبصورت مسجد بنوائی۔ اس کے علاوہ مختلف دینی پروگراموں سے وابستہ رہتے تھے۔

انگلش میں ماسٹر کی ڈگری رکھتے تھے۔ فارماسیوٹیکل فیلڈ سے وابستہ رہے تاہم آخری عمر میں شعبہ تدریس سے وابستہ ہو گئے تھے۔ ان کی یادیں ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری:

راقم المصطفیٰ تھنکرز فورم کا بانی رکن ہے۔ پیشہ کے اعتبار سے سکن سپیشلسٹ ہوں۔ سول ہسپتال فیصل آباد سے حال ہی میں ریٹائرمنٹ لی ہے۔ دینی سرگرمیوں کا شروع سے ہی شوق ہے۔ انجمن طلبأ اسلام کا سرگرم رکن رہا ہوں۔ آج کل مرکز تحقیق فیصل آباد کا

جنرل سیکرٹری ہوں۔ المصطفیٰ قرآن اکیڈمی فیصل آباد کا انچارج اور مرکزی میلاد کمیٹی کا چیئرمین ایگزیکٹو ہوں۔ الحمدللہ سیرت نگاری کا شوق ہے۔ 20 کے قریب کتابیں چھپ چکی ہیں۔ایک کتاب ''خیر البشر ﷺ'' کو صدارتی ایوارڈ مل چکا ہے۔المصطفیٰ تھنکرز فورم کے مختلف پروگراموں کو آرگنائز کرنے کی ذمہ داری کا شرف حاصل ہے۔اس کے علاوہ المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کا ڈویژنل سرپرست ہونے کے ناطے رفاہِ عامہ کے کاموں سے بھی دلچسپی ہے۔غلام محمد آباد میں اپنا کلینک ہے۔

آخر میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ہم سب احباب کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس نیک کام کے کرنے میں استقامت عطا کرے۔ آمین

''''''''''''''''''

المصطفیٰ تھنکرز فورم فیصل آباد

سرفراز احمد جاوید

(یہ مضمون مقالہ نگار کے ایم فل اسلامیات کے مقالہ کا ایک باب ہے)

تعارف:

المصطفیٰ تھنکرز فورم فیصل آباد کا قیام ۱۱ نومبر ۱۹۹۴ء بروز جمعۃ المبارک علمی وفکری سیمینار کے ذریعے عمل میں آیا۔ سیمینار کا موضوع ''امت مسلمہ خصوصاً سواد اعظم کا زوال، اس کا قرآنی حل اور ہماری ذمہ داری'' تھا اس سیمینار کی صدارت علامہ محمد افضل کوٹلوی اور نقابت ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری نے کی۔ جبکہ مرکزی امیر مصطفائی تحریک ڈاکٹر ظفر اقبال نوری مقرر تھے المصطفیٰ تھنکرز فورم کا یہ تاسیسی اجلاس بیرون چنیوٹ بازار فیصل آباد دفتر المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی انعقاد پذیر ہوا (۴۶)۔ فورم کا نصب العین ''ادب برائے فروغ عشق رسول'' ہے جبکہ مونوگرام میں جو مصرعہ لکھا گیا ہے۔ وہ ہے ''لوح بھی تو قلم بھی تو۔ تیرا وجود الکتاب'' (۴۷)

اراکین:

سرپرست	پروفیسر عطاء المصطفیٰ طاہر	ایم اے عربی فاضل درس نظامی
چیئرمین	ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری	ایم بی بی ایس، پی ایس سی

صوبائی سیرت ایوارڈ یافتہ ۲۰۰۶

ممبرز:

۱۔	ڈاکٹر محمد اطہر	پی ایچ ڈی نیوٹریشن
۲۔	ڈاکٹر زاہد رشید	ایم بی بی ایس، آئی سرجن

۳۔ ڈاکٹر محمد طارق سلیمی ایم ایس سی اینمل ہسبینڈری

۴۔ ڈاکٹر محمد رفیق عاصی پی ایچ ڈی

۵۔ محمد شبیر انصاری ایم ایس سی۔ ایگرانومی

۶۔ ڈاکٹر محمد امین ڈی ایچ ایم ایس

۷۔ پروفیسر محمد اشفاق ایم اے سوشیالوجی

۸۔ محمد ریاض بی اے آنرز

۹۔ محمد شبیرالدین ایم اے انگلش

۱۰۔ محمد اشرف ایم اے اسلامیات (۴۸)

دینی و علمی خدمات:

☆ المصطفیٰ تھنکرز فورم فیصل آباد اپنے قیام سے لے کر اب تک ۱۰۰ سے زائد دینی و علمی سیمینار منعقد کروا چکا ہے جن میں ۹۵ ماہانہ ''فہم قرآن سیمینار'' شامل ہیں۔ (۴۹)

☆ ادارہ کا ایک بڑا کارنامہ ''سیرت رنگ'' میگزین ہے۔ جس میں خصوصی اشاعت ان مضامین اور مقالہ جات کی ہوئی ہے جو المصطفیٰ تھنکرز فورم فیصل آباد کے تحت منعقدہ سیمینار اور کانفرنسوں میں پڑھے گئے ہوں (۵۰)

☆ تقریری، تحریری اور نعتیہ مقابلہ جات کا انعقاد کروایا جاتا ہے۔

☆ المصطفیٰ تھنکرز فورم کے تحت کئی دینی کتب و رسائل کی اشاعت ہو چکی ہے جن میں انوار ختم نبوت، تحفظ ناموس مصطفیٰ، پیکر جمال، صبح فرزنداں، مدینہ، میلاد خیر الوریٰ، باران نور، روزہ کے روحانی برکات اور طبی فوائد اور ماہ ولایت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

☆ محافل میلاد کا تسلسل سے انعقاد یقینی بنایا جاتا ہے۔

☆ یوم رضا پر ہر سال ''امام احمد رضا'' سیمینار منعقد کروایا جاتا ہے۔

☆ ہفتہ وار درس قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ (۵۱)

دینی وعلمی کانفرنسوں اور سیمیناروں کی تفصیل

گستاخ رسول کی سزا قرآن وسنت اور تاریخ کے تناظر میں

۲۔ جون ۱۹۹۵ء

صدارت　　　　علامہ گل احمد عتیقی

شیخ الحدیث جامع منظر الاسلام فیصل آباد

مقرر　　　　پروفیسر منظور حسین سیالوی

شعبہ عربی گورنمنٹ کالج فیصل آباد (۵۲)

امام احمد رضا سیمینار

۲۸ جولائی ۱۹۹۵ء

بمقام: گورونانک پورہ فیصل آباد

صدارت　　　　علامہ سید امین علی نقوی

ناظم ادارہ باب الہدیٰ فیصل آباد

مقررین:

☆ پروفیسر عابد میر قادری

کراچی

☆ سید ہدایت رسول

ناظم جامعہ نوریہ رضویہ گلبرگ فیصل آباد

☆ پروفیسر جاوید اسلم باجوہ

شعبہ انگریزی گورنمنٹ کالج فیصل آباد

☆ میاں رفعت جاوید قادری

روزنامہ ''صورتحال'' (۵۳)

فہم القرآن کورس (۱۹۹۶ء)

تلاوت — قاری ظفر احمد رضا

بانی وصدر بزم قراۃ پاکستان

مقررین اور موضوعات:

قاری ظفر احمد رضا بانی وصدر بزم قراۃ پاکستان	تجوید قرأت کی ضرورت وافادیت
پروفیسر منظور حسین سیالوی شعبہ عربی گورنمنٹ کالج فیصل آباد	دور حاضر میں قرآن مجید سے دوری کیوں؟
علامہ محمد افضل کوٹلوی ناظم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد	صاحب قرآن قرآن کی نظر میں
پروفیسر قاری محمد اقبال صدر شعبہ اسلامیات زرعی یونیورسٹی فیصل آباد	قوموں کے عروج وزوال کی داستاں قرآن کی روشنی میں
پروفیسر اسلم سجاد قادری ممتاز اسکالر	اللہ اور بندے کا تعلق قرآن مجید کے حوالے سے
پروفیسر محمد عطاء المصطفیٰ سکالر ودانشور ادارہ منہاج القرآن	قرآن کریم اور سائنس
پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج فیصل آباد	تصور توحید قرآن کی نظر میں (۵۴)

فہم القرآن سیمینارز

۱۔ ۱۔رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

بتاریخ:۲۰۰۵-۱۰-۰۹ (۴رمضان المبارک)

مقالہ نگاران

پروفیسر عطاء المصطفےٰ طاہر — مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

شعبہ عربی گورنمنٹ کالج گوجرہ

پروفیسر مفتی عبدالرؤف — قرآن مجید اور تحفظ مقام مصطفیٰ

سابق صدر شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

۲۔ ۱۱۔رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

بتاریخ:۲۰۰۵-۱۰-۱۶

مقالہ نگاران

پروفیسر علامہ سید طاہر کاظمی — قرآن مجید اور تقویٰ

خطیب جامع مسجد شیر ربانی فیصل آباد

پروفیسر محمد جعفر سیالوی — مصطفائی معاشرہ کے خدوخال

میونسپل ڈگری کالج فیصل آباد

۳۔ ۱۸۔رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

بتاریخ:۲۰۰۵-۱۰-۲۳

مقالہ نگاران

پروفیسر محمد یوسف صابر — چند عظیم مفسرین اور ان کی تفاسیر

اسلامیہ کالج فیصل آباد

۴۔ ۲۸۔رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

بتاریخ:۲۰۰۵-۱۰-۳۰

مقالہ نگاران

سید ہدایت رسول شاہ مہتمم جامعہ نوریہ رضویہ گلبرگ	اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے
پروفیسر علامہ عطاء المصطفیٰ طاہر (شعبہ عربی گورنمنٹ کالج گوجرہ)	امت پر نبی کریمؐ کے حقوق

المصطفےٰ تھنکرز فورم فیصل آباد کے ماہانہ سیمینارز کی تفصیل

پہلا فہم القرآن سیمینار: اسلام اور روشن خیالی

بتاریخ: ۲۔فروری ۲۰۰۷ بروز جمعۃ المبارک

صدارت: پروفیسر عبدالرؤف (سابق صدر شعبہ فارسی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

دوسرا فہم القرآن سیمینار: تصوف اور غیر شرعی پہلو نشاندہی اور تدارک

بتاریخ: ۲۔مارچ ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: اصغر نظامی (ممتاز دانشور، ادیب)

مقرر: پروفیسر یوسف صابر (اسلامیہ کالج سرگودھا روڈ فیصل آباد)

تیسرا فہم القرآن سیمینار: سیرت طیبہ کی روشنی میں مصطفائی معاشرہ کا قیام

بتاریخ: ۶۔اپریل ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: ریاض احمد قادری (صدارتی ایوارڈ یافتہ نعت گو شاعر)

مقرر: پروفیسر عطاء المصطفیٰ طاہر (شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج گوجرہ)

چوتھا فہم القرآن سیمینار: اسلام میں نظام عدل اور ہم

بتاریخ: ۴۔مئی ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: ملک شبیر الدین صاحب (ایم اے) ممتاز سماجی کارکن

مقرر: پروفیسر محمد جعفر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

پانچواں فہم القرآن سیمینار: اسلام اور شدت پسندی

بتاریخ: ۱۔جون ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: ملک محمد اشرف (ایم اے اسلامیات)

مقرر: پروفیسر سید محمد طاہر کاظمی (جامع مسجد شیر ربانی راجہ کالونی فیصل آباد

ساتواں فہم القرآن سیمینار: فقہ حنفی کی تدوین واشاعت

بتاریخ: ۳۔اگست ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: ڈاکٹر محمد رفیق عاصی (نامور سکالر)

مقرر: مولانا مفتی عزیز احمد قادری (فاضل جامعہ قادریہ فیصل آباد)

آٹھواں فہم القرآن سیمینار: جہنم سے بچنے والے خوش نصیب احادیث مصطفیٰ کی روشنی میں

بتاریخ: ۷۔ستمبر ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: پروفیسر محمد اشفاق بٹ (اسلامیہ کالج فیصل آباد)

مقرر: حضرت مولانا فضل الرحمٰن نورانی (جگر گوشہ عاشق مدینہ حضرت محمد احسان الحق)

۹واں فہم القرآن سیمینار: تصوف اور غیر شرعی پہلو نشاندہی اور تدارک

بتاریخ: ۵۔اکتوبر ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: انجینئر محمد ریاض (چیف ایگزیکٹو ریاض برادرز انجینئر نگ انڈسٹریز فیصل آباد

مقرر: پروفیسر مفتی عبدالرؤف (سابق صدر شعبہ فارسی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

۱۰واں فہم القرآن سیمینار: قرآن اور صاحب قرآن

بتاریخ: ۲۔نومبر ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: ڈاکٹر منور حسین

مقرر: پروفیسر مفتی عبدالرؤف (سابق صدر شعبہ فارسی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

۱۱واں فہم القرآن سیمینار: حقوق انسانی اور اسلام

بتاریخ: ۷۔دسمبر ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: محمد شبیر انصاری (اوورسیز آرگنائزر المصطفیٰ تھنکرز فورم کینیڈا)

مقرر: مولانا مفتی عزیز احمد قادری (فاضل جا جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد)

۱۲واں فہم القرآن سیمینار: فلسفہ شہادت امام حسینؓ

بتاریخ: ۲۔مارچ ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: الحاج منیر احمد نورانی (صدر مرکزی میلاد کمیٹی فیصل آباد)

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۱۴واں فہم القرآن سیمینار: اولیاء کرام کی شان اور پہچان

بتاریخ: یکم فروری ۲۰۰۸ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: ملک محمد یونس (آفیسر سٹیٹ بنک آف پاکستان فیصل آباد)

مقرر: پروفیسر عطاء المصطفیٰ طاہر (شعبہ عربی گورنمنٹ کالج گوجرہ)

۱۵واں فہم القرآن سیمینار: عشق رسولؐ کے تقاضے

بتاریخ: ۷۔مارچ ۲۰۰۸ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: محمد شبیر انصاری (اوورسیز آرگنائزر المصطفیٰ تھنکرز فورم کینیڈا)

مقرر: پروفیسر مفتی عبدالرؤف (سابق صدر شعبہ فارسی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

۱۶واں فہم القرآن سیمینار: فضائل مدینہ منورہ

بتاریخ: ۴۔اپریل ۲۰۰۸ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: مولانا فضل الرحمٰن نورانی (جگر گوشہ عاشق مدینہ ہجویری مسجد جناح کالونی فیصل آباد

۱۷واں فہم القرآن سیمینار: نعتیہ مشاعرہ بیاد جناب حفیظ تائب الحاج عبدالستار نیازی

بتاریخ: ۲۔مئی ۲۰۰۸ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: پروفیسر مفتی عبدالرؤف (سابق صدر شعبہ فارسی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

تاثرات: ڈاکٹر شبیر احمد قادری (شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

۱۸واں فہم القرآن سیمینار: تحفظ ناموس مصطفیٰ

بتاریخ: ٦۔جون ۲۰۰۸ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: ڈاکٹر محمد امین (افغان آباد)

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۱۹واں فہم القرآن سیمینار: ختم نبوت

بتاریخ: یکم اگست ۲۰۰۸ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: ڈاکٹر محمد امین (افغان آباد)

مقرر: علامہ محمد عدیل یوسف صدیقی (معروف سکالر اور عالم دین)

۲۰واں فہم القرآن سیمینار: مضامین قرآن کریم

بتاریخ: ۵ ستمبر ۲۰۰۸ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: ملک محمد اشرف (ایم اے سیاسیات)

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۲۱واں فہم القرآن سیمینار: آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

بتاریخ: ۷۔نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر مفتی عبدالرؤف (سابق صدر شعبہ فارسی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

۲۲واں فہم القرآن سیمینار: ایک شام رانا اصغر سلطانی المدنی (ثناء خوانِ مصطفیٰ) کے نام

بتاریخ: ۵۔دسمبر ۲۰۰۸ء بروز جمعۃ المبارک

۲۳واں فہم القرآن سیمینار: نعتیہ مشاعرہ بیاد جناب حفیظ تائب الحاج عبدالستار نیازی

بتاریخ: ۲۔جنوری ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: مولانا مفتی عزیز احمد قادری (فاضل جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد)

۲۴واں فہم القرآن سیمینار: تصوف

بتاریخ: ۶۔فروری ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۲۵واں فہم القرآن سیمینار: ولادت مصطفیٰ

بتاریخ: ۶ مارچ ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: علامہ عدیل یوسف صدیقی صاحب

۲۶واں فہم القرآن سیمینار: نعتیہ مشاعرہ بسلسلہ جشن عید میلاد النبیؐ

بتاریخ: ۵۔اپریل بروز جمعۃ المبارک

صدارت: حکیم سخن حکیم محمد رمضان اطہر

مہمان خصوصی کوثر علی

۲۷واں فہم القرآن سیمینار: اسلام دین رحمت ہے

بتاریخ: یکم مئی بروز جمعۃ المبارک

مقرر: علامہ محمد عابد نعمان شامی (ممتاز عالم دین، نوجوان سکالر فاضل شام)

۲۸واں فہم القرآن سیمینار: سیدنا صدیق اکبرؓ کی حیات طیبہ اور ہم

بتاریخ: ۵ جون ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: علامہ محمد عابد نعمان شامی

۳۰واں فہم القرآن سیمینار: تزکیۂ نفس کا قرآنی تصور

بتاریخ: ۴ ستمبر ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۳۱واں فہم القرآن سیمینار: امت مسلمہ کے اہم مسائل اور ان کا حل (حصہ اول)

بتاریخ: ۲۔کتوبر ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر جاوید اسلم باجوہ (کنٹرولر امتحانات جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

۳۲واں فہم القرآن سیمینار: امت مسلمہ کے اہم مسائل اور ان کا حل (حصہ دوم)

بتاریخ: ۶ نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر جاوید اسلم باجوہ (کنٹرولر امتحانات جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

۳۲واں فہم القرآن سیمینار: امت مسلمہ کے اہم مسائل اور ان کا حل (حصہ دوم)

بتاریخ: ۶ نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر جاوید اسلم باجوہ (کنٹرولر امتحانات جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

۳۳واں فہم القرآن سیمینار: جہاد (اہمیت، فضیلت اور تقاضے)

بتاریخ: ۴ دسمبر ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۳۴واں فہم القرآن سیمینار: فلسفہ شہادت امام حسینؓ

بتاریخ: ۸۔جنوری ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۳۵واں فہم القرآن سیمینار: اولیاء کرام کا مشن: محبت فاتح عالم

بتاریخ: ۵ فروری ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر مفتی عبدالرؤف (ممتاز دانشور، محقق اور ماہر تعلیم)

۳۷واں فہم القرآن سیمینار: امت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق

بتاریخ: ۲۔اپریل ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر عطاء المصطفیٰ طاہر گورنمنٹ کالج سمن آباد

۳۸واں فہم القرآن سیمینار: قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

بتاریخ: ۷ مئی ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: علامہ محمد عابد نعمان شامی (چیئرمین ابریشم فاؤنڈیشن)

۳۹واں فہم القرآن سیمینار: تحفظ ناموس مصطفیٰؐ اور سیدنا صدیق اکبرؓ

بتاریخ: ۴ جون ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: ڈاکٹر محمد شبیر ثروت (مذہبی سکالر ریڈیو پاکستان)

۴۰واں فہم القرآن سیمینار: صوفیائے کرام کا مشن۔فروغ عشق مصطفےٰؐ

بتاریخ: ۲۲ جولائی ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر سید محمد طاہر کاظمی (جامع مسجد شیر ربانی راجہ کالونی فیصل آباد

۴۱واں فہم القرآن سیمینار: نعتیہ مشاعرہ بیاد عظیم نعت گو شاعر حافظ محمد حسین حافظ

بتاریخ: ۶ اگست ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: فقیر مصطفیٰ امیر، حکیم محمد رمضان اطہر

نقیب محفل: ریاض احمد قادری

۴۲واں فہم القرآن سیمینار: قرآن مجید اور تقویٰ

بتاریخ: ۳ ستمبر ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۴۳واں فہم القرآن سیمینار: ختم نبوت

بتاریخ: ۱۸ اکتوبو ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر مفتی عبدالرؤف (سابق صدر شعبہ فارسی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

۴۴واں فہم القرآن سیمینار: سورۃ رحمٰن کی تفسیر

بتاریخ: ۵ نومبر ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: ڈاکٹر محمد شبیر ثروت (مذہبی سکالر ریڈیو پاکستان)

۴۵واں فہم القرآن سیمینار: گستاخ رسول کی سزا قرآن وسنت کے آئینے میں

بتاریخ: ۱۱فروری ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: پروفیسر ریاض احمد قادری (ممتاز نعت گو شاعر صدارتی ایوارڈ یافتہ)

مقرر: پروفیسر محمد جعفر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۴۶واں فہم القرآن سیمینار: عشق رسولؐ

بتاریخ: ۴مارچ ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: ڈاکٹر محمد شبیر ثروت (مذہبی سکالر ریڈیو پاکستان)

۴۷واں فہم القرآن سیمینار: تصوف۔ضرورت واہمیت، دور حاضر کے تناظر میں

بتاریخ: یکم اپریل ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: شیخ محمد یونس صدیقی (سابق ناظم انجمن طلباء اسلام فیصل آباد)

مقرر: پروفیسر محمد جاوید اسلم باجوہ (کنٹرولر امتحانات جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

۴۸واں فہم القرآن سیمینار: عشق رسولؐ کے تقاضے

بتاریخ: ۶مئی ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: صوفی محمد امین سیفی

مقرر: پروفیسر مفتی عبدالرؤف (سابق صدر شعبہ فارسی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

۴۹واں فہم القرآن سیمینار: حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ

بتاریخ: ۳جون ۲۰۱۱ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۵۰واں فہم القرآن سیمینار: فلسفہ معراج النبی ﷺ

بتاریخ: یکم جولائی ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: سید ہدایت رسول شاہ (امیر ادارہ منہاج القرآن فیصل آباد)

مقرر: ڈاکٹر محمد شبیر ثروت (مذہبی سکالر ریڈیو پاکستان)

۵۱واں فہم القرآن سیمینار: سورۃ الرحمٰن کی تفسیر

بتاریخ: ۵ اگست ۲۰۱۱ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۵۳واں فہم القرآن سیمینار: ہمارے معاشی مسائل اور ان کا حل

بتاریخ: ۷ اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جاوید اسلم باجوہ (کنٹرولر امتحانات جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

۵۴واں فہم القرآن سیمینار: فلسفۂ شہادت

بتاریخ: ۹ دسمبر ۲۰۱۱ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر عطاء المصطفیٰ طاہر

۵۵واں فہم القرآن سیمینار: نعتیہ مشاعرہ بیاد مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلویؒ

بتاریخ: ۶ جنوری ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: حکیم محمد رمضان اطہر

مہمان خصوصی: فقیر مصطفیٰ امیر، محمد یٰسین اجمل چشتی

۵۶واں فہم القرآن سیمینار: نورانیت مصطفیٰ ﷺ

بتاریخ: ۷ افروری ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۵۷واں فہم القرآن سیمینار: تعلیمات غوث الاعظم (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

بتاریخ: ۲ مارچ ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: ڈاکٹر محمد شبیر ثروت (مذہبی سکالر ریڈیو پاکستان)

۵۸واں فہم القرآن سیمینار: حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اور عشق رسولؐ

بتاریخ: ۱۳اپریل ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: ڈاکٹر محمد شبیر ثروت (مذہبی سکالر ریڈیو پاکستان)

۵۹واں فہم القرآن سیمینار: سورۃ الملک

بتاریخ: ۴مئی ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: مفتی عبدالعزیز حنفی (جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد)

۶۰واں فہم القرآن سیمینار: معراج نبی ﷺ

بتاریخ: یکم جون ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۶۱واں فہم القرآن سیمینار: اللہ۔۔۔تواب الرحیم ہے

بتاریخ: ۶جولائی ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۶۲واں فہم القرآن سیمینار: ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ

بتاریخ: ۳اگست ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: ڈاکٹر محمد شبیر ثروت (مذہبی سکالر ریڈیو پاکستان)

۶۳واں فہم القرآن سیمینار: ختم نبوت

بتاریخ: ۷ستمبر ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر مفتی عبدالرؤف (سابق صدر شعبہ فارسی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

۶۴واں فہم القرآن سیمینار: گستاخی رسولؐ! آخر کیوں؟

بتاریخ: ۱۵اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جاوید اسلم باجوہ (نامور دانشور۔ماہر تعلیم)

۶۷واں فہم القرآن سیمینار: اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلویؒ

بتاریخ: ۱۱ جنوری ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۶۹واں فہم القرآن سیمینار: دہشت گردی اور رواداری

بتاریخ: یکم مارچ ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: مفتی عبدالعزیز حنفی (جامعہ قادریہ فیصل آباد)

۷۰واں فہم القرآن سیمینار: اسلامی ریاست میں حکمرانوں کے فرائض

بتاریخ: ۵ اپریل ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

۷۱واں فہم القرآن سیمینار: حضرت ابوبکرؓ اور عشق رسولؐ۔صدیق کے لئے خدا کا رسول بس

بتاریخ: ۳ مئی ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: ڈاکٹر محمد شبیر ثروت (مذہبی سکالر ریڈیو پاکستان)

۷۲واں فہم القرآن سیمینار: نعتیہ مشاعرہ بسلسلہ معراج النبیؐ

بتاریخ: ۷ جون ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: حکیم رمضان اطہر

مہمانان خصوصی: محمد افضل خاکسار۔احمد شہباز خاور

نقابت: ریاض احمد قادری

شعراء کرام: محمد طاہر صدیقی، محمد سرور قمر قادری، میاں منیر احمد، زاہد سرفراز زاہد، اویس طاہر مدنی

۷۳واں فہم القرآن سیمینار: رمضان المبارک اور ہماری ذمہ داریاں

بتاریخ: ۵ جولائی ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: ڈاکٹر محمد شبیر ثروت (مذہبی سکالر ریڈیو پاکستان)

۷۴واں فہم القرآن سیمینار: شان حضرت علیؓ

بتاریخ: ۲ اگست ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر جعفر قمر

۷۵واں فہم القرآن سیمینار: تحفظ ختم نبوتؐ

بتاریخ: ۶ ستمبر ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

مہمان خصوصی: میاں منیر احمد نورانی (صدر مرکزی میلاد کمیٹی فیصل آباد)

مقررین: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری (سیرت نگار)

شعراء کرام حکیم رمضان اطہر۔ ریاض احمد قادری

۷۶واں فہم القرآن سیمینار: پاکستان کی بقاء نظام مصطفیٰؐ میں ہے

بتاریخ: ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: رانا سجاد مصطفائی (سابق رہنما اے ٹی آئی مکہ مکرمہ۔ سعودی عرب)

مقرر: محمد رمضان جامیؔ (ممتاز طالب علم رہنما)

شعراء کرام: حکیم رمضان اطہر۔ ریاض احمد قادری

۷۷۔واں فہم القرآن سیمینار: پاکستان کی بقاء نظام مصطفیٰؐ میں ہے

بتاریخ: یکم نومبر ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

صدرات: نوید بٹ (سابق رہنما اے ٹی آئی)

مقرر: محمد رمضان جامی (ممتاز طالب علم رہنما)

شعراء کرام: حکیم رمضان اطہر۔ ریاض احمد قادری

۷۸واں فہم القرآن سیمینار: اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

بتاریخ: ۶ دسمبر ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (شعبہ عربی میونسپل کالج فیصل آباد)

شعراء کرام: حکیم محمد رمضان اطہر۔ فقیر مصطفیٰ امیر۔ ریاض احمد قادری۔
سید شاہد حسین شاہد۔ منیر احمد خاور

۷۹واں فہم القرآن سیمینار: میلاد کا پیغام۔۔امن اور محبت

بتاریخ: ۱۰ جنوری ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: مفتی عبدالعزیز حنفی (جامعہ قادریہ فیصل آباد)

شعراء کرام: حکیم محمد رمضان اطہر۔ فقیر مصطفیٰ امیر۔ ریاض احمد قادری۔
سید شاہد حسین شاہد۔ منیر احمد خاور

۸۱واں فہم القرآن سیمینار: حضرت زید بن حارثؓ۔ شخصیت اور خدمات

بتاریخ: ۷ مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (ممتاز سکالر ریڈیو پاکستان)

۸۲واں فہم القرآن سیمینار: سیدنا صدیق اکبرؓ اور تحفظ ختم نبوت

بتاریخ: ۴ اپریل ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (ممتاز سکالر، دانشور)

۸۳واں فہم القرآن سیمینار: معراج مصطفیٰؐ

بتاریخ: ۲ مئی ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: ڈاکٹر محمد شبیر ثروت (ریڈیو پاکستان)

۸۴واں فہم القرآن سیمینار: ختم نبوتؐ

بتاریخ: ۱۳ مئی ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (ممتاز سکالر۔ دانشور)

۸۵واں فہم القرآن سیمینار: نعتیہ مشاعرہ

بتاریخ: ۱۳مئی ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: ڈاکٹر شبیر احمد قادری (شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

شعراء کرام: ریاض احمد قادری۔ منیر احمد خاور۔ فقیر مصطفیٰ اظہر

۸۶واں فہم القرآن سیمینار: دور حاضر کے مسلمانوں سے قرآن مجید کے تقاضے

بتاریخ: ۱۸گست ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جاوید اسلم باجوہ

۸۷واں فہم القرآن سیمینار: دور حاضر کے مسلمانوں سے قرآن مجید کے تقاضے

بتاریخ: ۵ ستمبر ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: علامہ مفتی محمد رمضان جامی (ممتاز طالب علم راہنما

۸۸واں فہم القرآن سیمینار: فلسفہ شہادت اور محفل مسالمہ (شہادت امام حسینؓ کے حوالے سے خصوصی پروگرام)

بتاریخ: ۷نومبر ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (ممتاز سکالر۔ دانشور)

۸۹واں فہم القرآن سیمینار: قرآن مجید اور عصری تعلیمات (شرف انسانیت اور ڈارون کا نظریہ)

بتاریخ: ۱۲دسمبر ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جاوید اسلم باجوہ (نامور دانشور۔ ماہر تعلیم)

۹۰واں فہم القرآن سیمینار: انسان کی بحیثیت اشرف المخلوقات ذمہ داریاں

بتاریخ: ۲ جنوری ۲۰۱۵ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جاوید اسلم باجوہ (نامور دانشور۔ ماہر تعلیم)

نعتیہ کلام: حکیم رمضان اظہر۔کوثرعلی۔پروفیسر ریاض قادری۔
شوکت جلال چشتی۔ڈاکٹر عاطر انصاری

۹۱واں فہم القرآن سیمینار: نعتیہ مشاعرہ

بتاریخ: ۶ فروری ۲۰۱۵ء بروز جمعۃ المبارک

صدارت: (ممتاز نعت گو شاعر۔ماہر تعلیم)

مہمان خصوصی: میاں منیر احمد نورانی (صدر مرکزی میلاد کمیٹی فیصل آباد)

شعراء کرام: حکیم رمضان اظہر۔کوثرعلی۔پروفیسر ریاض قادری۔ڈاکٹر عاطر انصاری

۹۲واں فہم القرآن سیمینار: قرآن فہمی کی ضرورت

بتاریخ: ۶ مارچ ۲۰۱۵ء بروز جمعۃ المبارک

مقرر: پروفیسر محمد جعفر قمر (ممتاز سکالر، دانشور) (۵۶)

تعارف مصنف

مصنف: ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری

تعلیم: ایم بی بی ایس۔ ایم سی پی ایس (پی جی)

پیشہ: رجسٹرار شعبہ امراض جلد (پنجاب میڈیکل کالج) سول ہسپتال فیصل آباد

نگارشات:
(i) خیر البشر ﷺ (ii) ماہِ عرب ﷺ
(iii) قندیل حرم (iv) پیکرِ جمال
(v) لبیک یارسول اللہ ﷺ (vi) سیّد العالمین ﷺ
(vii) صبح سعادت (viii) آدابِ محفل نعت
(ix) ماہِ ولایت (x) فیضانِ حرا
(xi) نماز میری معراج (xii) خوشبوئے قرآن

ذمہ داریاں: چیئرمین المصطفیٰ تھنکر زفورم فیصل آباد
جنرل سیکرٹری مرکزِ تحقیق فیصل آباد
چیف ایگزیکٹو مرکزی میلاد کمیٹی فیصل آباد
چیئرمین زینت فضل غوثیہ فاؤنڈیشن
انچارج المصطفیٰ قرآن اکیڈمی فیصل آباد
جنرل سیکرٹری فیصل آباد ڈرماٹولوجی کلب

ادبی مصروفیات: چیف ایڈیٹر ''سیرت رنگ میگزین''، فیصل آباد
مدیر ''المصطفیٰ میگزین''، فیصل آباد

رابطہ: 154-A لیاقت ٹاؤن فیصل آباد
بلال سکن اینڈ جنرل کلینک راجہ چوک غلام محمد آباد فیصل آباد

قرآن کی فریاد

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں
آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں

تعویذ بنایا جاتا ہوں
دھو دھو کر پلایا جاتا ہوں

جُزدان حَریر و ریشم کے
اور پھُول ستارے چاندی کے

پھر عِطر کی بارش ہوتی ہے
خوشبو میں بسایا جاتا ہوں

جس طرح سے طوطا مینا کو
کچھ بول سکھائے جاتے ہیں

اس طرح پڑھایا جاتا ہوں
اس طرح سکھایا جاتا ہوں

جب قول وقسم لینے کے لیے
تکرار کی نوبت آتی ہے

پھر میری ضرورت پڑتی ہے
ہاتھوں پر اُٹھایا جاتا ہوں

دل سوز سے خالی رہتے ہیں
آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں

کہنے کو میں اِک اِک جلسہ میں
پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں

نیکی پہ بَدی کا غلبہ ہے
سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے

اِک بار ہنسایا جاتا ہوں
سو بار رُلایا جاتا ہوں

یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے
قانون پہ راضی غیروں کے

یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں
ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

کِس بزم میں مجھ کو بار نہیں
کِس عُرس میں میری دھوم نہیں

پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں
مُجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

ماھرالقادری

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری کی تصانیف

2-A سید پلازہ چیٹرجی روڈ اردو بازار لاہور
Ph: 042-37220633 Mobile: 0300-9422434